PAGES MISSING WITHIN THE BOOK ONLY

UNIVERSAL LIBRARY
OU_224772
UNIVERSAL LIBRARY

OUP—2272—19-11-79—10,000

OSMANIA UNIVERSITY LIBRARY

Call No. 915 Accession No. 1569 / 1049

Author

Title

This book should be returned on or before the date last marked below.

"داند آنکس کہ فصاحت بہ کلامے دارد
ہر سخن موقع و ہر نکتہ مقامے دارد"

سفیرِ سخن

معلم فنِ شاعری، جامع القواعد فصاحت و بلاغت، کلید شعر و سخن

مؤلفہ

ماہر فن۔ مصور جذبات۔ ترجمان حقائق

کوثر لکھنوی

مکتبہ جدید لاہور

1569

قیمت دو روپے

کتب خانہ

فہرست مضامین

دیباچہ	الف
زبان	۹
علم قواعد	۱۰
اصطلاحات	۱۲
مرکب ناقص ۔ نسبت	۱۶
جملہ	۱۷
مصادر و اسمائے مشتق	۱۸
کلمات	۲۱
عطف و اضافت	۲۲
لوازمات ۔ محاورہ	۲۴
واحد و جمع	۲۶
تذکیر و تانیث	۳۳
متروکات	۳۸
نثر	۴۱
شعر	۴۳
صنائع بدائع	۴۴
صنائع معنوی	۴۵
صنائع لفظی	۵۸
استعارہ و مبالغہ	۶۹
تشبیہات	۷۰
مناسبات	۷۳
ردیف و قوافی	۷۵
حروف قافیہ	۷۶
حرکات قافیہ	۸۱
اقسام روی	۸۳
اقسام قافیہ باعتبار تقطیع	۸۴
عیوب قافیہ ۔ ایطا	۸۵
قافیہ معمول	۸۸

علامات صفت و تمثیلات	۸۹
عیوب کلام ۔ تعقید	۹۳
مقدرات	۹۶
شتر گربہ ۔ ذم کا پہلو	۹۷
مبتذل	۹۸
اصناف سخن	۹۹
قصیدہ	۱۰۰
غزل	۱۰۱
رباعی	۱۰۴
مثنوی ۔ فرد ۔ مستزاد	۱۰۵
مسمط ۔ قطعہ ۔ ترجیع بند	۱۰۶
مرثیہ ۔ تاریخ گوئی	۱۰۷
محاسن و عیوب تاریخ گوئی	۱۱۰
علم عروض	۱۱۱
کلمہ	۱۱۲
ترکیب ارکان	۱۱۴
بحریں	۱۱۵
فک بحور ۔ زحافات	۱۲۰
اوزان رباعی	۱۳۴
ارکان مشترکہ	۱۳۵
فروعات	۱۳۶
اوزان بحور مفردہ و مرکبہ	۱۳۷
بحور متفرق مرکبہ و معکوسہ	۱۵۱
وزن و تقطیع	۱۵۱
ارکان ۔ بحور ۔ تقطیع مرکبات	
فروعات	۱۵۴
طریقہ تقطیع ۔ مختلف اوزان	
و اشعار	۱۵۶

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم ؕ

سفیر سخن

"دانند ہمکس کہ فصاحت بہ کلامے دارد   ہر سخن موقع و ہر نکتہ مقامے دارد"

"فطرت انسانی کا فلسفہ اور کائنات کا راز قدیم ایسے اجزا سے وابستہ ہے جنکی وسعت میں جسقدر چشم غور و تعمق سے نظام قدرت کے اصول کو دیکھا اور کتاب ہستی کا مطالعہ کیا جائے ۔ اسیقدر ہر ذرہ ۔ ہر ورق معرفت کردگار کا مخزن اور ایک دفتر نظر آتا ہے ۔ یعنی عالم اسباب و دار امکاں کے پردے پر فریب ہستی کی منقش صورتوں اور پر اسرار مناظر کا مشاہدہ بڑے بڑے راز ہائے پنہاں و عیاں کے چہرے سے نقاب اُٹھا دیتا ہے ۔ جن کے بیان کی وسعت کسی دائرۃ المعارف میں بھی سما نہیں سکتی ۔ یہ دریا ایسا عمیق و عریض ہے جسکی تھاہ تک پہنچنا اگر محال نہیں تو دشوار ضرور ہے البتہ تحقیق سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ زمانہ لا متناہی میں نقطۂ موہوم ہستی کا ہیولا اور کائنات یک معجون مرکب تھی جس سے عدم و وجود ۔ روح و مادہ ۔ عناصر و اقانیم ۔ نور و ظلمت ۔ خیر و شر رنج و راحت ۔ اوصاف حسنہ و ذمیمہ ۔ غرض جز و کل کا راز وابستہ ہے ۔

یہ ایک ایسا راز ہے جس کے باعث قدرت کی عجیب حکمت و ایجاد کے آئینہ میں جلوۂ حقیقی کا نظارہ چشم ناظر کو خدا کے جلال و عظمت پر فریفتہ کر دیتا ہے ۔ اور اسی حالت فریفتگی و عالم محویت میں یہ عقدہ حل ہوتا ہے کہ انسان کائنات کا فخر یا مضحکہ ۔ معمہ ہے ۔ اور نظارۂ قدرت ایک مرقع ۔ جس کی مصور انسانی روح ہے ۔ روح کا تعلق مختلف حواس کے ساتھ ہے ۔ او حواس کے مدرکات بھی جدا جدا ہیں ۔

اگرچہ ظاہری انقلابات وقت تغیرات عالم اور تبدیلی نظام بحالت تجدید ہمیشہ انسانی امیال و عواطف ۔ اُنکے حسیات و خواہشات کے مطابق ہر محل ضرورت پر منقلب ۔ ہر خیال کے ساتھ متغیر ہوتے رہتے ہیں لیکن پھر بھی باوجود سینکڑوں تغیرات ۔ ہزاروں انقلابات زمان و مکاں کے ۔ جو ترتیب و تناسب ابتک قائم ہے ۔ اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ

کوئی ایسی ازلی وابدی قوت ضرور موجود ہے۔ جس سے تمام اشیائے عالم۔ اجزائے ذاتیات صادر ہوتے ہیں۔ اور اسی قوت کے مالک صاحب قدرت واختیار نے عالم کو کامل مرتب ومستمر النظام پیدا کیا ہے۔ جس کے مستقل وعارضی مناظر سے قدرتی انتظامات واستحکامات کا ثبوت بہم پہنچتا ہے۔

عالم خیال انسان جب اسرار صدرت ومناظر قدرت کا مشاہدہ کرتا ہے تو اس کے دل ودماغ میں تموج جذبات وہیجانِ تخیلات پیدا ہوتا ہے۔ اور اسی پر ترقی قوم وتنزل ملّی کا انحصار۔ یہی وجہ ہے کہ عارضی ومستقل مشاہدات کے اثر سے متقدمین منطقہ حارہ مغلوب الخیال وتوہم پرست ہوگئے تھے۔ یہی سبب ہے کہ قدرت کے ہیبت ناک اور جلیل القدر نظاروں نے خوف کے احساس کو اتنا ذی اقتدار کردیا کہ ہر ایک انسانی طاقت سے بالا قوت کا بہت ہی دہشت ناک اور ہیبت زا تصور باندھا۔ یہاں تک کہ اپنے دیوتاؤں کی وہ ڈراونی اور خائف تصویریں کھینچیں جن کے دیکھتے ہی بدن پر رونگٹے کھڑے ہوجائیں۔

دراصل بات یہ ہے کہ منطقہ حارہ میں ادراک کو مغلوب کرنے کی سینکڑوں کاوٹیں اور انسانی ہمت کو پست بنانے کے ہزاروں سامان موجود ہیں۔ ایسی جگہ کے رہنے والوں کا اگر کوئی جائے گریز ہوسکتا ہے۔ تو وہ عالم خیال ہی ہے۔

جب انسان اِس عالم خیال میں پہنچتا ہے تو اُس پر دیوانگی کا عالم طاری ہوجاتا ہے اور اسکی آنکھ ایک دیوانگی گردش میں زمین سے عرش۔ شرق سے غرب۔ اور شمال سے جنوب تک کے ہست وبود۔ عدم ووجود کو دیکھتی ہے۔ مگر عالم اسباب کا راز پنہاں ایسے مناظر میں اُسے نظر آتا ہے جن کی تصویر کھینچنا اُس کی قوت محاکات کے دائرۂ اِمکان سے خارج ہوتا ہے۔ وہ حسیات واثرات کی صحیح تعریف نہیں کرسکتا اور نہ جذبات وتخیلات کو الفاظ کا مناسب اور موزوں جامہ پنہا کر وجود ہستی میں لاسکتا ہے۔

قوت متخیلہ آج اس دور حاضرہ میں جبکہ تحقیقات وتدقیقات کی انتہا ہوگئی ہے۔ جبکہ کائنات کے سینکڑوں اسرار فاش ہوگئے ہیں۔ جبکہ حقائق اشیاء نے اپنے چہرے سے نقاب اُلٹ دی ہے۔ بڑے بڑے فلاسفر اور حکماء انتہائے غور وفکر کے بعد اِس نکتۂ خیال تک پہنچے ہیں کہ ایک خداداد قوت سرکار

شاعری کی بدولت شاعر میں موجود ہوتی ہے جس سے شاعر کا جسم مع روح نیچر سے وابستہ ہوتا ہے۔ اور اس کے دلپر کائنات کی صورتیں جلی حرفوں سے منقش ہوتی ہیں۔ وہ کائنات کی خوبصورت۔ خوفناک۔ عبرت انگیز۔ حیرت خیز۔ نایاب۔ کمیاب۔ اور موجودات اعلےٰ و ادنے۔ کل چیزیں دیکھتا ہے اور ایک لامتناہی وسعت اُس کے حلقۂ نظر میں ہوتی ہے وہ جب اپنے جذبات میں برانگیختگی اور تخیلات میں تلاطم پاتا ہے تو دار امکان کے تمام کیفیات کے چہرے سے نقاب اُٹھا دیتا ہے۔ اور اپنی مقراضِ شعریت سے ایسا جامہ تراش کر پہناتا ہے جس سے الفاظ کی فصاحت انداز بیان کی جدت ترتیب وتناسب کی خوبیاں مترشح ہوتی ہیں۔

شاعری

اب یہ مسئلہ پایۂ تحقیق کو پہنچا کہ شاعری فی الحقیقت قوت متخیلہ سے مرکب ہے۔ اور شاعری در اصل تخیل کی تصنیف ہے جس کو صنعت جامہ ہستی سے آراستہ کرتی ہے اور تخیل قوت اختراع یا ملکہ استنباطی کا نام ہے۔ یعنی فلسفہ میں ایجاد انکشاف اور شاعری میں مضامین رنگا رنگ اسی کا نتیجۂ عمل ہیں۔

حضرت مولانا شبلی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ تخیل مسلّم اور طے شدہ باتوں کو سرسری نظر سے نہیں دیکھتی بلکہ ایک ایک بات پر سو سو دفعہ تنقیدی نظر ڈالتی ہے اور بات میں بات پیدا کرتی ہے۔ گویا تخیل قوتِ اختراع یا ملکۂ استنباطی کا نام ہے۔ قوت تخیل کے استدلال کا طریقہ عام استدلال سے الگ ہوتا ہے وہ ان باتوں کو جو اور طرح ثابت ہو چکی ہیں۔ نئے طریقہ سے ثابت کرتی ہے یہ طریقۂ استدلال اکثر ایک قسم کا منطقی مغالطہ ہوتا ہے اور حسن تعلیل کی صورت میں نہایت ہی نازک اور حیرت انگیز انداز بیان اختیار کرتا ہے۔

مگر اس نقطۂ خیال تک پہنچکر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ شاعری در اصل کیا ہے اور کہاں ہے؟ وہ شاعری جو ہر قسم کے جذبات کا آئینہ بن سکے۔ وہ شاعری جو فلسفۂ اخلاق وحکمت کے دقائق کو حل کر سکے۔ وہ شاعری جو اخلاق وتمدن پر مفید اور گہرا اثر ڈال سکے آیا ہر شاعر میں پائی جا سکتی ہے یا نہیں؟

آخر جواب میں یہی کہا جائیگا کہ فیصدی ایک شاعر ان صفات ومحامد کا خزانہ اپنے دل و دماغ میں رکھتا ہے اور صحیح معنوں میں شاعر کہلا سکتا ہے۔ اب رہا تفوق وترجیح کا سوال اسکا جواب ہر شخص کے مذاق سلیم۔ وسعتِ معلومات۔ نگاہ اور پسند پر موقوف ہے۔

کیونکہ حضرات غالب و ذوق - میر و سودا - آتش و ناسخ - انیس و دبیر وغیرہ وغیرہ اساتذہ کے کلام فصاحت و بلاغت التیام کا موازنہ اور مقابلہ کرکے بھی کوئی امر مسلّم نہیں ہوا اور نہ کوئی ایسا معیار قائم ہو سکا ہے جسے ارباب نظر متحد الخیال ہو کر تسلیم کریں - بہر حال تشفی کے لئے اسی مصرع پر اکتفا کرتے ہیں - ع

"ہر گلے را رنگ و بوئے دیگر است"

اب جس طرح وجدان و ذوق کا معیار مختلف ہے اسی طرح زمانہ کا دور بھی بدلتا رہتا ہے اُردو شاعری ہر دور میں ایک نہ ایک نیا قالب بدلتی رہتی ہے - کیا زبان - کیا مضامین ہر اعتبار سے کچھ نہ کچھ ترمیم و تنسیخ - توسیع و ترویج ہوتی رہی ہے اور ہوتی رہے گی - ایک دور ایسا تھا کہ موزونی طبع سے نظم کا نظام نثر میں پیدا ہو جاتا تھا - لفظ لفظ مقفٰی بات بات مسجع - اب اس کا وقت نہیں رہا -

اس لئے آجکل اکثر نوآموز نومشق اس میدان کو سہل گزار سمجھ کر بے تکان دوڑتے پھرتے ہیں - اپنی دھن میں چڑھاؤ اُتار کو بھی نہیں دیکھتے - کوئی ڈراماٹسٹ ہے کوئی ناول نویس ہے اور کوئی صاحب دیوان کہلاتا ہے - گویا شاعری کیا ہے ایک بازیچۂ اطفال ہے - مگر اتنا نہیں سمجھتے کہ تصنیف و تالیف کا میدان جیسا دلآرا و دلآویز ہے - ویسا ہی ہیبت زا و بلاخیز بھی ہے - جب تک ذوقِ سلیم ہمصفیر اور مشق قدیم ہم سفر نہ ہو اِس میدان کی منازلِ ہفت خواں کا طے کرنا دشوار ہے - مبتدی تو ایک طرف بہت سے منتہی بھی اس میں ٹھوکریں کھا کر مُنہ کے بل گرے ہیں - بقولِ امیر ؎

سیر کہنا تو غزل کچھ نہیں دشوار امیر — خوف یہ ہے کہ نکل جائے نہ پیمانے سے

ہاں جسے قدرت نے شاعر بنایا ہو - جسے مبداء فیاض نے شاعرانہ جواہر عطا کئے ہوں - اور شعر و سخن کے فطری ذوق سے دیوانہ وار مدت تک اس دشت طوفان خیز اور دشوار گزار وادی میں بھٹک چکا ہو - اور سینکڑوں گھاٹیاں جو اسے سنگ راہ ہوئی ہوں - طے کرکے اوراق ہستی کا مطالعہ اور مناظر قدرت کا مشاہدہ کرنیکے بعد ساحل مقصود پر پہنچا ہو وہی صحیح معنوں میں شاعر اور وہی مطرب جذبات فطرت و نے نواز اسرار وحدت ہو سکتا ہے - محض اپنے نام کے ساتھ تخلص کا دم چھلا لگانے اور کاغذ کالے کرنے سے کوئی شاعر نہیں ہو سکتا - بقول امیر مینائی مرحوم

سو شعر ایک جلسہ میں کہتے تھے ہم امیرؔ جب تک نہ شعر کہنے میں ہم کو شعور تھا

الحاصل منشار تصنیف و مدعائے تالیف محض صداقت پر مبنی اور خدمت زباں ہونا چاہئے۔ اور علم دوست ارباب ذوق سلیم اور بہی خواہان اُردو کا فرض ہے کہ اُردو علم ادب کی اشاعت و توسیع کرنے اور معلومات کو ترقی دینے کے لئے ہمہ تن ساعی ہو جائیں۔ کہ ہند کا اُردو علم ادب آسمانِ ترقی پر آفتاب بن کر چمکے اور آنے والی نسلوں کے لئے سرمایۂ ناز ہو۔"

تخصیصِ زباں

اکثر ارباب قلم و اہل الرائے کا مطمح نظر نقطہ خیال یہ ہے کہ کوئی شخص کسی دوسرے ملک کی زبان میں اسقدر کمال نہیں پیدا کر سکتا کہ اس میں شاعری کر سکے۔ لیکن تحقیقات سے اس خیال کی تردید ہوتی ہے۔ دُور کیوں جائیے متقدمین کے زمانۂ عروج پر نظر کیجئے کہ وہ غیر ممالک کے باشندے ہی تھے جو علمی ادبی دُنیا میں شہرت کے آسمان پر آفتاب بن کر چمکے۔ اور آج تک اُنکی تقلید و تتبع کرنا باعث نازش سمجھا جاتا ہے۔

اگرچہ متاخرین نے علمی فرائض سے سبکدوش ہونے اور ادبی خدمات کی انجام دہی میں کوئی دقیقہ اُٹھا نہیں رکھا۔ پھر بھی متقدمین نے زبان کی توسیع علوم و فنون کی ترویج ماہیت کی اشاعت معلومات کی وسعت۔ جدت۔ اختراع۔ اصلاح و ترمیم۔ غرض ہر پہلو سے وہ وہ احسانات کئے کہ ابدالآباد تک نہیں بھلا سکتے۔

"عوام کے بقول بھاکا زبان میں شعر و شاعری کی اولیت کا سہرا حضرت امیر خسروؒ کے سر رہا۔ سنسکرت اور بھاکا زبان میں وہ کمال پیدا کیا کہ ارباب نظر سے پوشیدہ نہیں۔ بعض کا یہ مقولہ ہے کہ مسعود سعد سلمان سلطنت غزنویہ کا مشہور ایرانی شاعر جو لاہور میں پیدا ہوا تھا حضرت خسروؒ سے بھی تقریباً دو سو برس پہلے ہوا۔ اور بھاکا میں اعلےٰ پیمانہ کا شاعر تھا۔

شیر شاہی عہد میں ملک محمد جائسی بھاکا زبان کے زبردست شاعر ہوئے۔ اکبر اعظم کے زمانہ میں بھی ہندی زبان کو شرف قبولیت حاصل ہوا۔ یہاں تک کہ امراء اور شاہزادے ہندی زبان میں شاعری کرتے تھے۔ عبد الرحیم خانخاناں نے بھی

(ـلہ مثال کے طور پر اس خیال کی مؤیدمیں بھاکا زبان کے چند شاعروں کے نام درج کئے گئے ہیں)

ہندی شاعری میں کمال پیدا کیا ۔ جہانگیر کے زمانہ میں غواصی نامی شاعر ہوئی ۔ جنہوں نے طوطی نامہ کو نظم کا جامہ پہنا کر اوج کمال تک پہنچایا ۔ اور اس طرح کہ ایک مصرعہ فارسی اور ایک ہندی ۔

اسی زمانہ میں ملا نوری قصبہ اعظم پور کے قاضی زادوں میں سے بڑے شاعر ہوئے جو اکثر ہندی میں شاعری کرتے رہے ۔

اکبری اور جہانگیری عہد میں شیخ شاہ محمد بن شیخ معروف فرملی بلگرام کے رہنے والے ممتاز شاعر ہوئے ۔ سرو آزاد مولفہ مولوی غلام علی آزاد کے دوسرے حصہ میں اُنکے ہندی اشعار بکثرت نقل کئے گئے ہیں ۔

تیموری سلاطین اپنی شاہی زبان فارسی کی طرح بھاشا زبان کی شاعری کو بھی قدر کی نگاہوں سے دیکھتے اور قابل وقعت سمجھتے تھے ۔ ضیمہ نامی ایرانی شاعر عالمگیر کے زمانہ میں شاہی منصب داروں میں مقرر ہوئے اور بھاشا زبان میں بھی انتہا درجہ کمال پیدا کیا ۔ اور ہمیشہ ہندی اشعار میں اپنا تخلص پنچھی کرتے تھے ۔

رفتہ رفتہ بھاشا کی زبان دانی اور شاعری کا ذوق اسقدر عام ہوا کہ بڑے بڑے علماء اور حضرات صوفیہ نے اس میں کمال پیدا کیا ۔ شیخ غلام مصطفی متخلص بہ انسان بہت بڑے پایہ کے شاعر ہوئے ۔ عبدالجلیل بلگرامی مولوی غلام علی آزاد کے نانا عالمگیر کے درباری اور ہندی بھاشا زبان کے ممتاز شاعر ہوئے فارسی قصائد میں بھی اکثر بھاشا کا استعمال کرتے تھے ۔

محمد شاہ کے زمانہ میں علماء نے شرح چغمنی اور ہیئت کی مختلف کتابوں کا ترجمہ عربی سے بھاشا زبان میں کیا ۔ اسی زمانہ میں سید نظام الدین بلگرامی نے سنسکرت اور بھاشا کے علم ادب میں نہایت شہرت حاصل کی اور ساتھ ہی ہندی موسیقی میں بھی اس درجہ کمال حاصل کیا کہ نایک کہلائے ۔ فن موسیقی کے متعلق بھاشا زبان میں دو جامع کتابیں بھی تصنیف کیں ۔ پسر رحمت اللہ پسر خیرالدین بلگرامی بھاشا زبان کے مشہور اُستاد شاعر ہوئے اور اس درجہ کمال پیدا کیا کہ چنتامن سے مشہور ہندو شاعر کے کلام میں غلطیاں نکالتے تھے ۔ سید غلام نبی پسر سید محمد باقر سید عبدالجلیل کے

بھانجے اگرچہ فارسی عربی میں ماہر تھے لیکن بھاشا شاعری میں بھی اعلےٰ پایہ کے شاعر ہوئے "انگ درپن" نام سے (۱۷۷) دوہوں کا ایک دیوان بھی تصنیف کیا۔ سید برکت اللہ فقیہ بھاشا میں پیمی تخلص کرتے تھے بھاشا کے اچھے شاعر ہوئے

انکے علاوہ اور بہت سے اہل کمال شاعر غیر ممالک کے باشندے تھے جنہوں نے بھاشا زبان کی انشاپردازی اور شاعری میں ناموری حاصل کی۔"

معیار اُردو

رفتہ رفتہ زمانہ کا مذاق بدلتا گیا ایک نیا دور شروع ہوا جسمیں ولی نامی دکنی شاعر نے فارسی کے وزنوں میں اُردو کو ڈھال کر نیا لباس پہنایا اور زبان کا ایک خاص معیار قائم کر کے ریختہ کو وسعت دی۔

چونکہ شعرائے فارس نے زبان فارسی میں عربی کو مخلوط کر کے شاعری کو اعلےٰ مدارج پر پہنچایا تھا تو ولی نے بھی تغزل کی شاعری میں فارسی کے ساتھ ہندی کا اضافہ کیا اور یہی وجہ ہے کہ آجتک اُردو شاعری فارسی کی مقلد ہے۔ عربی کے جن اصناف سخن کو فارسی نے اپنے دامن میں لیا یا بعد میں اضافہ کیا۔ اُردو شاعری کو بھی قدم بقدم انہیں اصناف پر طبع آزمائی کا موقع ملا۔

جس طرح فارسی میں غزل سرائی مولانا رومؒ۔ شیخ سعدیؒ سے شروع ہوئی حضرت امیر خسروؒ نے رنگ تغزل اور بھی پایہ کمال تک پہنچایا۔ خواجہ حافظ لسان الغیب نے جام مے کا مخمانہ نغمۂ مستانہ کے ساتھ ایسا گرم کیا کہ مستان معرفت تک مدہوش ہوگئے۔

اسی طرح اول ولی انکے بعد اُردو شاعری نیا قالب بدلتی گئی۔ میر تقی میر دہلوی شعرائکے سرتاج غزل کے بادشاہ ہوئے جن کو اہل دنیا میں حضرات غالب۔ ذوق ناسخ اور مصحفی سے اساتذہ نے مانا۔ بقول غالبؒ ؎

غالب اپنا یہ عقیدہ ہے بقول ناسخ
آپ بے بہرہ ہے جو معتقدِ میر نہیں

مرزا رفیع سودا بھی موجد زبان ریختہ میر کے ہمعصر و ہم پلہ قصائد میں کامل اور ہجو کے بادشاہ ہوئے۔ سادگی و درد آمیزی میں شوخی و مضمون آفرینی کا جزو بڑھا کر اعلےٰ درجہ کے زباندان شاعر ہوئے۔ بقول مصحفی ؎

"خدا رکھے زبان ہم نے سنی ہے میر و مرزا کی
کہیں کس منہ سے ہم اے مصحفی اُردو ہماری ہے"

خواجہ میر درد بھی سراپا تصویر درد اور قادر رنگ تصوف ہوئے۔

مصحفی غلام ہمدانی لکھنوی جگت استاد شاعری کے بحر زخار روانی طبع زور مشق آمد مضامین میں یکتا جن کے فیض سے زمین سخن ہمیشہ سیراب ہوئی

مومن حکیم مومن خاں دہلوی حکیم طور سخنوری عاشق مزاج کلام میں برشتگی مصرع لگانے میں فرد فارسی کی نازک و دلپسند ترکیبیں بڑی خوش اسلوبی سے لاتے تھے۔

انشا۔ قادر اصناف سخن شوخ طبع جدت طراز استاد کامل ہوئے۔

ذوق۔ فخر الشعرائے دہلی قصائد میں ید طولی استاد کامل شاہ نصیر کے شاگرد اور شاہ ظفر بہادر کے اُستاد ہوئے۔

غالب مرزا اسد اللہ خاں۔ میر کی فطری غزلسرائی کے بعد فرد کامل اُستاد یگانہ انتخاب زمانہ وقت پسندی اور سادگی دونوں میں یکتا اُردوئے معلٰے کے موجد اور عدیم المثال صحیح معنوں میں وہی شاعر تھے۔ آجتک اپنی جگہ کسی کا نقش جمنے نہیں دیتے۔

ناسخ لکھنوی۔ آسمان کمال کے آفتاب۔ اصلاح و ترمیم کے موجد۔ زبان کو انہیں نے صاف و صحیح کیا اور کلام بلند استعارات و تشبیہات سے آراستہ ہے۔

آتش لکھنوی۔ نیچرل شاعر ہوئے کلام میں سوز و گداز انتہا کا بانکپن۔ زبان کو فصاحت کے سانچے میں ڈھالنا انہیں کا حصہ تھا۔

وزیر لکھنوی کی مضمون بندی صفائی رعایت لفظی قابل تسلیم ہے۔ منیر و برق کی فلک پیمائی و بلند پروازی قادر الکلامی۔ رشک کی عجیب و غریب جدت۔ بحر کی محاورہ بندی۔ سحر کی سحر بیانی۔ رند کی عاشقانہ نوک جھونک اور معاملہ بندی زبان کی سادگی۔ صبا کی گلفشانی شیریں زبانی بیساختگی برجستگی۔ اسیر لکھنوی روانی طبع زور مشق اور آمد مضامین کے باعث مجمع کمالات و مصدر افادات۔ شاعری میں بحر مواج اعلٰے پایہ کے اُستاد شاعر ہوئے۔

غرض ہر شاعر نے اپنے اپنے وقت میں زبان اُردو کو وسعت دیکر شاعری کو فصاحت و بلاغت

کے زیورات سے آراستہ و مزین کیا اور آج تک انہیں کی اسناد و اقوال پر مدار کار ہے مفتی امیر احمد صاحب امیر مینائی لکھنوی ملک سخن کے آخری بادشاہ فصاحت و بلاغت مضمون آفرینی سادگی و رنگینی لطافت و روزمرہ پاکیزگی و برجستگی ان کا حصہ تھا۔ صحیح معنوں میں استاذ شاعر ہوئے داغ دہلوی بھی بیساختہ گو فصیح زبان روزمرہ و سلاست کے باعث مقبول عام ایسے کہ شاہ دکن نے شرف استاذی بخشا۔ جلال لکھنوی ماہر فن سخنور کامل صاحب مذاق سلیم اور استاد شاعر ہوئے۔ انیس میر ببر علی صاحب لکھنوی افصح الفصحا شیریں زبان جمیع اصناف سخن میں خدائے سخن اور قادر الکلام ایسے ہوئے کہ مرثیہ گوئی کو آسمان ہفتم پر پہنچایا۔ ان حضرات کے علاوہ اور بھی بہت سے استاد ماہرین فن اور سخنور کامل ہوئے۔ ہر ایک کا سمند فکر میدان علم و ادب میں اپنی جولانیاں دکھاتا رہا اور اس زمانہ میں بھی بہت سے اساتذہ موجود ہیں جن کے کلام تمام خوبیوں سے معرا اور عیوب سے مبرا۔ روزمرہ۔ فصاحت۔ محاورات ترتیب بندش غرض ہر اعتبار سے مستند مانا جاتا ہے۔

مقصد یہ ہے کہ جوں جوں زمانہ کا دور بدلتا رہا اور مذاق مختلف ہوتا گیا۔ شاعری بھی قواعد و ضوابط کی پابند ہو کر اپنا قالب بدلتی رہی۔ متقدمین نے جن باتوں کو متاخرین کے لئے اٹھا رکھا تھا۔ متاخرین نے اپنا فرض سمجھ کر انہیں پایۂ تکمیل تک پہنچایا اور ہزاروں نئی نئی دلپسند ترکیبیں لاکھوں الفاظ وضع و اختراع کر کے ہر علم و فن کے میدان کو شبدیز قلم کی جولانگاہ بنایا اور اخلاق۔ ادب منطق حکمت۔ ریاضی۔ معقول۔ منقول۔ رموز۔ اصطلاح۔ صرف نحو۔ جر ثقیل۔ تاریخ۔ مناظرہ۔ تفسیر۔ کلام۔ اصول۔ فقہ۔ نثر۔ نظم عروض۔ بدیع۔ مساحت۔ ہندسہ۔ اقلیدس۔ جبر و مقابلہ۔ جغرافیہ وغیرہ وغیرہ علوم و فنون کی نایاب و کمیاب کتابوں کی تصنیف و تالیف اور ترجمہ کرنے میں ہمہ تن ساعی ہو کر اردو زبان کو مایۂ ناز بنا دیا۔ اب خدا کا شکر ہے کہ اردو زبان غیر ممالک کی علمی ادبی زبانوں کے مقابلہ میں کسی طرح محتاج نہیں اور امید ہے کہ ارباب سخن و اہل قلم حضرات کی توجہ سے ایک ایسا زمانہ بھی آئیگا کہ اردو زبان اپنی جمعیت کے باعث یکتائے روزگار نظر آئیگی۔ اور اب بھی اپنی زبان پر جسقدر ناز کیا جائے بجا ہے۔"

التماس | معاف کیجئے لیلائے اردو کی محبت مجھے قیس وارفتہ کی طرح کہاں سے کہاں لے

پہنچی۔ مختصر مدعا یہ ہے کہ دورِ حاضرہ میں اہلِ کمال اساتذہ کی موجودگی میں علم زبان اور فن شاعری کے اہم پہلوؤں کی ترتیب با قواعد وضوابط اور فصحا کے مستعملہ مروجہ اصول طریق کو جمع کرنا میری ہمت سے واقعی بالاتر بلکہ "ایں خیال است ومحال است وجنوں" کے مصداق تھا۔ لیکن بہت سے علم دوست و ارباب ذوق سلیم اور بہی خواہان اُردو نے مجبور کیا کہ میں اس خدمت کو انجام دوں۔ شاعری کے ہر موضوع اور مختلف پہلوؤں پر محققانہ نظر سے شرح بسط کے ساتھ بحث کر کے مفصل بوضاحت ہر ایک بات کو قلمبند کر دوں کہ ایک جامع کتاب کی صورت سے بآسانی سمجھ میں آ سکے۔ اگرچہ زمانے کے آلام ومصائب نے میرے ہوش وحواس معطل کر دئیے ہیں پھر بھی میں نے اپنی زبان دب اُردو کی خدمت کو فرض منصبی سمجھ کر حتی الوسع جن باتوں کو ضروری سمجھا بترتیب بیان کر کے ارباب علم وذوق سلیم اور دلدادگان شعر وسخن کی خدمت میں ہدیہ مختصر "سفیر سخن" کے نام سے پیش کیا۔ خدا کا شکر ہے کہ یہ کتاب اپنی جمعیت کے اعتبار سے ضرورت اور کمی کو پورا کرنے کے قابل نظر آتی ہے "قبول خاطر ولطف سخن خدا داد است" ممکن ہے کہ کمیت قلم کا پائے عجز لغزشوں سے بچ نہ سکا ہو۔ ممکن ہے عرصہ ادب میں غلط روی اختیار کی ہو۔ کیونکہ انسان خطاؤں سے مرکب ہے۔ بے عیب تو خدا کا کلام ہے۔ بقول داغ

"مجھے یہ ڈر ہے کہ ایمان لے نہ آئیں لوگ
خدا کرے غلطی کچھ مرے سخن میں رہے"

اس لئے ارباب سخن اور ماہرین فن کی خدمت میں التماس عرض ہے کہ اگر کوئی نقص یا عیب دکھائی دے تو ازراہ کرم دامن عفو سے چھپائیں۔ انشا اللہ جو بات قابل ترمیم معلوم ہو گی طبع ثانی میں اس پر نظر کی جائے گی۔ وما توفیقی باللہ

"غلام ہمت آں صاحبانِ باکرم
کہ یک صواب ببینند وصد خطا بخشند"

ناظم "دفتر سفیر سخن ودار المصنفین" کشمیری بازار۔ لاہور } کوثر (لکھنوی)

زبان

اُردو ایک مشترک زبان کا نام ہے جس میں کئی زبانیں ملی ہوئی ہیں۔ عربی فارسی۔ ترکی۔ سنسکرت۔ ہندی کے علاوہ انگریزی کے سینکڑوں الفاظ۔ ترکیبیں اور نشانات توقف وغیرہ شامل ہوکر اُردو کے لباس میں ملبوس نظر آتے ہیں۔

زبان۔ اُن علامات والفاظ تحریری یا تقریری کو جن کے ذریعہ سے اپنے خیالات بلادِقت اوروں کو سمجھا سکیں زبان کہتے ہیں۔ اور اہل زبان وہ شخص ہے جسے اپنی زبان پر قابو ہو یعنی اپنے ہر خیال کو اپنی ہی زبان میں باصحت بیان کرسکے۔ اور زباں داں وہ ہے جو زبان کے علم قواعد سے بھی واقف ہو۔ اور عبارت یا کلام فصیح وبلیغ وہ ہے کہ قواعد صرف ونحو کی رو سے اس میں کوئی غلطی نہ ہو اور مضمون سمجھنے میں بھی دِقت نہ ہو۔ نہ اس قدر طویل کہ پڑھنے یا سُننے والا گھبرا جائے نہ اسقدر مختصر کہ اس سے مطلب بھی پورا نہ نکل سکے۔

حالانکہ زبان قواعد کی پابند نہیں۔ قواعد زبان کے پابند ہیں۔ کیونکہ قواعد ہمیشہ زبان کے مطابق بنائے جاتے ہیں۔ نہ کہ زبان قواعد کے موافق۔ تاہم زباندانی کے لئے قواعد کی پابندی لازمی ہے۔ اور قواعد کے بغیر زبان کی ترقی محدود ہوتی ہے اس لئے فصحا نے زبان کے قواعد منضبط کرکے زبان اور اہل زبان کا معیار قائم کیا ہے۔ جب تک علم قواعد سے واقف نہ ہو اہل زبان نہیں کہا جا سکتا۔ اہل زبان وہی ہو سکتا ہے جو رموز فصاحت وبلاغت سے آشنا ہو اور فصحا کے مستعملہ مرجہ الفاظ۔ فقرات۔ محاورات۔ ضرب الامثال۔ تشبیہات ومناسبات کا صرف بامحل جانتا ہو۔ ایک ایک محاورے میں کئی کئی معنوی خوبیاں پیدا کرے۔ اور محل صرف کے مختلف گوشے نکالے۔ جب تک یہ قدرت حاصل نہیں۔ اہل زبان ہونے کا

دعوئے باطل ہے۔"

علم قواعد

علم قواعد- زبان کا وہ علم ہے- جس پر زبان کی صحت کا مدار ہے- اور اُسی کے ذریعہ سے صحیح لکھنا پڑھنا اور بولنا آتا ہے- اس علم کی چار قسمیں ہیں جن کا مختصر بیان کیا جاتا ہے-

علم اِملا - علم صرف - علم نحو- علم عروض

علم اِملا- وہ علم ہے جس سے حروف مفردہ کا ملانا اور صحیح کلمات بنانا- اور رسم الخط کا طریقہ آتا ہے-

علم صرف- وہ علم ہے جس سے کلمات کی پہچان اور تغیر و تبدل کی شناخت حاصل ہو- اور صحیح بولنا آئے-

علم نحو- وہ علم ہے جس کا موضوع کلام ہے- اور کلمات مفردہ کی ترکیب سے صحت معانی حاصل ہو- اور فعل- فاعل- مفعول- مبتدا و خبر وغیرہ میں امتیاز و واقفیت ہو-

علم عروض- وہ علم ہے جس سے اشعار لکھنے پڑھنے اور کہنے کے اوزان اور کل قواعد معلوم ہوں- اور کلام موزوں و غیر موزوں یعنی نظم و نثر میں فرق اور تمیز کر سکیں"

اب ہم چند ضروری قواعد- اصطلاحات مستعملہ درج کرتے ہیں جن کا یاد رکھنا ضروری ہے-

معجمہ یا منقوط- نقطہ دار حرف کو کہتے ہیں-

مہملہ یا غیر منقوط- بے نقطہ حرف کو کہتے ہیں-

تازی- وہ حروف جو زبان عربی میں آتے ہیں جیسے ب- ج- ز- ک- وغیرہ-

عجمی- جو حروف عربی میں نہیں آتے اور فارسی کے لئے مخصوص ہیں جیسے پ- چ- ژ- گ-

ہندی- جو عربی و فارسی میں نہ آئیں اور فقط ہندی کے لئے ہوں جیسے ٹ- ڈ- ڑ- وغیرہ

فوقانی۔ جن حروف کے اُوپر نقطے ہوں جیسے ت۔ ث۔ ق۔ غ۔ ظ۔ وغیرہ

تحتانی۔ جن حروف کے نیچے نقطے ہوں جیسے ب۔ پ وغیرہ۔

موحدہ۔ جو حرف ایک نقطہ رکھتا ہو جیسے ب۔ ج۔ ف وغیرہ۔

مثناۃ۔ جو حروف دو نقطے رکھتے ہوں جیسے ت۔ ق وغیرہ۔

مثلثہ۔ جو حرف تین نقطے رکھتا ہو جیسے پ۔ چ۔ ژ وغیرہ۔

تنوین۔ ایک سی دو حرکتیں جو کسی حرف کے نیچے یا اُوپر آئیں اور نون کی آواز دیں۔ جیسے فوراً۔ قصداً۔ رَجُلٌ۔ زیدٍ وغیرہ

الف ممدودہ۔ جو دوسرے الف کے ساتھ مل کر پڑھا جائے جیسے آخر۔ آرام وغیرہ کا الف۔

الف مقصورہ۔ جو دوسرے الف سے نہ ملے جیسے انیس۔ اکبر۔ امر۔ عیسیٰ۔ موسیٰ وغیرہ کا الف۔

حروف علت۔ جو کشش حرکات سے پیدا ہوتے ہیں یعنی واو۔ الف۔ ی۔

الف کو مدّہ اور واو۔ ی کو لین کہتے ہیں۔

پیش کی کشش سے واو۔ زیر کی کشش سے ی۔ اور زبر کی کشش سے الف بنتا ہے۔

واو معروف۔ جس واو کا ماقبل حرف مضموم جلی ہو جیسے طور۔ ظہور۔ مغرور کا واو۔

واو مجہول جس کا ماقبل مضموم خفی ہو جیسے مور۔ چور۔ شور وغیرہ کا واو۔

واو معدولہ۔ جو لکھا جائے اور پڑھنے میں نہ آئے جیسے خود۔ خواب۔ خواہش کا واو

یائے معروف جس کا ماقبل حرف مکسور جلی ہو جیسے بری۔ سختی۔ سنی کی ی۔

یائے مجہول جس کا ماقبل مکسور خفی ہو جیسے کرے۔ کسے۔ گھوڑے کی ے۔

جو متحرک ہو اُسے ملفوظ اور ساکن کو غیر ملفوظ بھی کہتے ہیں۔

اب ہم فصحا کے مروجہ چند اصطلاحات کا بیان کرتے ہیں جو زبان اُردو میں مستعمل ہیں۔

اصطلاح ۔ اُسے کہتے ہیں۔ جو چند فصحا، اہل زباں نے بالاتفاق قائم کی ہوں ۔ اور بکثرت مستعمل ہوں ۔

حرکت ۔ اصطلاح میں زبر ۔ زیر ۔ پیش کو کہتے ہیں ۔ اور ان علامات کو اعراب بھی کہتے ہیں ۔ ہر علامت یا حرکت علیحدہ ایک نام رکھتی ہے ۔ جیسے :۔

پیش کا نام ضمہ ۔ ضم یا رفع ۔

زیر کا نام کسر ۔ کسرہ یا جر ۔

زبر کا نام فتحہ ۔ یا فتح ۔

متحرک ۔ اس حرف کو کہتے ہیں جو کوئی حرکت زبر ۔ زیر ۔ یا پیش رکھتا ہو بلحاظ حرکت ہر اک کا نام مقرر ہے ۔

مفتوح ۔ جو حرف زبر رکھتا ہو جیسے بَلاغت کی ب متحرک (ـَ) علامت

مکسور ۔ یا مجرور جو زیر رکھتا ہو جیسے تِلاوت کی ت " (ـِ) "

مضموم ۔ جو حرف پیش رکھتا ہو جیسے گُل کا گ " (ـُ) "

سکون ۔ یا جزم حرکت کے نہ ہونے کو کہتے ہیں جیسے ظُلْم کا ل مجزوم (ـْ) "

ساکن ۔ اس حرکت کو کہتے ہیں جو متحرک نہ ہو جیسے اَبْر کی ب " (ـْ) "

تشدید جس علامت سے مشدّد بنے جیسے :۔ رُقّعہ کا ق مشدد (ـّ) "

مشدّد ۔ ایک جنس کے دو حروف ملا کر پڑھے جائیں جیسے حُرّہ کی ر " (ـّ) "

ماقبل ۔ جو حرف کسی حرف سے پہلے ہو جیسے دِل کی د متحرک (ـِ) "

مابعد ۔ جو حرف کسی حرف کے بعد ہو جیسے زر کی ر ساکن (ـْ) "

موقوف ۔ جو حرف مع حرف ماقبل متحرک نہ ہو جیسے رَعْد کی دْ موقوف اور عْ ساکن

ہائے مختفی ۔ جو لفظ کے آخر میں اظہار حرکت کے لئے آئے جیسے نامہ ۔ پروانہ ۔ لطیفہ کی ہ ۔

ہائے مخلوط ۔ جو دوسرے حرف کے ساتھ ملکر ایک آواز ظاہر کرے جیسے پھول ۔ پھاٹک ۔ جھاڑو کی ھ

نونِ غُنّہ ۔ جس کی آواز ناک سے نکلے جیسے گزند ۔ جنگ ۔ اینٹ کا نون ۔
متشابہ ۔ ایک ہی صورت کے حروف کو کہتے ہیں جیسے ب ۔ پ ۔ ت ۔ ث اور ج چ ح خ
مرادف ۔ جن دو لفظوں کے ایک ہی معنے ہوں جیسے خاص ۔ اختصاص ۔ غرض مند ۔ حاجتمند وغیرہ
مشترک ۔ جس لفظ کے کئی معنے ہوں ۔ جیسے آب کے معنے پانی ۔ کاٹ ۔ چمک ۔ تیزی ۔ عزت ۔
صیغہ ۔ لفظ کو کہتے ہیں ۔ خواہ وہ لفظ موضوع ہو یا مہمل ۔ مذکور ہو یا مقدر ۔ مفرد ہو یا مرکب
مشتق ۔ جو کسی کلمہ سے نکلا ہو جیسے گشتن سے گشت ۔ جانا سے گیا وغیرہ ۔
یہاں گشتن کو مشتق منہ اور گشت کو مشتق ۔ اور ایک کلمہ سے دوسرا کلمہ نکالنے کو اشتقاق کہتے ہیں ۔
معنے ۔ جو کسی لفظ کسی فقرہ یا جملہ سے ظاہر ہو ۔ مفہوم بھی کہتے ہیں ۔
نکرہ ۔ وہ اسم جو غیر معین کے لئے مستعمل ہو جیسے گھوڑا ۔ شیر ۔ ہاتھی وغیرہ ۔
معرفہ ۔ جو معین کے لئے استعمال ہو جیسے حامد ۔ خالد ۔ حیدر وغیرہ نام ہیں ۔
مقدر ۔ جو لفظ عبارت میں نہ ہو اور اُس کے معنے لئے جائیں ۔
اشباع ۔ درازی حرکت کو کہتے ہیں جیسے پیش سے وٗ ۔ زبر سے آ ۔ زیر سے ئیٖ ۔
محذوف ۔ وہ لفظ یا حرف جو کسی عبارت یا کلمہ سے حذف کیا گیا ہو ۔ دور کرنے کو حذف کہتے ہیں ۔
مخفف ۔ وہ لفظ جس میں سے کچھ حذف کیا جائے ۔ مخفف کو تخفیف کہتے ہیں ۔ مثلاً کلاہ کا الف حذف کیا تو کلہ باقی رہا ۔
ترخیم ۔ آخری حرف جو کسی کلمہ سے دور کیا جائے ۔
کلمہ ۔ وہ بامعنے لفظ جو زبان سے ادا ہو ۔
اسم ۔ جس کے معنی مستقل ہیں زمانہ نہ پایا جائے جیسے تخت ۔ باغ ۔ مدرسہ ۔ گھوڑا ۔ کاغذ ۔ احمد ۔ حیدر وغیرہ ۔

فعل جس کے معنے میں زمانہ پایا جائے۔ جیسے **قتل۔ ظلم۔ کام** وغیرہ۔

حرف۔ وہ ہے جو کلمہ اپنے معنے بتلانے میں دوسرے لفظ کا محتاج ہو یعنی غیر مستقل ہو۔ جیسے کا۔ کو۔ کے۔ سے۔ تک۔ وغیرہ۔

فاعل۔ کام کرنے والا۔ مثلاً **قاتل** قتل کرنے والا۔ **ظالم** ظلم کرنے والا۔

جامد۔ وہ اسم جس سے کلمہ نہ نکلے۔ جیسے گل۔ غنچہ وغیرہ۔

مصدر۔ وہ اسم جس سے کلمے نکلیں۔

مشتق۔ جو اسم مصدر سے بنایا جائے۔

علامت مصدر۔ فارسی میں دن تن اور ہندی میں نا آخر میں ہوتی ہے۔ (مثال) کشتن۔ کردن وغیرہ علاوہ خویشتن۔ گردن وغیرہ کے۔

اور اردو میں آنا۔ جانا۔ بولنا وغیرہ علاوہ گنا۔ چونا وغیرہ۔

مضارع جس میں حال و مستقبل کے معنے پائے جائیں جیسے جائے۔ کرے۔ لکھے وغیرہ۔

حاصل مصدر۔ وہ اسم مشتق جو کیفیت مصدری پر دلالت کرے۔

غائب۔ جس کا ذکر کیا جائے۔

مخاطب۔ جس سے کلام کیا جائے۔

متکلم۔ کلام کرنے والا۔

واحد۔ ایک کو کہتے ہیں۔

جمع۔ ایک سے زیادہ کو۔

مذکر۔ نر کو کہتے ہیں۔

مونث۔ مادہ کو کہتے ہیں۔

وضع۔ محل ضرورت کے اعتبار سے کسی لفظ کے بنانے کو کہتے ہیں۔

واضع۔ بنانے والے کو کہتے ہیں۔

اور جس کے لئے بنایا جائے اسکو موضوع لہ۔ اور موضوع کو دال یعنی دلالت کرنیوالا اور موضوع لہ کو مدلول یعنی دلالت کیا گیا کہتے ہیں۔

موضوع علم جس کا بیان اس علم میں کیا جائے مثلاً دائرہ اور خط مستقیم وغیرہ کا بیان اقلیدس میں کیا جاتا ہے۔ علم طب کا موضوع امراض و جسم انسان اور صرف و نحو کا موضوع کلمہ کلام۔ عروض کا موضوع۔ اصناف سخن۔ عیوب و قیود سخن اور اوزان وغیرہ۔

جب اُردو میں دو کلموں کو ترکیب سے صفت وغیرہ بناتے ہیں تو کلمہ اول سے حروف علت حذف کرتے ہیں جیسے لت خورا۔ اصل میں لات خورا ہے۔

اسی طرح اسم جامد سے مصدر بناتے ہیں مثلاً جوتی سے جوتیانا۔

اگر صفت کے آخر یائے معروف لگائی جائے تو اسم ہو جائیگا جیسے دانا سے دانائی بے تمیز سے بے تمیزی۔ نیک سے نیکی۔ بد سے بدی وغیرہ۔

عربی اور فارسی میں اسم کے ساتھ ب اضافہ کر کے پڑھتے ہیں۔ لیکن فارسی میں جو ب ہوتی ہے۔ وہ مفتوح پڑھنا چاہئے۔ اور عربی کی ب مکسور مثلاً فارسی میں بتغیر۔ بموجب۔ وغیرہ اور۔ عربی میں۔ باللہ۔ بعون اللہ۔ بسم اللہ وغیرہ۔

واو مجہول۔ یائے مجہول۔ واو معدولہ عربی میں نہیں آتے۔ اس لئے جس لفظ میں اِن حروف میں سے کوئی حرفِ علت ہو وہ عربی نہ ہوگا۔ جیسے شور۔ شیر۔ خواب۔ خویش۔ وغیرہ فارسی ہیں۔

اسم کی نفی بے اور نا سے ہوتی ہے۔ فرق یہ ہے کہ نا صفت کے لئے اور بے اسم کے لئے لاتے ہیں جیسے نالائق۔ ناواقف۔ بے شعور۔ بے وقوف وغیرہ۔ بے لائق بے واقف۔ ناشعور۔ ناوقوف کہنا غلط ہے۔ بعض لوگ ناواقفیت کے سبب نافہم۔ ناسمجھ بھی لکھتے ہیں۔ لیکن یہ غلط ہے۔ سمجھدار میں سمجھ ہندی اور دار فارسی ہے۔ اس لئے سمجھدار لکھنا در اصل غلط ہے۔ کثرت استعمال سے صحیح ہو گیا ہے۔

عربی کے بعض مرکب ناقص اُردو میں مستعمل ہیں اُن میں سے دوسرے اسم کے ساتھ الف لام ہوتا ہے۔ الف ہر حالت میں نہیں پڑھتے لیکن لام کہیں پڑھا جاتا ہے اور کہیں لام نہیں پڑھا جاتا۔ اس لئے یاد رکھنا چاہیئے کہ جہاں ان چودہ ۱۴ حرفوں کے ساتھ ال ہوگا نہیں پڑھا جائیگا۔ بلکہ یہی حروف مشدّد ہو جائینگے۔ چودہ حروف یہ ہیں ت۔ ث۔ د۔ ذ۔ ر۔ ز۔ س۔ ش۔ ص۔ ض۔ ط۔ ظ۔ ل۔ ن۔ ان حروف کے ساتھ اگر الف لام ہوگا تو نہیں پڑھا جائیگا۔ ان کے علاوہ باقی حروف کے ساتھ اگر ال آئیگا تو پڑھا جائیگا۔ مثلاً عند الطّلب کا دوسرا کلمہ طلب جس کے شروع کا حرف طا ہے۔ اس لئے جب الف لام زیادہ کرکے دوسرا کلمہ عند ملایا جائیگا تو ط مشدّد پڑھا جائیگا اور الف لام نہیں پڑھا جائیگا۔

اسی طرح عند الطّلب۔ عند الثّبوت۔ عند الدّاخلہ۔ عبد الرّحمٰن۔ عبد الرّزاق وغیرہ کا ال نہیں پڑھا جائیگا۔

لیکن جب شروع کلمہ دوم میں مندرجہ بالا حرفوں کے علاوہ اور حروف ہونگے۔ تو لام ضرور پڑھا جائیگا۔

مثلاً۔ حتی الاِمکان۔ عبد الکریم۔ عبد المنان وغیرہ کا لام پڑھا جائیگا۔

بعض اوقات ناواقفیتِ علم کے باعث ال کو فارسی الفاظ کے ساتھ ملاکر بولتے ہیں لیکن یہ استعمال غلط ہے۔ ※

نسبت۔ کے لئے عربی و فارسی میں اسم یا صفت کے آخر یائے معروف لاتے ہیں۔ جیسے:۔ فارس سے فارسی۔ شیریں سے شیرینی وغیرہ۔ اور اُردو میں والا۔ کا۔ لاتے ہیں جیسے:۔ بریلی والا۔ دہلی والا۔ لکھنو کا۔ بنارس کا۔ وغیرہ۔

※ نوٹ زبان کے صحیح اور مستند قواعد وضوابط سفیر سخن کے دوسرے اور تیسرے حصہ یعنی لوازمات اُردو اور ریاض ادب میں درج کئے گئے ہیں۔ اور یہاں صرف ضروری باتوں کو مدنظر رکھا گیا ہے۔ مولف۔

اگر اسم کے آخر میں یؔ ہو تو یائے نسبت لانے سے وہ وآو سے بدل جائیگی

جیسے :- دہلی سے دہلوی - بریلی سے بریلوی - وغیرہ

اگر اسم کے آخر ہائے مختفی ہو تو یوں کہیں گے - جیسے تھانہ سے تھانوی وغیرہ

اور کبھی ہؔ کو حذف کردیتے ہیں جیسے بنگالہ سے بنگالی - وغیرہ -

اگر اسم کے آخر الف ہوگا تو بحالت نسبت یؔ کے پہلے ایک ہمزہ زیادہ کیا جائیگا یا الف کو واو سے بدل دیا جائیگا - جیسے :- مصطفا سے مصطفائی - اور مصطفوی -

فارسی میں یؔن اور ہؔ اور آنہ بھی نسبت کی علامت ہے جیسے :- نمکین یکسالہ ماہانہ - رنگین - دہسالہ - روزانہ - وغیرہ -

(۱) جملہ اسمیہ کی پہچان یہ ہے کہ ابتدا میں نام واقع ہو جیسے "زید تھا"۔

(۲) جملہ فعلیہ کی ابتدا فعل سے ہوتی ہے - جیسے :- "اٹھا خالد"۔

(۳) جملہ شرطیہ کی ابتدا شرط سے ہوگی - ایسا جملہ دو جملوں سے مل کے بنتا ہے لیکن ایک جملہ شرطیہ قرار دیا جاتا ہے - جیسے :- "اگر بکر آئے تو بہتر" یہاں اگر مشرط - بکر آئے ایک جملہ - تو بہتر دوسرا جملہ مل کے جملہ شرطیہ بنا -

(۴) جملہ خبر - اگر جملہ سے زمانہ پیدا ہو تو اسے جملہ خبر کہیں گے جیسے :- "خالد کھاتا ہے" - یہ زمانہ حال کی خبر دیتا ہے - اور "ہندہ کھائے گی" یہ زمانہ مستقبل کی خبر دیتا ہے -

(۵) جملہ انشائیہ - اگر امر ہو یا نہی - یا ندا - یا تمنا - تو جملہ انشائیہ کہیں گے -

جیسے :- جا ابھی - نہ مار - اے خالد - کاش زید آئے وغیرہ -

مصادر لازمی - وہ ہیں جیسے :- لکھنا - تھوکنا - پڑھنا وغیرہ

مصادر متعدی - لازمی سے متعدی اس طرح بنتا ہے جیسے :- لکھانا - تھکانا پڑھانا وغیرہ

مصادر و اسمائے مشتقہ مستعملۂ اُردو

عربی اور فارسی کے سینکڑوں مصادر اور ہزاروں الفاظ۔ اسماء۔ اُردو میں مستعمل ہیں لیکن ناواقفیت کے سبب اکثر کو مغالطہ رہتا ہے جس سے مصدر اور اسم مشتق میں فرق کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔ بعض متحرک کو ساکن اور ساکن کو متحرک سمجھکر کھینچ تان کے موزوں کر لیتے ہیں۔ باستثنا اُنکے جنہیں عربی کی صرف و نحو سے واقفیت ہے۔ وہ محض اُردو زبان سے دلچسپی رکھتے ہیں اور بعض اوقات زعم میں غالبؔ سے۔ اساتذہ کی تقلید کرتے ہوئے عربی اور فارسی کی ترکیبیں۔ مصادر۔ اسماء۔ الفاظ۔ محاورات ضرب الامثال۔ فقرات۔ دائرۂ نظم و نثر میں لاکر بلاغت کا جامہ پہنانا چاہتے ہیں۔ ان کے لئے مختصر بیان کیا جاتا ہے۔

یاد رکھنا چاہئے کہ عربی کے فعل کی دو قسمیں ہیں (۱) ثلاثی یعنی سہ حرفی (۲) رباعی یعنی چہار حرفی۔

اور ثلاثی و رباعی کی بھی دو قسمیں ہیں (۱) مجرد (۲) مزید۔

ثلاثی مجرد۔ وہ فعل ہے جس کی ماضی کے پہلے صیغہ (واحد مذکر غائب) میں تین حروف اصلی ہوں۔ جیسے۔ عدل۔ ضرب۔ فتح وغیرہ۔

ثلاثی مزید جس کی ماضی کے پہلے صیغہ میں تین حروف اصلیہ کے سوا حرف زائد بھی ہو جیسے اکرم۔ اجتنب۔ معادلہ وغیرہ۔

رباعی مجرد۔ وہ فعل ہے جس میں چار حروف اصلی کے سوا زائد نہ ہو۔ جیسے بعثر۔ زلزل وغیرہ۔

رباعی مزید۔ وہ ہے جس میں چار سے زائد ہوں جیسے۔ تَزَلْزَل۔ اِحْرَنْجَم۔ وغیرہ۔

اب چند اوزان مصادر بالاختصار درج کرتے ہیں جو اُردو میں مستعمل ہیں۔

فَعْل۔ فِعْل۔ فُعْل۔ فَعَل۔ فِعَل۔ فُعَل۔ قَتْل۔ فِسْق۔ شُغْل۔ طَلَب۔ صِغَر۔ ہُدیٰ

فَعْلٌ ۔ فِعْلٌ ۔ فُعْلٌ ۔ قَتْلٌ ۔ عِلْمٌ ۔ شُکْرٌ ۔ فَعْلَت ۔ فِعْلَت ۔ فُعْلَت
رحمت ۔ رحلت ۔ قدرت ۔ بجائے ت کے بعض میں ہ لکھی جاتی ہے جیسے
فَعْلَۃ ۔ یا فَعْلَت ۔ فِعْلَۃ ۔ یا فُعْلَت ۔ حَرَکَت ۔ بَرَکَت ۔ سَرِقَہ ۔ فَعْلیٰ ۔ فِعْلا
فُعْلا ۔ فَعَال ۔ فِعَال ۔ فُعَال ۔ دعویٰ ۔ ذکریٰ ۔ بشریٰ ۔ سلام ۔ قیام ۔ دُعاء
یہ ایک قاعدہ کلیہ ہے کہ الف کے بعد واو اور ی ہمزہ سے بدل دیتے ہیں لیکن
فارسی اور اُردو میں ایسے مصادر میں سوائے اضافت کے ہمزہ نہیں لکھتے ۔ جیسے
آپ کی دعا ۔ اضافت کی صورت میں ہمزہ لکھا جائیگا جیسے دعائے خیر ۔
اور یا عین کلمہ کے بعد واو معروف زیادہ کرتے ہیں جیسے فا بضمہ ۔
فُعُول ۔ حصول ۔ دخول بعض مصادر میں فا بفتحہ بھی آیا ہے ۔ جیسے فَعُول قبول
اور کبھی ف کو ساکن کرکے میم کو مفتوح اور عین کو فتحہ یا کسرہ دیکر پڑھتے ہیں
جیسے مُفْعَل ۔ مَفْعَل ۔ مُدْخَل ۔ مَرْجِع ۔
اور کبھی الف نون زائد کیا جاتا ہے جیسے ۔
فُعْلَان ۔ فِعْلَان ۔ فَعَلَان ۔ غُفْران ۔ حِرْمَان ۔ خَفَقَان ۔
فَعَالَت ۔ فِعَالَت ۔ فُعَالَت ۔ سَعادت ۔ حِکایت ۔ بُغاوت ۔ فُعُولَت ۔ صُعُوبَت ۔
فَعُولَت ۔ ضَرُورَت ۔ فُعُولِیَّت ۔ عبودیت ۔ فَعِیلَت ۔ فضیلت ۔ (مَفْعَلَت
مَرْحَمَت) ۔ (مُفْعِلَت ۔ مُمْلَکَت) ۔ (مفعلت ۔ معرفت) ۔ فَاعِلَت ۔ عافیت
فَعْلَلَت ۔ ترجمہ ۔

{ فعل ۔ مفعلت ۔ مفاعلیت ۔
حمد ۔ کرم ۔ محمدت ۔ مکرمت ۔ رفاہیت ۔ کراہیت وغیرہ ۔

ثلاثی مزید کے اوزان یہ ہیں ۔
اِفْعَال ۔ انصاف ۔ اِنْفِعَال ۔ انصراف ۔ تَفْعِیل ۔ تکریم ۔ تَفَعُّل ۔ تصرف ۔

تَفَعْلُل ۔ تسلسل ۔ **اِفْتِعَال** ۔ امتحان ۔ **اِسْتِفْعَال** ۔ استخراج ۔ **تَفَاعُل** تفاوت ۔ **مُفَاعَلَتہ** ۔ مقابلتہ ۔

مصادر تعلیلی یہ ہیں ۔

افعال ۔ استفعال ۔

اعانت ۔ استقامت ۔ اقامت ۔ استعانت ۔

اُردو میں ان مصادر پر علامت مصدر ہندی لگاکر پڑھتے ہیں ۔ جیسے :۔ قبول قبول لنا ۔ اعانت ۔ اعانت کرنا ۔ استعانت ۔ استعانت لینا ۔ وغیرہ ۔

اسم فاعل بنانے کی ترکیب اوزاں

فَاعِل ۔ الف علامت فاعل ہے ۔ اصلی حروف کے ساتھ الف بڑھانے سے اسم فاعل بنتا ہے جیسے :۔ **فعل** سے **فاعل** ۔ قدر ۔ قادر ۔ حکم ۔ حاکم ۔ علم ۔ عالم ۔ وغیرہ ۔

اگر عین کلمہ واو اور ی ہوگا تو بصورت یا لکھا جائیگا اور ہمزہ پڑھا جائیگا ۔ جیسے قول سے قائل ۔ قیام سے قائم ۔ وغیرہ ۔

اور اگر عین کلمہ اور لام کلمہ ایک ہی حرف ہونگے تو اسم فاعل میں ایک بڑھا جائیگا جیسے :۔ خصوص سے خاص ۔

اور مصدر کا لام کلمہ اگر واو یا ہمزہ ہوگا تو وہ اُردو فارسی کے اسم فاعل میں ی پڑھا جائیگا جیسے خلوت سے خالی ۔ قرأت سے قاری ۔ وغیرہ ۔

اگر صیغہ واحد مونث بنانا ہو تو آخر میں تائے مدورہ ۃ زیادہ کریں ۔ اُردو فارسی میں تائے مدورہ کو ہائے مختفی کی طرح لکھتے ہیں ۔ جیسے قادر مذکر ہے ۔ اور قادرہ مونث ۔

اسم مفعول ۔ فعل سے مفعول ۔ جیسے :۔ رحمت ۔ رحم ۔ مرحوم ۔

یہاں رحمت کا مادہ رحم اور رحم سے مرحوم صیغہ اسم مفعول ہوا۔

لیکن اگر عین کلمہ واو ہوگا تو اسم مفعول میں عین کو حذف کرکے مفول بنایا جائیگا۔ جیسے قول سے مقول۔

اور اگر عین کلمہ ی ہوگا تو بروزن مفعیل جیسے بیع سے مبیع۔

اگر لام کلمہ واو ہوگا تو اسم مفعول بحرف واو بروزن مفعو آئیگا۔ جیسے:-
فَعَلْتُ سے مفعو۔ دعوت۔ مدعو۔

اگر لام کلمہ ی ہوگا تو اسم مفعول بروزن مفعی آئیگا جیسے فعالت سے مفعی رعایت۔ مرعی۔

اگر آخر میں ۃ ملائی جائیگی تو و اور ی مشدد پڑھینگے۔ جیسے مدعوّۃ۔ مرعیّہ وغیرہ۔

نوٹ۔ مفصل اوزان اور انکا بیان لوازمات اُردو یعنی سفیر سخن کے دوسرے حصہ میں دیا گیا ہے۔ مولف

کلمات

اُردو زبان کی صرف میں کلمات کی دو قسمیں قرار دی گئی ہیں (۱) مستقل (۲) غیر مستقل

مستقل۔ وہ ہیں جو بالذات معنی رکھتے ہیں انہیں کلمہ کہتے ہیں۔

غیر مستقل۔ وہ ہیں جو بالذات معنی نہیں رکھتے انہیں حرف کہتے ہیں۔

حرف میں نہ معنی مستقل نہ زمانہ پایا جاتا ہے۔ اور مستقل کلمات سے مل کے مطلب ظاہر کرتے ہیں یعنی اسم فعل کی مدد کے بغیر معنی نہیں رکھتے جیسے کا۔ کو۔ کے۔ سے تک۔ وغیرہ یہ حروف ربط کہلاتے ہیں جو مستقل کلموں میں ربط پیدا کرتے ہیں۔

اور۔ پھر وغیرہ حروف عطف ہیں۔ اے۔ او۔ وغیرہ حروف ندا کہلاتے ہیں۔

کے۔ کا استعمال دو حالتوں کے ساتھ ہے (۱) بطور حروف ربط جیسے:۔ زید کے

بازو قوی ہیں (۲) بجائے کر کے مثلاً لکھنو پہنچ کے آم بھیجوں گا (یعنی پہنچ کر) یہ حالت فعل تابع فعل کی ہے جو اُردو محاورے میں داخل ہے۔

نوٹ - علاوہ ازیں کلمات اور حروف جیسے - سے - میں - پر - کو - کا - کی - کے - ساتھ والا - ہارا - ہار - کے - نہ - نہیں - مت - نا - بے - غیر - ن - ان - نر - یو - ک - چہ - کر - سا - انہ - و - اور - یا - تو - خواہ - سو - چاہو - الا - مگر - سوائے - ورا - ماورا - لیکن - وغیرہ وغیرہ کی مفصل تعریف و بیان **لوازمات اُردو** یعنی **سفیرِ سخن** کے دوسرے حصہ میں ملاحظہ فرمائے - مولف -

عطف و اضافت

دورِ حاضرہ میں اور خصوصاً **غالب** مغفور کے عہد عنایات سے جبکہ اُردو زبان کا معیار **اُردوئے معلےٰ** تک پہنچ چکا ہے - اُردو کو فارسی ترکیبوں کے بغیر چارہ ہی نہیں **بلا عطف و اضافت** نثر و نظم میں کام چل ہی نہیں سکتا - اس لئے اس کے متعلق بھی کچھ لکھنا ضروری ہے -

واو عطف - عربی فارسی میں آتا ہے - اور اُردو میں اس کی جگہ **اور** ہے - اس لئے ضروری ہے کہ جن دو اسموں کے درمیان **واو عطف** ہو دو میں ایک بھی ہندی نہ ہو - اور اگر ایک اسم ہندی - ایک فارسی یا عربی ہو تو **اور** لانا چاہئے -

اسی طرح **اضافت** کا بھی یہی قاعدہ ہے - اگر **مضاف و مضاف الیہ** سے ایک بھی ہندی ہو تو کسرکی اضافت کے بدلے **کا** - **کے** - **کی** - اضافت ہندی لانا چاہئے - جیسے **برسات** ہندی لفظ ہے اس کو فارسی اضافت سے **موسم برسات** لکھنا صحیح نہیں - **برسات کا موسم** یا **موسم باراں** کہنا چاہئے - لیکن جب لفظ ہندی کی فارسی ہی نہ ہو اور بلا اضافت فارسی لائے کام نہ چل سکے تو مجبوری ہے -

فکِ اضافت ۔یعنی اضافت کا دور کردینا۔ اضافت مقلوب یا اسم ترکیبی ہونیکی حالت میں حسب قاعدہ اور ٹھیک ہے۔ بے محل فک اضافت شعر موزوں ہوجانے کے لئے غلط اور خلاف قاعدہ ہے۔

توالی اضافت ۔یعنی پیہم اضافتوں کا اکٹھا کردینا اس طرح کہ الجھن بڑھا دے اور تنگر دار ترکیب فصاحت کا وزن گھٹا دے معیوب ہے۔ مثلاً ع
خیالِ چشمِ نازِ رنگینِ یارِ خودبیں ہے۔ اُردو زیادہ فارسی ترکیبوں کا بوجھ نہیں سنبھال سکتی اس لئے حتی الامکان احتراز لازم ہے۔

عطف و اضافت کے متعلق ضروری بحث اعلان نون کی ہے۔ بحالت عطف و اضافت جیسے :۔ دل و دیں ۔ دشمنِ جاں ۔ یار مہرباں ۔ آرام جاں ۔ گل و گلچیں وغیرہ میں اعلان نون درست نہیں ہے۔

بلا عطف و اضافت الفاظ سہ حرفی جیسے :۔ جان ۔ خون ۔ دین وغیرہ میں اعلان نون جائز ہے اور اخفا نادرست ۔

پہلے اس کی قید نہ تھی اور اب بھی اکثر ناواقفیت کے سبب باخفائے نون لکھتے ہیں لیکن زیادہ تر فصحاء پابند ہوگئے ہیں ۔

سہ حرفی کے علاوہ اور الفاظ جیسے :۔ گریباں ۔ داماں ۔ آستیں وغیرہ بحالت عطف و اضافت اخفا واجب ہے لیکن عدم عطف و اضافت کی حالت میں اعلان و اخفا دونوں طرح کا اختیار حاصل ہے ۔ بعض نے اس اختیار کو بھی خلاف قاعدہ سمجھکر پابندی کی ہے ۔ مثلاً ؎

منیرؔ افسردہ ہوں پابندیٔ عطف و اضافت سے
وگرنہ لطف دکھلاتا مضامینِ گریباں کا

درحقیقت اتنی سخت پابندی جس سے مضامین کا خون ہوجائے اچھی نہیں

کیونکہ غزلوں میں اکثر پریشاں۔ گریباں۔ بیاباں وغیرہ قافئے ہوتے ہیں اور بااخفائے نون فصیح معلوم ہوتے ہیں۔ اکثر اعلان ہی زبان پر گراں گذرتا ہے۔

پرستان ۔ میں علامت ظرفی فارسی لفظ کا دھوکا دیتی ہے لیکن شعرائے فارس کے کلام میں کہیں نہیں پایا جاتا۔ فارسی کی کتاب لغات میں بھی اس کا پتہ نہیں ملتا البتہ ہندوستان میں قیاسی طور پر بنالیا گیا ہے۔ اس لئے **پرستان** چونکہ ہندی ہے اور عطف اضافت کے ساتھ لانا جیسے :۔ **سیرِ پرستان۔ بہارِ پرستان** وغیرہ ٹھیک نہیں معلوم ہوتا اور اخفائے نون بھی اسے راس نہیں آتا۔

لوازمات

کلام کی دو قسمیں ہیں۔ نظم اور نثر۔ البتہ لوازمات و اصنافِ سخن مختلف و بیشمار ہیں جن سے پیکر زبان آراستہ ہے۔ دُنیا کی تمام زبانیں اپنے دور میں بھی خواہانِ ادب کی بدولت نشو ونما پاکر آسمانِ ترقی تک پہنچتی رہی ہیں اور پہنچتی رہیں گی حالانکہ ہر طبقہ میں فصاحت کلام کا معیار مختلف رہا ہے لیکن اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ زبان کی وسعت و ترقی کا مدار فصحاء کی زبان و اسناد پر ہے۔ متقدمین نے قواعد زبان کا انضباط لاکھوں الفاظ کی توضیع بیشمار تراکیب کا اختراع اور اصطلاحات و معانی مقرر کرکے زبان اور متاخرین پر وہ احسان کیا ہے۔ جو ابد الآباد تک نہیں بھلا سکتے۔

متقدمین نے اپنی قوت اختراع کی بدولت مقراضِ شعریت سے وہ وہ لباسات قطع کئے جن سے عروسِ سخن اب تک آراستہ و مزین نظر آتی ہے۔

اسی طرح اُردو زبان تھوڑے دنوں کی نشو ونما پر بھی اتنے محاورات اپنے دامن میں رکھتی ہے۔ کہ حضرت امیر مینائی مرحوم نے امیر اللغات جلد الف ممدودہ میں ایک ہزار سے زیادہ محاورے آنکھ کے متعلق جمع کئے ہیں۔ اس لئے محاوروں کے

انحصار کو بڑے لغت کی ضرورت ہے۔ تاہم استعمال محاورات کے متعلق چند ضروری باتیں لکھنا ہیں جن سے واقفیت لازم ہے۔

صحت محاورہ - محاورے وہی صحیح ہیں جو خواص کے مسلمہ فصحاء کے مستعملہ ہوں اور اہل زبان کے کلام میں پائے جاتے ہوں۔

تصرف محاورہ - اپنی طرف سے الٹ پھیر گھٹاؤ بڑھاؤ کسی طرح کا تصرف محاورے میں درست نہیں ہے۔

ترجمۂ محاورہ - بعض محاورے عربی و فارسی سے اُردو میں ترجمہ ہو کر آئے ہوئے معلوم ہوتے ہیں۔ جیسے آنکھیں پھڑکنا۔

(للاحد) اذا طنّت الاذان قلت ذکرتنی + و اذا خلجت عینی رجوت تلاقیا (روالہ و اغستانی) مے پرو چشم چیم پیکے زایراں میرسد نامۂ شاید بمن از پیش سلطاں میرسد اُردو میں بھی ٹھیک اسی محل پر یہ محاورہ مستعمل ہے۔ جس طرح عربی فارسی کے دونوں شعر سے مفہوم ہوتا ہے۔ اس سے یہ نتیجہ نکالنا غلط ہے کہ غیر زبان کے جس محاورے کو چاہیں ہم باختیار خاص اپنی زبان میں لاکر استعمال کریں۔ زبان یا محاورہ تقلیدی بول چال کا نام ہے۔ سماع کو دخل ہے قیاس سے کام نہیں چل سکتا۔

بعض محاوروں کی صحت میں کلام نہیں ہوتا لیکن قلت استعمال یا ثقالت کے سبب بھلے نہیں معلوم ہوتے ہیں جیسے **منہ تھتھانا** وغیرہ۔"

---

* اُردو زبان کے با محاورہ مصدر۔ فقرات۔ ضرب الامثال۔ اور ردیف وار الفاظ با محاورہ جو اکثر اساتذہ و مشاہیر شعرائے ہند کے کلام میں پائے جاتے ہیں اور بخوبی و محسنات بیان ہوئے ہیں۔ اور کلام کے نمونے اِنکے علاوہ سینکڑوں مثالیں ریاض ادب اور لوازمات اُردو میں درج ہیں۔

لوازمات اُردو - ریاض ادب - سفیر سخن کی دوسری اور تیسری جلد کے نام

ہیں جن میں ایک سو مشاہیر شعرائے ہند کا منتخب کلام اور با محاورہ الفاظ شرح و معنے کے ساتھ مرتب کر کے طریقہ استعمال صرف نحو اور صنائع بدائع کی خوبیاں بتائی گئی ہیں۔ مؤلف

ترجمہ ۱؎ جب کانوں میں جھنجھناہٹ آتی ہے۔ میں کہتا ہوں تو نے میرا ذکر کیا۔ اور جب میری آنکھیں پھڑکتی ہیں تجھ سے ملاقات کی امید کرتا ہوں۔

واحد و جمع

اسم واحد کو جمع بنانے کی پانچ علامتیں ہیں

واو مجہول۔ واو مجہول با نون غنہ۔ یائے مجہول۔ یائے مجہول با نون غنہ۔ الف و نون

مگر ان علامتوں کا استعمال صرف ان تین قاعدوں سے ہے۔

۱؎ بحالت ندا۔ اسم کی جمع واو مجہول سے ہوگی۔ اور اگر اسم کے آخر میں الف یا ہ ہوگی تو گر جائیگی۔ مثلاً

لڑکا۔ اے لڑکو۔ مرد۔ اے مردو۔

عورت۔ اے عورتو۔ انسان۔ اے انسانو۔

بندہ۔ اے بندو۔ بچہ۔ اے بچو۔ وغیرہ

۲؎ جمع کے بعد اگر حرف معنوی ہوگا تو واو مجہول اور نون غنہ شامل کیا جائیگا اور اسم کے آخر کا الف یا ہ بدستور گرا دینگے۔ مثلاً

درختوں میں۔ عورتوں کو۔ مردوں کا۔ بندوں سے۔ لڑکوں نے۔ انسانوں کی۔

اگر اسم کے ماقبل آخر کا حرف متحرک ہو تو بحالت جمع و ندا بسکون پڑھا جائیگا۔

مثال۔ نوکر۔ نوکروں۔ چاکر۔ چاکروں۔ یا نوکرو۔ چاکرو وغیرہ

مفرد۔ نوکر بفتح کاف ہے اور جمع بسکونِ کاف ہوگا۔

۳؎ اگر جمع کے بعد حرف معنوی نہ آئے تو جس اسم کے آخر میں الف یا ہ ہوگی اس کی

جمع بحالت فاعلی و مفعولی یائے مجہول سے ہوگی۔

مثال :۔ گھوڑے آئے۔ بندے گئے۔ لڑکے بولے۔ تارے دیکھے۔ وغیرہ۔

یا :۔ اس کے گھوڑے۔ اس کے بندے۔ اس کے لڑکے۔ آسمان کے تارے وغیرہ۔

ایسے اسماء مضاف ہونگے لیکن مضاف الیہ نہیں ہو سکتے کیونکہ مضاف الیہ کے لئے حرف معنوی شرط ہے۔

ع۴ اگر الف یا ہ آخر میں نہ ہو تو اسم کی دو حالتیں ہونگی۔ مذکر یا مونث۔ اگر اسم مونث کے آخر میں ی نہ ہو تو اس کی جمع یائے مجہول و نون غنہ سے ہوگی۔

مثال :۔ کتاب۔ کتابیں۔ حکایت۔ حکایتیں۔ عورت۔ عورتیں وغیرہ۔

ع۵ اگر آخر میں یائے معروف ہو تو اس کی جمع الف و نون غنہ سے ہوگی۔

مثال :۔ روٹی۔ روٹیاں۔ سختی۔ سختیاں۔ لڑکی۔ لڑکیاں وغیرہ۔

لیکن یہ قاعدہ تانیث کے لئے ہے تذکیر کے لئے جمع کی ضرورت شرط نہیں صرف اس طرح کہہ دینا کافی ہے۔

مثال۔ دس آدمی آئے (چار لڑکے گئے۔ دو گھوڑے دوڑے) دو درخت کاٹے۔ آٹھ کبوتر مارے گئے۔ تین چراغ گل ہوئے۔ یا پانچ ہاتھی۔ سات جوگی وغیرہ۔

فارسی میں الف و نون اسم ذی روح کی جمع کے لئے اور ہا غیر ذی روح کے لئے مستعمل ہے۔ مثال

مرد کی جمع مرداں۔ اور کتاب کی جمع کتابہا وغیرہ۔

فارسی اور اردو میں واحد و جمع کے سوا کوئی صیغہ نہیں۔ لیکن عربی میں دو کے لئے بھی ایک صیغہ ہے جس کی علامت ین ہے لیکن ین کی ی ماقبل مفتوح دو کے لئے۔ اور ی ماقبل مکسور زیادہ کے لئے مستعمل ہے۔ عربی میں اسے تثنیہ کہتے ہیں اور واحد کو مفرد۔ تثنیہ کو مثنےٰ۔ اور جمع کو مجموع بھی کہتے ہیں۔ جیسے :۔

مفرد	مثنیٰ	مجموع
کون	کونَین	کونین
عالم	عالمَین	عالمین
صاحب	صاحبَین	صاحِبین وغیرہ

عربی میں اسم واحد کی جمع کے لئے دو قسمیں ہیں

جمعِ سالم ۔ جمعِ تکسیر

ع۱ مذکر کی جمع سالم ۔ واو معروف و نون ۔ یا یائے معروف و نون سے بنتی ہے اور اکثر ذی عقل کے لئے آتی ہے ۔

مثال ۔ ناظم کی جمع ناظموں ۔ ناظمین ۔ وغیرہ ۔

ع۲ مونث کی جمع سالم ۔ الف اور تے ملانے سے بنتی ہے اور مذکر حقیقی کے لئے بھی استعمال ہوتی ہے ۔ اگر اسم کے آخر میں ت یا ہائے مختفی ہوگی تو وہ دُور ہو جائے گی ۔ مثال

کائنات ۔ موجودات ۔ مکانات ۔ مخلوقات ۔ وغیرہ ۔

سعادت کی جمع سعادات ۔ معاملہ کی جگہ معاملات وغیرہ ۔

فارسی میں جب اسم کے آخر ہائے مختفی ہوتی ہے اُسے جیم سے بدل دیتے ہیں

مثال ۔ نامہ ۔ نامجات ۔ نقشہ ۔ نقشجات ۔ تھانہ ۔ تھانجات وغیرہ ۔

جمع تکسیر کے کئی اوزان عربی میں موجود ہیں لیکن جو زیادہ تر اُردو میں مستعمل ہیں وہ یہ ہیں

ع۱ اَفْعُل ۔ اسم سہ حرفی کے لئے جس کا عین کلمہ حرف علت نہ ہو جیسے فَلْس کی جمع اَفْلُس ۔

ع۲ اَفْعَال کے وزن پر قول سے اقوال ۔ لطف سے الطاف ۔ عمل سے اعمال ۔ شریف سے اشراف ۔ سِر سے اسرار وغیرہ ۔

اگر عین کلمہ حرف الف ہوگا تو وہ واو ۔ ی سے بدل جائیگا ۔
(مثال) باب سے ابواب ۔ ناب سے انیاب وغیرہ ۔
۳۔ فِعال ۔ صغر سے صغار ۔ عظم سے عِظام ۔ رجل سے رِجال وغیرہ ۔
یہ وزن بضم فا وتشدید عین بھی آتا ہے ۔ اس صورت میں جمع اسم فاعل کی ہوگی جیسے
فُعّال ۔ حاکم سے حُکّام ۔ جاہل سے جہّال وغیرہ ۔
۴۔ فعُول ۔ مصدر سے صُدور ۔ فتح سے فُتوح ۔ فلس سے فلوس ۔ وجہ سے وجوہ ۔
اسم ثلاثی کے لئے اکثر انہیں چار وزنوں میں سے کسی وزن پر جمع آتی ہے ۔
لیکن کبھی ایک اسم کی کئی طرح جمع آتی ہے ۔
مثال ۔ فلس ۔ افلس ۔ فلوس وغیرہ ۔
۵۔ اَفعِلَہ ۔ شراب سے اَشرِبَہ ۔ طعام سے اَطعِمَہ ۔ مکان سے اَمکِنَہ ۔ عمود سے اَعمِدَہ وغیرہ ۔
۶۔ فِعلَہ ۔ غلام سے غِلمہ ۔ رفیق سے رفقہ وغیرہ ۔
۷۔ فِعلَان ۔ غلام سے غِلمان ۔ اَخ سے اخوان وغیرہ ۔
اگر عین کلمہ مفرد کا الف ہوگا تو یائے معروف سے بدل جائیگا ۔
مثال ۔ جار سے جیران ۔ تاج سے تیجان ۔ وغیرہ ۔
اور یہ وزن بضم فا بھی آتا ہے ۔ جیسے شجاع سے شُجعان ۔ راکب سے رُکبان ۔ وغیرہ ۔
۸۔ فُعَلا ۔ غریب سے غُربا ۔ طالب سے طُلبا ۔ جاہل سے جُہلا ۔ عالم سے عُلما خلیفہ سے خُلفا ۔ وغیرہ ۔
۹۔ فَعَلَہ ۔ طالب سے طلبہ ۔ غافل سے غَفلَہ ۔ جاہل سے جَہلَہ وغیرہ ۔
یہ وزن بضم فا بھی آتا ہے مگر ایسے فاعل کی جمع آتا ہے جس کے آخر میں ی ہو

اور بحالت جمع ی ۔ الف سے بدل جائیگی ۔ اور آخر کی ہ کو ت پڑھا جائیگا۔
مثال ۔ قاضی سے قضاۃ ۔ والی سے ولاۃ ۔ ہادی سے ہداۃ وغیرہ۔
ع۱۰ **اَفعِلا** ۔ یہ وزن ایسے اسم کی جمع ہوتا ہے جو فعیل کے وزن پر ہو۔ اور آخر میں ی ہو۔
مثال ۔ نبی سے انبیا ۔ ولی سے اولیا ۔ ذکی سے اذکیا ۔ وغیرہ۔
اور کبھی ی آخر میں نہیں ہوتی جیسے صدیق سے اصدقا ۔ وغیرہ۔
اور اگر اسی وزن کے اسم میں عین اور لام ایک ہی کلمہ ہو تو اُس کی جمع بھی یہی ہوگی ۔ مگر عین کا کسرہ اس صورت میں ف کو عین و لام سے ملا کر پڑھینگے جیسے حبیب سے احبّا ۔ شدید سے اشدّا ۔ طبیب سے اطبّا وغیرہ۔
ع۱۱ **فُعُل** ۔ رسول سے رُسُل ۔ کتاب سے کُتُب ۔ صحیفہ سے صُحُف ۔
ع۱۲ **فِعَل** ۔ نکتہ سے نِکَت ۔ فرقہ سے فِرَق ۔ وغیرہ ۔
اِن کے سوا اور بہت سے وزن ہیں جو اُردو میں نہیں آتے ۔
اگر اسم چار حرفی کی جمع بنانا چاہیں تو اس کے ماقبل دو حرفوں کو فتحہ اور مابعد کو ایک الف زیادہ کیا جائیگا اور تیسرے حرف کو یعنی الف کے بعد کسرہ دیکر آخر حرف سے ملا کر جمع کا صیغہ بن جائیگا ۔
مثال ۔ مکتب سے اگر جمع بنائینگے ۔ تو میم اور کاف کو فتحہ دیکر الف بڑھایا جائیگا۔ اور ت اور ب کو کسرہ کے ملانے سے جمع یوں ہوگی ۔ جیسے مکتب سے مکاتب۔ اسی طرح مصدر سے مصادر ۔ اکبر سے اکابر وغیرہ ۔
اگر اسم مذکور پانچ حرف کا ہوگا تو بحالت جمع پانچواں حرف گر جائیگا۔
مثال ۔ مدرسہ کی جمع مدارس ۔ مکرمت کی جمع مکارم ۔ وغیرہ ۔
اس قاعدہ میں تین باتوں کو یاد رکھنا ضروری ہے ۔

عـ۱ اسم چار حرفی میں اگر چوتھا حرف الف ہوگا تو وہ جمع میں ی ہو جائیگا۔ جیسے اعلے سے اعالی۔ ادنے سے ادانی وغیرہ۔

عـ۲ اسم پانچ حرفی کا اگر چوتھا حرف علت ہوگا تو جمع کے صیغہ میں ماقبل کے آخر ایک ی زیادہ ہوگی جیسے:۔ مصباح سے مصابیح۔ مکتوب سے مکاتیب۔ تقریر سے تقاریر۔ وغیرہ۔

اور بعض اوقات ی زائد نہیں کرتے مگر لام کے بعد ہائے مختفی زیادہ کرتے ہیں مثلاً استاذ کی جمع اساتذہ۔ تلمیذ کی جمع تلامذہ۔ وغیرہ۔

عـ۳ واحد کا دوسرا حرف اگر الف یا ی ہو وہ جمع میں واو ہو جائیگا۔ مثال۔ طالب سے طوالب۔ میزان سے موزین۔ دیوان سے دواوین۔ خاص سے خواص۔ وغیرہ۔

غرض اس قاعدہ سے ہر طرح کے اسم کی جمع بن سکتی ہے۔ خواہ اسم فاعل ہو یا اسم مفعول۔ یا آلہ یا ظرف۔ یا اسم تفضیل۔ یا جامد۔ یا مصدر۔

مگر صفت مشبہ میں وزن فعیل کی جمع اس وزن پر نہیں آتی اس میں مذکر۔ مونث۔ واحد و جمع یکساں ہیں۔ البتہ فعلیہ کی جمع اس قاعدہ سے بنتی ہے۔ خواہ اُس کی ہ مختفی ہو یا ت پڑھی جاتی ہو۔ جیسے دقیقہ کی جمع دقائق۔ جریمہ کی جمع جرائم حقیقت سے حقائق۔ فضیلت سے فضائل۔ وغیرہ۔

اور یہی قاعدہ فارسی کے الفاظ میں بھی رائج ہوگیا ہے جیسے۔ کاغذ کی جمع کواغذ (ف) صیغہ جمع پر علامت جمع عربی یا اُردو زیادہ کرتے ہیں۔ مثلاً اغذیات۔ اخراجات۔ انبیاؤں۔ اولیاؤں۔ وغیرہ۔

ایسی جمع کو جمع الجمع کہتے ہیں۔ اور جب کسی اسم کے شروع میں عدد واقع ہوں تو جمع کی ضرورت نہیں۔ جیسے چار کتاب یا چار کتابیں کہنا صحیح ہے۔

اُردو زبان میں واحد و جمع کے اس قاعدہ سے خواص میں کوئی اختلاف نہیں البتہ بعض کا خیال ہے کہ ہزاروں آدمیوں سینکڑوں درختوں۔ لاکھوں تصویریں کہنے کے بدلے ہزاروں آدمی سینکڑوں درخت۔ لاکھوں تصویر کہنا بالکل غلط ہے۔ حالانکہ قاعدہ کی رو سے صحیح ہے۔ کیونکہ اسمائے جنس کے ساتھ جب عدد غیر معین ہو تو واحد کا اطلاق غلط نہیں ہے۔ سند کے لئے اشعار ذیل

آتش ؎ سفر ہے شرط مسافر نواز بہتیرے
ہزارہا شجر سایہ دار راہ میں ہے

ناسخ ؎ تھی نہ امید رہائی کی دل ناسخ کو
لاکھ زنجیر ترے گیسوئے خمدار کی تھی

تسلیم ؎ خال و مژگان کے عشق سے دل میں سینکڑوں داغ لاکھوں روزن تھا

یہ صحیح ہے کہ ایسی صورتوں میں بھی واحد کی نسبت جمع فصیح ہے۔ جب تعداد معین ہو تو جمع کی قید واجب ہے۔ جیسے دو آنکھیں۔ پانچ انگلیاں۔ چوبیس گھنٹے۔ چار راتیں وغیرہ۔

عربی الفاظ جمع کی جمع الجموع ہندی علامت جمع کے ساتھ بنالینا عموماً درست نہیں مثلاً احباب کی جمع احبابوں۔ اغیار کی جمع اغیاروں۔ اصحاب کی جمع اصحابوں اولیا کی جمع اولیاؤں مشاہیر سے مشاہیروں۔ مصادر سے مصادروں وغیرہ غلط ہے۔

لیکن جو لفظ جمع عربی اصطلاح زبان میں مفرد قرار پا جائے جیسے اخبار خبروں کے پرچے کا نام۔ اس کی جمع اخباروں بے تامل صحیح ہے۔

طائر کی جمع طیور ہے۔ اس لئے طیوراں۔ صحت سے دور ہے۔

حور۔ لغت عربی کے اعتبار سے حوراء کی جمع ہے۔ لیکن عرف عام اصطلاح خاص سے فارسی اُردو میں تمام واحد ہی مستعمل ہے۔ اس لئے حسب قاعدہ اس کی جمع حوریں

بہت صحیح ہے۔

جس اسم مونث کے ساتھ نے علامت فاعلی۔ کو علامت مفعول۔ یا اور کوئی حرف اضافت وغیرہ نہ ہو اور آخر حرف علت بھی نہ ہو۔ اس کی جمع ین کے ساتھ صحیح ہے۔ جیسے آنکھیں۔ پلکیں وغیرہ۔

اور یائے تحتانی آخر میں ہو تو ان کے ساتھ جیسے پریاں۔ جھریاں وغیرہ۔

اور الف آخر میں ہو تو ئیں کے ساتھ جیسے خطائیں۔ جفائیں وغیرہ۔

بعض عنادل کو غلطی سے مفرد استعمال کرتے ہیں لیکن غلط ہے۔ سند کے لئے غیاث اللغات دیکھئے لکھا ہے۔ بفتح اول وکسر دال جمع عندلیب۔ ہر اسمیکہ پنج حرفی یا شش حرفی باشد در حالتِ جمع یک دو حرف از آخر ساقط کنند چوں سفارج جمع سفرجل۔ عنادل جمع عندلیب۔

تذکیر و تانیث

ہر دور میں ہر اعتبار سے زبان اُردو نیا قالب بدلتی رہی ہے۔ لیکن اس دور حاضرہ میں بھی اُردو زبان جو مستند مانی جاتی ہے۔ اس کا کوئی کلیہ قاعدہ منضبط نہیں ہوا اور نہ کوئی معیار قائم ہو سکا۔ خصوصاً اُردو میں تذکیر و تانیث قیود قاعدہ سے قطعی مبرا اور عجیب بکھیڑے کی چیز ہے۔ اسمائے غیر ذوی العقول میں قیاس کو رسائی ہی نہیں۔ محض روزمرہ بول چال اور اہل زباں کی سندوں پر مدار کار ہے۔ اگرچہ بعض اوزان کے الفاظ قاعدہ میں آسکتے ہیں۔ مگر صحیح مقصد پھر بھی حاصل نہیں ہوتا مختلف فیہ الفاظ میں تو صرف اسناد بھی کام نہیں دیتے۔ کہیں اس امر کو مدنظر رکھنا پڑتا ہے کہ کثرت استعمال سے کس کو ترجیح ہے۔

کہیں دلی۔ لکھنو کا فرق دیکھکر دونوں پہلو اختیار کرتے ہیں۔ کہیں متقدمین کے

استعمال کو ترک اور متاخرین کے استعمال پر فیصلہ کیا جاتا ہے۔

غرض ہندوستان کے ہر شہر میں تذکیر و تانیث کے اعتبار سے اختلاف پڑا ہوا ہے۔ گو دہلی۔ لکھنو کی زبان معیار قرار پا گئی ہے مگر خود دہلی لکھنو والوں میں بھی تذکیر و تانیث کے متعلق صدہا اختلافات ہیں۔ اور اختلافات سے زیادہ باہمی غلط فہمیاں۔

اب ان اختلافات کو درگزر کر کے ہم چند ضروری باتیں بتاتے ہیں جن پر آجکل بالاتفاق جملہ فصحا عمل پیرا ہیں۔

حروف تہجی کی تذکیر و تانیث

جن حرفوں کا تلفظ اُردو بے تے کے وزن پر ہے وہ مونث ہیں باقی مذکر۔ البتہ ط اور ظ مستثنیٰ ہیں۔

حروف مذکر

ا ج د ڈ ذ س ش ص ض ع غ ق ک گ ل م ن و ۔

حروف مونث

ب ت ث پ ٹ چ ح خ ر ڑ ز ژ ط ظ ف ہ ی ۔

ط اور ظ کو باعتبار تلفظ اُردو مستثنیٰ کیا گیا ہے۔ ورنہ عربی تلفظ میں با تا اور طا ظا کا ایک ہی وزن ہے۔

مذکر و مونث کی دو قسمیں ہیں

۱۔ حقیقی جاندار کے لئے ۔ ۲۔ غیر حقیقی بیجان کے لئے ۔ مذکر حقیقی کے لئے الف اور مونث حقیقی کے لئے یائے معروف مستعمل ہے۔ جیسے گھوڑا۔ لڑکا وغیرہ۔ گھوڑی۔ لڑکی وغیرہ۔

مگر بعض الفاظ میں اختلاف ہے وہ اس قاعدہ سے مستثنیٰ ہیں۔ جیسے

مینا منیا مونث اور ہاتھی طوطی مذکر ہے۔

مونث حقیقی کے لئے یہ علامات بھی مستعمل ہیں (ہ۔ی۔ین۔نی۔انی)

مثال:۔(ہ) ملک ملکہ۔محبوب محبوبہ۔حسین حسینہ۔حمید حمیدہ (ی) بکرا بکری۔ لڑکا لڑکی۔گھوڑا گھوڑی۔پٹھان پٹھانی۔(ین) بنیا بنیاین۔ٹھاکر ٹھکرائن۔ (نی) ہاتھی ہتھنی۔بھوت بھوتنی۔شیر شیرنی۔استاد استانی۔(انی) مہتر مہترانی۔کھتری کھترانی۔وغیرہ وغیرہ۔

عموماً اسم جنس مذکر کی تانیث ی سے ہوتی ہے جیسے:۔ہرن ہرنی۔مرغ مرغی کبوتر کبوتری۔تیتر تیتری۔وغیرہ۔اسم واحد مونث حقیقی وغیرہ جس کا حرف آخر ی ہوگا۔ اس کی جمع مونث ان سے ہوگی جیسے:۔لڑکی لڑکیاں۔بکری بکریاں۔مرغی مرغیاں ہڈی ہڈیاں۔وغیرہ۔اور جس اسم کا حرف آخر ی نہو اسکی جمع مونث یں سے ہوگی۔ جیسے:۔عورت عورتیں۔بلبلیں۔ببولیں۔زنجیریں۔چمگادڑیں چلمیں۔وغیرہ۔

خلاف قاعدہ بعض مستثنیٰ جیسے:۔باپ۔بھائی۔راجہ۔خان۔مذکر۔اور ماں۔بہن۔رانی۔خانم وغیرہ مونث (بیگ سے بیگم۔ماموں ممانی۔خالو خالہ۔ بھائی بھابھی وغیرہ)

سماعی۔قیاسی

سماعی۔یعنی فصحاء کے مستعملہ غیر ذی روح الفاظ جن کا کوئی قاعدہ مقرر نہ ہو مثلاً تلوار۔کاغذ۔ورق۔بستر۔بوریا۔وغیرہ۔

قیاسی۔وہ ہیں جن کی تذکیر و تانیث کا قاعدہ مقرر ہو۔

۱؎ بقاعدہ عربی۔باب تفعیل کے وزن پر جتنے الفاظ آتے ہیں وہ مونث ہیں مثلاً قندیل۔اکسیر۔تدبیر۔انجیل۔تقدیر۔تکمیل۔تعجیل۔تقویم وغیرہ۔

چند الفاظ مستثنیٰ ہیں جیسے تعویذ۔خنزیر۔انجیر وغیرہ مذکر۔

ع۲ جس لفظ کے آخر میں ش علامت حاصل مصدر فارسی ہو اور اس کا ماقبل حرف مکسور ہو تو وہ مونث ہے۔

مثال۔ سوزش۔ تپش۔ کشش۔ گردش وغیرہ مونث۔

ع۳ جس لفظ کے آخر ت فوقانی مصدر عربی ہو۔ یا ٹ حاصل مصدر ہندی ہو وہ مونث ہے جیسے بناوٹ۔ گھبراہٹ۔ قدرت۔ کثرت۔ وحدت۔ حالت۔ صولت۔ رنگت۔ قسمت وغیرہ علاوہ شربت و یوٹ۔ کہ مستثنیٰ ہے۔

اور حضرت گو باعتبار معنی مونث ہے لیکن عرف میں مخاطب مذکر ہے۔

ع۴ اُردو قاعدہ سے اگر کسی لفظ کے آخر میں یں لگا کر جمع کیا جائے وہ مونث ہے۔ مثلاً۔ بلبل کی جمع بلبلیں۔ ببول کی جمع ببولیں۔ کلیل کی جمع کلیلیں مونث ہیں۔

ع۵ جس مصدر یا حاصل مصدر عربی کے آخر میں الف ہو وہ مونث ہے۔ مثلاً دعا۔ تمنا۔ وفا۔ سخا۔ جفا۔ سزا۔ التجا۔ وغیرہ مونث۔ چند الفاظ مستثنیٰ ہیں جیسے تماشا۔ تقویٰ۔ تجلّے وغیرہ مذکر ہیں۔

ع۶ جس اسم ذات کے آخر میں ی معروف ہوگی وہ مونث ہے۔ مثلاً روٹی۔ حویلی تسلّی۔ ترقی۔ پگڑی۔ تعلّی وغیرہ مونث۔ مگر چند الفاظ برعکس ہیں۔ جیسے پانی۔ دہی۔ موتی۔ گھی۔ جی وغیرہ مذکر ہیں۔

ع۷ جس اسم صفت کے آخر میں الف ہوگا وہ ی معروف سے بدل جائیگا۔ جیسے بھلا۔ بھلی۔ اچھا۔ اچھی۔ برا۔ بری۔ وغیرہ۔

لیکن سوائے ان کے مذکر و مونث میں امتیاز نہیں دونوں کے لئے یکساں استعمال کیا جاتا ہے۔ جیسے لال۔ زرد۔ سیاہ۔ سفید وغیرہ۔

اور یہی حال بعض اسم جنس کا ہے۔ جیسے انسان۔ آدمی۔ خچر وغیرہ۔

اگر فاعل کی علامت فعل کے ساتھ نہ ہو یا فاعل اور مفعول دونوں کی علامت نہو

تو فاعل کی رعایت سے فعل کی تذکیر و تانیث ہوگی۔ جیسے مرد سویا۔ عورت سوگئی مرد کھانا کھاتا ہے۔ عورت کھانا کھاتی ہے۔

اگر مفعول کی علامت مذکور نہ ہو تو فعل کی تذکیر و تانیث مفعول کی رعایت سے ہوگی۔ خواہ فاعل مذکر ہو یا مونث۔ جیسے عورت نے کھانا کھایا۔ مرد نے کتاب پڑھی۔

اگر دونوں کی علامت مذکر ہوگی تو فعل بھی مذکر ہی ہوگا۔ جیسے اُس[1] نے ایک پھول کو دیکھا۔ ہم[2] نے دس پھول کو دیکھا۔ وغیرہ۔

لیکن عربی لفظ جو مونث مستعمل ہو۔ اگر بقاعدہ عربی اُس کی جمع ہو تو اُسے جمع مذکر بولتے ہیں۔ مثلاً کیفیت کی جمع کیفیات۔ دلیل کی جمع دلائل۔ شے کی جمع اشیاء مذکر ہے۔

کیفیات سنے گئے۔ دلائل قائم کئے۔ اشیا خریدے گئے کہیں گے۔

اور تمام ثقات دہلی و لکھنؤ کا اسی پر عمل درآمد ہے۔ اور یہی زبان ہے لیکن فی زمانا بعض اخباروں اور رسالوں میں اس کے خلاف لکھا جاتا ہے۔ یعنی کیفیات سنی گئیں۔ صفات پائی گئیں لکھتے ہیں۔ دراصل یہ ناواقفیت کا باعث ہے۔ ہاں چند الفاظ ایسے بھی ہیں جو اس قاعدہ سے مبرا ہیں۔ اور واحد مونث مستعمل ہیں۔ مثلاً معقول کی جمع معقولات۔ لوز کی جمع لوزات۔ مخلوق کی جمع مخلوقات۔ وغیرہ۔

اسم کے مطابق فعل کا مذکر یا مونث لانا تو معمول ہے جیسے کتاب لکھی۔ خط لکھا۔ تصویر دیکھی۔ پھول دیکھا۔ لیکن جب مفعول کے ساتھ علامت مفعول آئیگی تو فعل مذکر ہی ہوگا۔ مثلاً۔

امیر ؔ	اک ذرا شاخِ نشیمن کو جھکا لینے دے
داغ ؔ	پھرا ہوا جو تمہاری نظر کو دیکھتے ہیں

[1] یعنی اُس عورت نے۔ [2] یعنی ہم مردوں نے۔

تانیث کی حالت میں علاوہ فعل کے مصدر کو بھی تغیر ہو جاتا ہے۔ مثلاً بات کرنی نہیں آتی۔ ارباب دہلی اسی پر عمل کرتے ہیں۔ اور اہل لکھنو بات کرنی نہیں آتی۔ بات کرنا نہیں آتی۔ بات کرنا نہیں آتا سب طرح بولتے ہیں۔ لیکن میری رائے میں مصدر کا بدلنا اچھا نہیں۔ البتہ محاورے میں جہاں مصدر پورا نہیں آتا وہاں اسم کی مطابقت لازم ہوتی ہے جیسے بات کر نہیں آتی۔ قتل کر نہیں آتا۔ اگر کہیں تو بیجا نہیں اسی پر اہل دہلی و لکھنو کا اتفاق ہے۔ مثلاً غالب ؎

ہے کچھ ایسی ہی بات جو چپ ہوں
ورنہ کیا بات کر نہیں آتی

متروکات

متروک وہ الفاظ ہیں جنہیں غیر فصیح سمجھ کر ہر دور کے شعرا ترک کرتے آئے۔ میر و مرزا۔ نے ولی و حاتم کے الفاظ چھوڑ دیئے۔ مومن۔ غالب۔ ناسخ۔ آتش نے میر و مرزا کے مستعملہ الفاظ ترک کئے۔ داغ۔ امیر نے اپنے دور میں زبان کو اور بھی فصیح بنا دیا۔ پھر کیا وجہ کہ ہم پرانی لکیر کے فقیر ہوں۔ ہر پھر کے اُسی دائرۂ محدود میں گھومتے رہیں۔ جب کسی کریہ لفظ کے مقابل اُسی کے قریب المعنی فصیح لفظ موجود ہو تو فصیح کا اختیار اور ترک داخل فصاحت ہے۔ اکثر پرانے متروک الفاظ نظم تو کیا نثر میں بھی اب نہیں آتے۔

یوں تو اختیار و ترک اپنی پنی پسند پر موقوف ہے لیکن میری رائے میں کثیر الاستعمال الفاظ جن کا کلام میں ہر جگہ کام پڑتا ہے یا ضرورت نظم سے مجبوراً لائے جاتے ہیں اور بالاتفاق متروک بھی نہیں۔ ترک کر کے متروک کے قیود بڑھانا وسعت نظم کے دائرہ کو گھٹانا قرین مصلحت نہیں۔

متروکات کی تین قسمیں مفصلہ ذیل ہیں

۱ واجب الترک ۲ مستحسن الترک ۳ مشتبہ الترک

واجب الترک	مستعملہ بجاے متروکہ	واجب الترک	مستعملہ بجاے متروکہ	
ایدھر۔ اودھر	ادھر۔ اُدھر	جیوں جیوں	جوں جوں	
جیدھر	جدھر	دوانہ	دیوانہ	
ستی۔ سوں	سے	لوہو	لہو	
کوں	کو	پر۔ بمعنی لیکن	مگر۔ لیکن	
پیجے۔ لیجے	پیجئے۔ لیجئے	جائے ہے	جاتا ہے	
کرے ہے	کرتا ہے	آئیاں	آئیں	
دھرے ہے	دھرتا ہے	جائیاں	گئیں	
آئے ہے	آتا ہے	انہوں کے	اُن کے	
موں	میں	مجھ پاس	میرے پاس	
تنک۔ ٹک	زرا	ہووے	ہو	
نین	آنکھ	جاوے	جائے	
سجن	صنم	کھاوے پیوے	کھائے۔ پئے	
کبھو۔ کسو	کبھی۔ کسی	پیار	پیار	باظہار یا متروک ہے
کنے	پاس	پیاس	پیاس	بتخفیف یا مستعمل ہے
نت	ہمیشہ	آکرکے	آکر۔ آکے	
بیچ	میں	سنکرکے	سنکر۔ سنکے	
مت	نہ	تلے	نیچے	
بن	بغیر	ولیکن	لیکن	
جوں	مثل	آئیو۔ جائیو	آئے گا۔ جائیگا	

مستحسن الترک	مستعملہ بجائے متروک	مستحسن الترک	مستعملہ بجائے متروک	
انتظاری	انتظار	بہولا	بگولا	
جلدی	جلد	خود رفتہ	از خود رفتہ۔ وارفتہ	
پابوسی	پابوس	دلا	اے دل	
ذری	ذرا	زاہدا	اے زاہد	
زور	خوب۔ عجیب	واعظا	اے واعظ	
بلبے	اُف رے	جانی ؏	جاناں	؏ بترکیب فارسی جیسے دشمن جانی وغیرہ متروک نہیں۔
بہیر	پاؤں			

یل علامت فاعلی جن کلموں میں پائی جاتی ہے۔ جیسے **اڑیل۔ چٹیل۔** وغیرہ۔ سب بفتح یا مستعمل ہیں۔ اس لئے متاخرین نے گھائل بکسر یا کو ترک اور بفتح یا کو استعمال کیا۔ اس لئے گھایل۔ قاتل و بسمل کا ہم قافیہ نہیں ہے۔

مَیِّت کا لفظ از روئے قاعدہ عربی و لغت عرب۔ بکسر یائے مشدد صحیح ہے۔ اس لئے تربت۔ رحمت وغیرہ کا قافیہ میت درست نہیں۔ پہلے بفتح یائے مشدد غلط استعمال ہوتا تھا۔ متاخرین نے متروک قرار دیا ہے۔

الف ندا۔ اُردو میں تخلص کے ساتھ جیسے **کیفیا۔ وہبیا۔ تابُبا۔ زاہدا** وغیرہ یک قلم واجب الترک ہے۔

(ف) جہاں کہیں قرینۂ کلام سے ندا خود بخود مفہوم ہو الف ندا اور اے دونوں مستحسن الترک ہیں۔

مشتبہ الترک۔ وہ الفاظ ہیں جنہیں اکثر فصحا نے ترک نہیں کیا جیسے اے ساقی کی جگہ ساقیا کثرت استعمال سے فصیح ہوگیا ہے۔ البتہ دلا وغیرہ فصیح نہیں۔

پسر کی جگہ **پسہ** روزمرہ بول چال میں اکثر آتا ہے اس لئے ترک وقت سے خالی نہیں

یہاں وہاں کی جگہ **یاں واں** ضرورت نظم سے جائز ہے۔ البتہ زبان مکان وغیرہ کا ہم قافیہ لانا اچھا نہیں۔

اگر کی جگہ **گر** بکثرت مستعل ہے ترک کا اختیار باقی ہے۔

اور بروزن غور جہاں تک آسکے بہتر ہے لیکن فع کے وزن پر بھی فصحاء کے کلام میں موجود ہے اور اُردو کا خاص حرفِ عطف بھی یہی ہے۔ اس لئے متروک قرار دینا خوب نہیں۔ عطف و اضافت کی پابندی پر یہ اضافہ مشکل ہے۔

تک کی جگہ **تلک** بھی ضرورت نظم سے متروک نہیں ترک کا اختیار ہے۔

نثر

نثر کے معنی ہیں پراگندہ اور پریشان۔ لفظوں کے اعتبار سے اس کی تین قسمیں ہیں

عا نثر مرجز۔ عا نثر مسجع۔ عا نثر عاری۔

نثر مرجز۔ اسے کہتے ہیں جس کے دو فقروں کے کلمات مقابل باہم ہموزن اور قافیہ دار ہوں۔

نثر مسجع۔ وہ ہے جس کے فقرے ہموزن نہ ہوں مگر آخر کلمات میں قافیہ ضرور ہو۔ اس نثر کو **مقفیٰ** بھی کہتے ہیں۔

نثر عاری۔ جو نہ مرجز ہو نہ مسجع۔

اور معنی کے لحاظ سے نثر کی دو قسمیں ہیں عا سلیس۔ عا **دقیق**۔

سلیس۔ وہ ہے جس کے معنی آسانی سے سمجھ میں آئیں۔

دقیق۔ وہ ہے جس کے معنی بدقت سمجھ میں آئیں۔

اور ان میں سے ہر ایک کی دو قسمیں ہیں عا سادہ۔ عا **رنگین**۔

سادہ۔ وہ ہے جس میں **مناسبات** وغیرہ کے بغیر ہی مطلب ادا کر دیا گیا ہو۔

رنگین - وہ ہے جس میں بہ رعایت **مناسبات و تلازمہ** مطلب ادا ہو۔
مثال **مسجع یا مقفیٰ و مرجز**۔

"لو موسمِ سرما بھی تمام ہوا۔ مگر زخمِ جگر کو نہ التیام ہوا۔ بارانِ شبنم تا سحر رہا مگر دیدۂ نم ہر وقت تر رہا۔ ٹھنڈی ہوا گو کم ہے۔ مگر آہ سرد کا وہی عالم ہے۔ آئینۂ آفتاب نفسِ سیدہ ہے۔ کہ نالۂ فراق صور دمیدہ ہے۔ داغ سرد مہریِ محبوب میں حرارتِ آفتاب حاصل ہے۔ تیرِ نگاہ ترازو ہو کر برج میزان سے مقابل ہے۔ تیرگیٔ شبِ فراق حصہ میں آئی ہے۔ سیاہ بختی گرہ میں ہے نافہ کی قسمت پائی ہے۔ زخمِ جگر پر کافور اثرِ مشک دکھاتا ہے۔ آہوئے ختن چشم زخم بن جاتا ہے۔ کشتِ امید پر ابرِ بہار برقِ بلا ہے۔ سرِ شوریدہ کو مثل مار سایۂ ہما ہے۔ اگر بزمِ عیش مایۂ صبر و تاب ہو۔ یقین ہے خندہ جام برافگن اضطراب ہو۔ نہ جانے کب تک نہ آنے کا ارادہ ہے۔ اب تو بیتابیٔ دل دمبدم زیادہ ہے"۔

"سبحان اللہ سبحان اللہ مطلع ہے کہ مشرق انوار فصاحت۔ اللہ اللہ مطلع ہے کہ مطلعِ سپہرِ بلاغت۔ لطافت الفاظ سے مالا مال نزاکت معانی بیشمار۔ ہزار شعر تصدق ہزار دیوان نثار۔ اس کے علاوہ جو شعر فرمایا ہے۔ نظم پروین کا ہمپایہ ہے۔ آج کل آپ کا کلام ہے اور دیدۂ مشتاق۔ چشم بد دور کلام بھی کیسا شہرہ آفاق ہے۔ آنکھوں کو نور۔ دل کو سرور۔ طبیعت کو کیفیت وجدانی ہے۔ ماشا اللہ کیا طرز خوش بیانی ہے۔ حبذا کیا انداز شیوا بیانی ہے۔ ایسے ہی حضرات وحید العصر یکتائے روزگار ہوتے ہیں۔ ایسے ہی کلام مشہور امصار و دیار ہوتے ہیں"۔

"مرے مشفق مرے کرمفرما۔ تم کو ایزد ہمیشہ خوش رکھے۔ بندگی و نیاز عجز کے بعد۔ خاطرِ حق گزیں پہ ظاہر ہو۔ شوق ملنے کا اسقدر ہے اگر۔ عمر بھر بھی لکھوں تو ہو نہ تمام"۔

شِعر

شِعر۔ بالکسر کی جمع ہے اشعار۔ لغت میں اس کے معنے ہیں جاننا اور معلوم کرنا اور اصطلاح شعرا میں اس کلام کو کہتے ہیں جو موزوں - مقفٰے - بامعنی ہو اور بالقصد کہا گیا ہو۔ ورنہ جو بلا قصد کہا گیا ہو خواہ وہ موزوں مقفٰے اور بامعنی کیوں نہ ہو شعر نہیں کہا جائیگا۔

باعتبار عروض گو یہ تعریف کافی سمجھی جائے لیکن در اصل فقط ان شرائط ہی سے شعر کی صحیح تعریف نہیں ہوئی۔ البتہ کلام موزوں یا نظم کہہ سکتے ہیں۔ کیونکہ بلاغت کے اعتبار سے شعر کے لئے مقتضائے معنی حال سب سے پہلی اور ضروری شرط ہے۔

اس بنا پر کلام مخیل و موزوں کا نام شعر ہے۔ اور شعر درحقیقت فطرت عادت اور اصلیت پر مبنی مقتضائے حال کے مطابق ہو۔ اور دور از قیاس وغیر ممکن الوقوع باتوں سے مبرا۔ تخیل میں تازگی و جدت ترتیب و تناسب کی خوبیاں ایسی ہوں کہ شاعر اور غیر شاعر کے انداز بیان میں خاص امتیاز کیا جاسکے۔ ورنہ اثنائے تقریر میں اکثر غیر شاعر کی زبان سے بھی ایسے کلمات ادا ہو جاتے ہیں جو باعتبار عروض موزوں ہوتے ہیں۔ قرآن میں بھی اکثر آئتیں ایسی ہیں جو ازروئے عروض موزوں ہیں۔ پھر بھی بلا ارادۂ شعری صادر ہوئی ہیں اس لئے شعر کا اطلاق نہیں ہوسکتا لہذا یہ ثابت ہوا کہ شعر کے لئے وزن - قافیہ۔ اور مقتضائے معنی حال و ارادہ کی مناسبت ضروری ہے۔ اور قافیہ کو خیال بعض کی طرح غیر ضروری ٹھہرانا درست نہیں۔ شعر کو بعض شناخت اور بعض رونق اور بعض وضع مخصوص اور بعض ابتدا و انتہا کے اعتبار سے بیت کہتے ہیں۔ لغت عربی میں بیت کے معنے گھر اور بیت کی جمع ابیات ہے۔ شعر مختلف بحروں میں کہے جاتے ہیں جن کا بیان

باب عروض میں آئیگا۔

شعر کو زبان انگریزی میں "پوئیٹری" کہتے ہیں اور وہ انواع صنائع سے مرتب ہوتی ہے اور اوزان انکے مقرر ہیں۔ سنسکرت اور بھاکا زبانوں میں نثر کو ڈنڈاکار کہتے ہیں۔ اور نظم کی اقسام کو دوہا۔ چوپی۔ سورٹھا۔ ارل۔ سوئیا۔ کبت وغیرہ۔ اور صنعتوں کو النکار علم عروض کو پنگل۔ اور وزن کو چھند کہتے ہیں۔

صنائع بدائع

سر کار شاعری کا حسن ذاتی واقعی تصنع سے بری ہے اور صرف سادگی ہی اس کے لئے زیور ہے۔ تاہم صنائع بدائع وہ زیورات ہیں کہ غزل کی طرح قصیدہ کے لئے ننگر نہیں ہوسکتے۔ تشبیہات استعارات مناسبات کو اگر جائز طریقہ پر موقع و محل کے اعتبار سے استعمال کیا جائے تو کلام کی خوبی و محسنات کی طرف سامعین و ناظرین کا ذہن منتقل ہوکر ایک عجیب لطف پیدا کرتا ہے۔

تشبیہ و استعارہ در اصل موقع و محل کے سامان آرائش یا نمائش کے اسباب زیبائش ہیں۔ لیکن جیسے حسن کی زینت دوبالا کرنے کے لئے زیور کی ضرورت نہیں ہوتی بلکہ حسن ہی زیور کو زینت بخشتا ہے۔ اسی طرح تشبیہ و استعارات مضمون کو دلچسپ و موثر نہیں بنا سکتے بلکہ دلچسپ مضمون سے تشبیہ و استعارات کو زینت ہوتی ہے۔ کوئی چاہے کہ ہزل تشبیہ و استعارات سے غزل بن جائے تو یہ ممکن نہیں۔ البتہ بھدی تشبیہوں اور نا ملائم استعاروں سے غزل مبتذل یا ہزل ضرور بن جاسکتی ہے۔

نظم میں رعایت لفظی بے تکلف آجائے تو مناسب ہے۔ لیکن التزاماً الفاظ کی نمائش سے حسن پیدا نہیں ہوتا۔ نہ کلام کا پایہ بلند ہوسکتا ہے۔ البتہ دلکش اچھوتے مضامین اگر بیساختگی اور روزمرے کی صفائی کے ساتھ ادا ہو جائیں۔ اور غیر مانوس

رنگینی و تکلفات لایعنی سے پاک ہوں تو کیا کہنا۔

تشبیہات کے موضوع پر اکثر مباحث ہوتے رہتے ہیں۔ اس لئے مختصر پیرائے میں بیان کر دینا ضروری ہے۔ کیونکہ علم بدیع کے مختلف پہلوؤں سے واقف ہونا لازم ہے۔

علم بدیع اسے کہتے ہیں جس سے بطور صنائع بدائع کلام میں خوبی و محسنات ظاہر ہوں۔ صنائع بدائع کی دو قسمیں ہیں۔ **لفظی**۔ **معنوی**۔

صنائع معنوی میں **تشبیہ** کسی صفت میں ایک چیز کو دوسری چیز کی مانند کرنے کو کہتے ہیں۔ خواہ وہ صفت مذکور ہو یا نہ ہو۔

اور جس چیز کو دوسری چیز کی مانند کیا جائے اسے **مشبہ** کہتے ہیں۔ اور جس سے تشبیہ دیں اسے **مشبہ بہ** کہتے ہیں۔ اور دونوں کو **طرفین تشبیہ**۔ اور صفت مشترک جو دونوں میں ہو اسے **وجہ شبہ** اور جو حرف اس پر دلالت کرے اسے **حرف تشبیہ** اور ان چاروں ارکان کو **تشبیہ** کہتے ہیں۔ ہاں تشبیہ کے لئے مشبہ بہ میں مغائرت یعنی تخالف جنسیت ضروری ہے۔ خواہ ادنےٰ کی تشبیہ اعلےٰ سے ہو یا بالعکس۔

اب ہم صنائع معنوی کے مختلف پہلوؤں پر بالاختصار روشنی ڈالتے ہیں جو کلام سے متعلق ہے۔

صنعت طباق جس کو مطابقہ۔ تطبیق۔ اور تضاد بھی کہتے ہیں۔ جس سے کلام میں دو متضاد معنے بیان کئے جائیں خواہ وہ معنے اسم۔ فعل۔ حرف یا ایک فعل اور ایک حرف وغیرہ ہو۔ اور ہر اک بطریق ایجاب واقع ہو یا سلب۔

مثلاً۔ سودا ؎ کم بولنا ادا ہے ہر چند پر نہ اتنا
منہ جائے چشم عاشق تو بھی تو لب کھولے

جرات ؎ اب کے کچھ اور ڈھب سے آنکھ لگی نہ لگی آنکھ جب سے آنکھ لگی

ذوق ؎ اگر اُٹھے تو آزردہ جو بیٹھے تو خفا بیٹھے
لگایا جی کو اپنے روگ جب سے دل لگا بیٹھے

عناصر اربع کا ایک جگہ ذکر کرنا بھی صنعت طباق کی قسم سے ہے۔

تدبیج ۔ صنعت طباق کی ایک قسم ہے جس میں رنگ یا مدح و ذم کے معنے مشترک ہوں۔ مثلاً

ایہام تضاد ۔ طباق کی وہ قسم جس میں دو غیر مقابل و مختلف المعنی الفاظ کو دوسرے دو لفظوں سے تعبیر کیا جائے۔

مثلاً ۔ داغ ؎ نشاں مٹا تو مٹا بل بے پستئ قسمت
کہ نام بھی نہ ہمارا کبھی بلند ہوا

درد ؎ خط کے آنے سے ہوا معلوم آنا حسن کا
نوخطوں نے اب نکالا پیش جانا حسن کا

مقابلہ ۔ طباق کی وہ قسم ہے جس میں دو یا زیادہ متحد المعنی الفاظ ہوں ۔ جن کا اول ذکر کیا جائے اور بعد متقابل و متضاد کو اسی ترتیب سے بیان کریں۔

مثلاً ۔ امیر خط عارض کر رہا ہے حسن عارض کو تباہ
لوٹتا ہے لشکرِ شاہی اثاثہ شاہ کا

صنعت مراعاۃ النظیر :۔ جسے تناسب و تلفیق بھی کہتے ہیں ۔ یعنی کلام میں چند ایسی چیزیں جمع کی جائیں جو باہمی نسبت رکھتی ہوں ۔ اور وہ نسبت تضاد و تقابل کے علاوہ ہو۔

مثلاً ۔ سودا ؎ خوش کبھی اس بزم میں دیکھے نہ دو دل ایک جا
دمبدم مینا ہی روتا ہے جو ہنستا ہے ایاغ

" داغ ؎ ابرو سے چلے تیغ تو مژگاں سے چلے تیر تعزیر کے بھوکے ہیں خطاوار محبت

مثلاً ناسخ ؎ بنت العنب ہے حور تو غلمان مغ بچے
زاہد بجھے ہیں بادہ فروشوں کے گھر بہشت

تشابہ الاطراف:- یہ صنعت بھی مراعاۃ النظیر کی قسم سے ہے۔ جس میں کلام کو ایسی شے سے وابستہ کیا جائے جو ابتدا کے ساتھ مناسبت رکھتی ہو۔

مثلاً ذوق ؎ تجھ سے دیکھا سب کو اور تجھ کو نہ دیکھا جوں نگاہ
تو رہا آنکھوں میں اور آنکھوں سے پنہاں ہی رہا

؎ تیرے دندان مسی زیب کی دیکھی جو بہار
اوس سی پڑ گئی گلشن میں گل وسوسن پر

ایہام تناسب:- یعنی کلام میں ایسے دو معنے جمع ہوں جنہیں آپس میں مناسبت نہ ہو اور اُن دو معنوں کو جن دو لفظوں سے تعبیر کیا جائے اُن میں سے دوسرا لفظ دو معنے رکھتا ہو اور اُسے پہلے لفظ سے مناسبت ہو۔

مثلاً۔ سودا ؎ سرو گلشن ہی نہ کچھ مفتوں ہے
بید بھی قد کا ترے مجنوں ہے

مشاکلت:- وہ ہے کہ دو چیزوں کو بہ سبب وقوع ایک جگہ غیر موضوع لفظ سے تعبیر کیا جائے۔ یعنی جن لفظوں سے پہلی چیز کو تعبیر کریں انہیں لفظوں سے دوسری کو بھی۔

مثلاً۔

مراوجت:- لغت میں دو چیزوں کے مشترک کرنے کو کہتے ہیں۔ اور اصطلاح میں اسے کہتے ہیں کہ دو معنے جو شرط وجزا میں واقع ہوں اور جو معنے امر اول پر مترتب ہو وہی دوسرے پر بھی۔

مثلاً۔ رنگین ؎ آہ کیجے تو آن جاتی ہے اور نہ کیجے تو جان جاتی ہے

ارصاد۔ یا تسہیم۔ نظم ونثر میں ایسا لفظ لایا جائے جس سے معلوم ہو کہ اس کے بعد

بھی یہی لفظ آئیگا۔ اور یہ امر جب ہی معلوم ہو گا کہ اس فقرہ یا مصرعہ میں اول ذکر کیا گیا ہو۔

مثلاً۔ **امیر** ؎ ادائیں کھیلتی ہیں رنگ تلوار اُس نے تولی ہے
لہو کی چلتی ہیں پچکاریاں مقتل میں ہولی ہے

" **مصحفی** ؎ پیری سے ہوگیا یوں اس دل کا داغ ٹھنڈا
جس طرح صبح ہوتے کردیں چراغ ٹھنڈا

" **مولف** ؎ بس نہیں چلتا کسی انساں کی تدبیر کا
دیکھتا ہے آنکھ سے لکھا ہو اتقدیر کا

عکس:۔ یا تبدیل۔ کلام میں جزو اول کو موخر اور موخر کو مقدم کرنے کو کہتے ہیں۔

مثلاً۔ ؎ قران رخ تمہارا ایماں ہے ہمارا
ایمان ہے ہمارا قران رخ تمہارا

رجوع:۔ وہ ہے کہ ایک بات کہہ کے کسی نکتہ کے باعث اس سے انکار کردیں اور دوسرا کلام نکتہ آمیز کہیں۔

مثلاً۔ **مولف** ؎ رخ ترا آئینہ ہے لیکن غلط یہ صفائی آئینہ میں ہے کہاں

" ؎ قد ہے تیرا اک صنوبر باغ عالم میں مگر
راستی جو ہے ترے قد میں صنوبر میں کہاں

توریہ:۔ اسے **ایہام** بھی کہتے ہیں۔ یعنی جس سے سامع وہم میں پڑ جائے۔ اصطلاح میں اسے کہتے ہیں کہ **نظم** یا نثر میں ایسا لفظ لایا جائے جس کے دو معنے ہوں ایک میں قریب دوسرے میں بعید۔ سامع کا ذہن معنی قریب کی طرف رجوع ہو لیکن مقصد معنی بعید سے ہو۔ اس کی دو قسمیں ہیں۔ **ایہامِ مجرد - ایہامِ مرشح** -

ایہام مجرد:۔ وہ ہے کہ مفہوم قریب کی مناسبات سے کلام میں کچھ مذکور نہ ہو۔

مثلاً ؎ عشق بیٹھا ہے دل میں اک بت کا
ہم تو یارو خدا کے بھی نہ رہے

؍ شہیدی ؎ کوئی اُس عہد فراموش سے کہدے جاکر
آج وعدہ ترے عاشق کا برابر آیا

ایہام مرشح :- اس کو کہتے ہیں کہ معنی قریب کے مناسبات مذکور ہوں ۔

مثلاً داغ ؎ بہت شور سنتے تھے پہلو میں دل کا
جو چیرا تو اک قطرۂ خوں نہ نکلا

؍ ؎ دل جو دیکھا تو صنم خانہ سے بدتر نکلا
لوگ کہتے تھے کہ اس گھر میں خدا رہتا تھا

استخدام ۔ یعنی خدمت لینا ۔ عبارت میں ایسا لفظ لائیں جس کے دو معنے ہوں اور اس لفظ سے ایک جگہ ایک معنے لیں اور دوسری جگہ اس کی ضمیر لاکر اس سے دوسرے معنے اخذ کئے جائیں ۔

مثلاً ؎ میں نے کہا کہ لے گل مرتے ہیں ہم الم سے
بولا کہ اس کو کیا ہے مرنے سے بلبلوں کے

لف ونشر جس کے معنے لپیٹنا اور پراگندہ کرنا ہے ۔ اصطلاح میں اول چند چیزوں کو مفصلاً یا مجملاً ذکر کریں اُسے **لف** کہتے ہیں اور پھر اسی قدر چیزیں اور ذکر کریں ۔ جنہیں پہلی چیزوں سے نسبت یا علاقہ ہو اسے **نشر** کہتے ہیں ۔

اگر لف ونشر کی ترتیب متحد ہو یعنی لف کی پہلی چیز کو نشر کی پہلی چیز سے علاقہ ہو اور اسی طرح دوسری تیسری سے تو اسے **لف ونشر مرتب** کہتے ہیں ۔

مثلاً ؎ " یار و مہتاب و گل و شمع ہم چاروں ایک "
ہیں ۔ کتان ۔ بلبل و پروانہ ہم چاروں ایک

مثلاً میر ؎ آنکھیں تو ملاتے ہو مگر دل نہیں ملتا
ساغر تو بہت خوب ہے مینا نہیں اچھا

" ناسخ ؎ زلفِ جاناں میں نہیں کوئی دل وحشی اسیر
یہ عجب تاتار ہے جو ایک بھی آہو نہیں

لف ونشر غیر مرتب:- وہ ہے جس میں ترتیب مختلف ہو۔ اس کی دو قسمیں ہیں ایک تو یہ کہ نشر کی ترتیب لف کے برعکس ہو یعنی لف میں جو سب سے آخر ہو وہ نشر میں سب سے اول ہو۔ اور باقی منسوبات بھی اسی طرح مذکور ہوں۔ اس کو معکوس الترتیب بھی کہتے ہیں۔

مثلاً ؎ روے و زلف و قد صنم دیکھو
سرو و شمشاد و گل بہم دیکھو

" داغ ؎ دم عشق میں گیا دل مہجور رہ گیا
صدمہ کسی سے اُٹھ نہ سکا کوئی سہہ گیا

دوسری مثال یہ ہے کہ لف ونشر کی ترتیب نہ مطابق ہو نہ برعکس بلکہ درہم برہم ہو۔

مثلاً ؎ داغِ دل اور قطرۂ اشک آہ صبحگاہ
شبنم سے مجھکو اور گل وسنبل سے کم نہیں

جمع۔ اُسے کہتے ہیں کہ کئی چیزوں کو ایک ہی حکم میں جمع کریں۔

مثلاً سودا ؎ سبزہ و ابرو ہوا گل نہ سدا ہوں یکجا
ساقیا جام کہ ہیں کوئی دم چاروں ایک

تفریق۔ اسے کہتے ہیں کہ ایک طرح کی دو چیزوں میں فرق ظاہر کیا جائے

مثلاً سودا ؎ اے ابر قسم ہے تجھے رونے کی ہمارے ٹپکا تری آنکھوں سے کبھی خون جگر بھی

تقسیم۔ اسے کہتے ہیں کہ پہلے کئی مختلف چیزوں کا ذکر کریں اور پھر بطریق تعین ایک ایک کے مطابق چیز بیان کریں۔ اس میں اور لف ونشر میں صرف یہ فرق ہے کہ لف ونشر میں تعین متکلم کی طرف سے نہیں ہوتا بلکہ مخاطب اپنی طرف سے ہر چیز کے پہلوؤں کو اس سے متعلق کرتا ہے۔ لیکن تقسیم میں خود متکلم تفصیل وار مناسبات بیان کرتا ہے۔

مثلاً ؎ "زلف اُس مہوش کے رخ پر اک دخاں ہے آگ پر
اور رخ اُس مہر وش کا شعلۂ زیرِ دخاں
ہائے یوں ہو اس دخاں سے تیرہ اپنا روزِ عیش
اور اس شعلہ سے یوں روشن ہو شامِ دشمناں"

اور کسی چیز کے تمام اقسام ایک جگہ بیان کرنا بھی اس صنعت کی قسم سے ہے۔

مثلاً ؎ ہم ان کی بزم میں اپنے تئیں یوں خوار کرتے ہیں
کبھی نظروں سے گرتے ہیں کبھی دل سے اُترتے ہیں

جمع وتفریق۔ کبھی پچھلی تینوں صنعتوں میں سے دو دو کو مشترک و مرکب کرتے ہیں۔ یعنی اگر کئی چیزوں کو اول ایک حکم میں جمع کیا گیا۔ اور پھر فرق بیان کیا جائے تو اُسے صنعت جمع وتفریق کہتے ہیں۔

مثلاً ؎ مسلماں اور کافر سجدہ سب کرتے ہیں پتھر کو
اسے وہ کعبہ کہتے ہیں اُسے بت نام کرتے ہیں

جمع وتقسیم۔ صنعت جمع اور صنعت تقسیم کے مشترک کرنے کو کہتے ہیں۔

مثلاً ؎ تجھے اور تیرے دشمن کو سدا ہے اوج عالم میں
تجھے تختِ خلافت اور اسے دارِ ریاست ہے

جمع تفریق وتقسیم۔ پچھلی تینوں صنعتوں کے اکٹھا کرنے کو کہتے ہیں۔

مثلاً ؎ " مری آہ اور تیرا طرّہ ہے سنبل شکل میں لیکن
وہ خارِ سوختہ یہ شاخ سروِ جوئباری کی
سدا اس خار سے دوزخ کو ہے امیدِ آتش کی
سدا اس شاخ سے جنت کو خواہش آبیاری کی "

تجرید۔ اسے کہتے ہیں کہ کسی ذی صفت شے سے ایک اور شے جو اسی صفت کے ساتھ متصف ہو مبالغے کے لئے حاصل کریں۔ تاکہ یہ معلوم ہو کہ وہ پہلی شے اس صفت میں ایسی کامل ہے کہ اس سے ایک اور شے موصوف بایں صفت حاصل ہو سکتی ہے۔ یہ صنعت عربی زبان میں کئی طرح پر آتی ہے۔ علےٰ ہذا فارسی اُردو میں بھی۔

اول یہ کہ جس چیز سے کوئی اور دوسری چیز اسی صفت کے ساتھ حاصل کریں۔ اس کے لئے حرف سے لائیں۔

مثلاً ؎ آتش غم ایسی کچھ بھڑکی کہ پل میں ہو گیا
داغ دل سے آفتاب روز محشر آشکار

دوم یہ کہ جس چیز سے کوئی اور شے حاصل کریں اُس شے کو حاصل ہونے والی چیز ٹھہرائیں۔

مثلاً ؎ ہے کوچۂ جاناں میں جنت کا سراغ ان کو
عشاق نواب وہاں سے مر کر بھی نہ نکلیں گے

سوم یہ کہ کسی حرف کا واسطہ نہ ہو۔

مثلاً ؎ مجھے دیکھ کر تیغ کو دیکھتے ہیں غرض یہ کہ ہو خونِ ناحق کسی کا

چہارم یہ کہ کوئی شے بطریق کنایہ حاصل ہو۔

مثلاً ؎ دیکھنا آئینہ کا ہر دم نہیں ہے بیوجہ
ظاہرا وہ بھی تو ہیں عاشق کسی مہپارہ کے

پنجم - یہ کہ کوئی شخص اپنے آپ سے باتیں کرے - مثلاً پہلے کسی ایسے شخص کا عزم کرے کہ وہ ممکن الحصول ہو اور پھر سمجھ کر اپنے آپ سے کہے کہ تیری مجال کیا ہے جو تو اسے حاصل کر سکے - اسی طرح سے کہ شاعر مقطع میں اپنا تخلص مذکور کر کے اپنی طرف خطاب کرے -

مثلاً **سودا** ؎ سودا تری فریاد سے آنکھوں میں کٹی رات
اب آئی سحر ہونے کو ٹک تو کہیں مر بھی

مبالغہ - وہ ہے کہ کسی وصف کو ضعف یا شدت میں اس حد تک پہنچائیں کہ وہاں تک اس کا پہنچنا بعید یا محال ہو - اس کی تین قسمیں ہیں -

اول **تبلیغ** - جو عادتاً اور عقلاً دونوں طرح ممکن ہو -

مثلاً **سودا** ؎ پہونچے ہم آرزوے وصل میں نزدیک بمرگ
سو جھی ہے شکل ملاقات بہت دور ہمیں

دوم اغراق - جو عادتاً محال اور عقلاً ممکن ہو -

مثلاً **سودا** ؎ " اس قدر رکھتی ہے صولت اسکی شمشیر و سپر
گر صف اعدا میں جا کر کیجئے اس کا بیاں
ڈال دے روئیں تن اس ہنگام میداں میں سپر
مو سے باریک اپنی گردن کو بنائیں سرکشاں "

سوم غلو - جو عادتاً اور عقلاً دونوں طرح محال ہو -

مثلاً **سودا** ؎ بندوبست ایسا ہے عالم میں کہ تار عنکبوت
کرگدن کے واسطے رکھتا ہے حکم ریسماں

مذہب الکلامی - وہ ہے کہ کلام دلیل و برہان پر مشتمل ہو - یعنی کلام سے بوساطت دلیل نتیجہ حاصل ہو جائے -

مثلاً سودا ؎ اگر عدم سے نہ ہو ساتھ فکر روزی کا
تو آب و دانہ کو بیکر نہ ہو گہر پیدا

حسن التعلیل :- وہ ہے کہ کسی وصف کے لئے ایک ایسی شے کو علت ٹھہرائیں جو در اصل اس کی علت نہ ہو۔

مثلاً سودا ؎ اتنا حسد ہے عاشق و معشوق میں کہ نور
منہ پر اگر ہو شمع کے تو جل مرے پتنگ

تاکید المدح بما یشبہ الذم :- وہ ہے کہ تعریف کی تاکید میں ایسے الفاظ لائے جائیں کہ ظاہراً تو اُن سے ہجو ہو اور بغور دیکھا جائے تو ممدوح کی کمال تعریف پر دال ہو۔

مثلاً ؎ نہیں ہے مجھ میں بُرائی کچھ اور اسکے سوا
کہ میں بُرا ہوں رقیبوں کی چشم بدبیں میں

تاکید الذم بما یشبہ المدح :- الفاظ مستعملہ سے بظاہر مدح معلوم ہو لیکن در اصل ہجو و مذمت ہو۔

مثلاً ؎ فلک بے بہرہ آب و خور سے کب رکھے غریبوں کو
سدا کھانے کو غم خونِ جگر پینے کو دیتا ہے

داغ ؎ جی کس سے لگاتے شب فرقت میں الٰہی
بہلانے کو جی گر غم دلبر بھی نہ ہوتا

استتباع - لغت میں یکے بعد دیگرے لانے کو کہتے ہیں۔ اصطلاح میں اسے کہتے ہیں کہ کسی شخص کی مدح کی جائے اور اس سے ایک اور مدح حاصل ہو

مثلاً سودا ؎ قطعہ خوگر تو خلق و حلم و حیا سے اگر نہ ہو
اور ہو تری نگاہ پہ اعمال عاصیاں

تجھ آتشِ غضب کے شراروں کے سامنے
باروت کا ہے تودہ زمیں اور آسماں

اوماج - لغت میں لپیٹنے کو اور اصطلاح میں اس کلام کو کہتے ہیں جس سے دو مدعا بر آمد ہوں -

مثلاً ؎ وصل کی شب ہے آج تو اے گردوں اتنی بات تو کر
آٹھ برس کے بعد ملے ہیں آٹھ پہر کی رات تو کر

اوماج اور **استتباع** میں یہ فرق ہے کہ استتباع خاص مدح ہی میں ہوتا ہے اور **اوماج** عام ہے - یعنی مدح ہو یا غیر مدح - اور **ادماج** اور **ایہام** میں یہ فرق ہے کہ ایہام میں صرف ایک ہی لفظ سے دو معنی کا احتمال ہوتا ہے اور ادماج میں جملہ سے یہ بات حاصل ہوتی ہے -

توجیہ - جس کو **محتمل الضدین** بھی کہتے ہیں - وہ یہ ہے کہ ایک کلام سے دو مدعا ایک دوسرے کے مخالف سمجھ میں آئیں -

مثلاً ؎ قاتل تری تیغ تھی کہ صندل جاتا رہا صاف دردِ سر کا

(ف) اس کے دو معنی ہیں - ایک تو یہ کہ صندل سے دردِ سر جاتا رہا - دوسرے یہ کہ سر ہی کا جھگڑا رفع ہوا - یعنی تیغ سے سر کٹ گیا - یہاں تیغ نے دو کام دیئے

ہزل الذی یراد بہ الجد - لغت میں ہزل و بذموم کلام کو اور جد وجہد کوشش و درستی کو کہتے ہیں - او اصطلاح میں اسے کہتے ہیں کہ کلام ہنسی مذاق اور ٹھٹھول کے طور پر بیان کریں اور در اصل خلاف ہزل اس سے پند و نصیحت وغیرہ مقصود ہو -

مثلاً ؎ اہلِ دُنیا کو خواہش زر ہے سدا اور سر میں خمار ہے ہمیشہ مے کا
زر جیفہ ہے طالب اس کا سگ اور بادہ ہے خونِ حیضِ زالِ دُنیا

تجاہل عارف - لغت میں جان بوجھ کے انجان بن جانے کو اور اصطلاح میں اسے

کہتے ہیں کہ کسی معلوم چیز کو کسی نکتہ کے باعث غیر معلوم ظاہر کیا جائے۔

مثلاً ؎ مکر جانے کا قاتل نے نرالا ڈھب نکالا ہے
کہ سب سے پوچھتا ہے کس نے اسکو مار ڈالا ہے

ناسخ ؎ اس سرو قد کا دست حنائی ہے شعلہ زن
یا آگ لگ رہی ہے یہ برگ چنار میں

مومن ؎ یہ ہے بیہم حالت جانکنی غرض اب توجان پہ آبنی
یہ عذاب مرگ ہے یا تپش یہ خدا کا قہر ہے یا قلق

سودا ؎ خبر نہیں ہے مجھے ترک چشم نے کس کی
لیا ہے لوٹ مرا دل دیار کی مانند

قول بالموجب ۔ وہ ہے کہ متکلم کے کلام سے خلاف مراد معنی لئے جائیں ۔

مثلاً ؎ لوگ مرنے کو بھی کہتے ہیں وصال
یہ اگر سچ ہے تو مرجاتے ہیں ہم

اطراد جس کو اطرا بھی کہتے ہیں ۔ وہ یہ ہے جس میں ممدوح کا نام مع اس کے آبا و اجداد بالترتیب ذکر کیا جائے ۔ خواہ ممدوح سے اس کے دادا تک یا دادا سے ممدوح تک ۔

مثلاً زید احمد کا بیٹا خالد کا پوتا ۔ یا خالد کا پوتا احمد کا بیٹا زید وغیرہ

تعجب ۔ کلام میں کسی چیز پر تعجب ظاہر کرنے کو کہتے ہیں ۔ اگرچہ اس سے کوئی غرض وابستہ نہو

مثلاً ؎ یہ نالے وہ ہیں کہ پتھر کے پار ہوتے ہیں
عجب ہے دل میں ترے کچھ اثر نہیں ہوتا

اعتراض ۔ جس کے لغوی معنے حائل ہونے کے ہیں اور اسے حشو (بھرتی) بھی کہتے ہیں اور اصطلاح میں اسے کہتے ہیں کہ مقصود کے پورا ہونے سے پہلے ایسا جملہ معترضہ یا لفظ ذکر کیا جائے کہ اس کے بغیر بھی مقصود پورا ہو سکتا ہو ۔ اس کی تین قسمیں ہیں ۔

۱ حشو قبیح ۲ حشو ملیح ۳ حشو متوسط۔

حشو قبیح: وہ ہے کہ جس کے باعث کلام بے لطف اور کم رتبہ ہو جائے۔ مثلاً "بے علم آدمی ہمیشہ بیوقوف جاہل ہے"۔ یہاں لفظ **جاہل** حشو قبیح ہے جس نے کلام کی خوبی کو بگاڑ دیا ہے۔

حشو ملیح۔ وہ ہے جو حسن کلام کا موجب ہو۔

مثلاً ؎ اس آستان فلک مرتبت کی تا بہ ابد
رہے کنیز شب قدر روزِ عید غلام

لفظ **فلک مرتبت** کو تمام کلام میں کچھ دخل نہیں مگر اس نے کلام میں کمال خوبی پیدا کر دی ہے

حشو متوسط۔ وہ ہے کہ اس سے کلام میں کچھ خوبی ظاہر ہو نہ کلام کم مرتبہ ہو۔

مثلاً ؎ چلی بادِ نسیم صبحدم یا نفہ قاتل کا
شہید ناز کو نیند آ گئی آغوش خنجر میں

یہاں لفظ **باد** حشو متوسط ہے۔

۱۔ مراد یہ ہے کہ زائد بلا ضرورت حرف یا لفظ کے شعر میں رہ جانے کو حشو کہتے ہیں جیسے علامت مفعولی کو علامت ظرفی میں یا پر وغیرہ کا ایسی جگہ لانا جہاں لانے کی ضرورت نہ ہو۔ اور اس کے نکل جانے سے کلام میں حسن پیدا ہو۔ یا کوئی مصرعہ اپنے مضمون کے اعتبار سے پورا نہ ہوتا ہو اور ایک لفظ ملا کر پورا کر لیا جائے ایسے حشو کو مناسب تغیر سے نکال لینا چاہئے۔ **حشو** کا **ردیف** ہو جانا بھی اچھا نہیں مجبوری سے بعض جگہ درست ہے۔

مثلاً ؎ شمشیر بکف دیکھ کے حیدر کے پسر کو
جبریل لرزتے ہیں سمیٹے ہوئے پر کو

مصرعہ ثانی میں ردیف کو حشو ہے۔

براعت الاستہلال - وہ ہے کہ آغاز کلام یا کتاب میں ایسے الفاظ مذکور ہوں جو مضمون آئندہ کے مناسب ہوں۔

مثلاً ؎
کیوں ابر ماتم چھا گیا کعبہ نے کس کا غم کیا
روتی ہوئی آئی گھٹا اوڑھے ہوئے کالی ردا

ان الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ شاعر کسی حادثہ جانکاہ و غمناک یا کسی کی وفات پر ملال کا حال آئندہ لکھنے والا ہے۔

التفات - لغت میں پھر کر دیکھنے کو کہتے ہیں اور اصطلاح میں وہ ہے کہ متکلم مخاطب اور غائب کو بدل کر بیاں کریں۔

صنائع لفظی

جناس جس کو **تجنیس** بھی کہتے ہیں - یعنی دو لفظ بولنے میں متشابہ اور معنی میں مختلف ہوں - اس کی کئی قسمیں ہیں جن کا مختصر بیان کیا جاتا ہے۔

تجنیس تام - وہ ہے کہ دو لفظ شمار حروف اور ہیئت و ترکیب میں متفق ہوں۔

اگر وہ دونوں لفظ نوع میں بھی متحد ہوں یعنی دونوں اسم یا فعل یا حرف ہوں تو اسے **تجنیس تام مماثل** کہتے ہیں۔

مثلاً ع
اب جو خط آنے لگا شائد کہ خط آنے لگا

خط اول بمعنی رقعہ - خط دوم بمعنی ڈاڑھی۔

ع
یہاں ہے درد شانہ میں وہاں زلفوں میں شانہ ہے

شانہ اول بمعنی مونڈھا - شانہ دوم بمعنی کنگھی۔

اور اگر دونوں ایک جنس سے نہ ہوں یعنی ایک اسم اور دوسرا فعل یا حرف ہو تو اسے **تجنیس تام مستوفی** کہتے ہیں۔

مثلاً ؎ شمشیر کو اپنی جیب جلا دے سو فتنۂ مردہ کو جلا دے

جلا اول بمعنی صیقل۔ جلا دوم بمعنی جلانا (زندہ کرنا) سے مشتق ہے۔

تجنیس مرکب۔ وہ ہے کہ دو الفاظ متجانس میں سے ایک مفرد اور دوسرا مرکب ہو اگر دونوں ایک ہی صورت میں لکھے جائیں تو اسے تجنیس مرکب متشابہ کہتے ہیں۔

مثلاً ؎ کر کے بسمل مجھے روانہ ہوا خون ناحق تجھے روا۔ نہ ہوا

اور اگر دونوں لفظ ایک صورت سے نہ لکھے جائیں تو اسے تجنیس مفروق کہتے ہیں۔

مثلاً ؎ کہنے کو گرچہ نام مرا بختیار تھا
بد قسمتی سے پر نہ مرا بخت یار تھا

اگر ایک لفظ دوسرے لفظ کے جزو سے مرکب ہو کر کسی لفظ کے ساتھ مجانست پیدا کرے تو اسے تجنیس مرفوع کہتے ہیں۔

مثلاً ؎ پروانہ ہیں تمہارے رخ شمع ساں پہ ہم
پروا نہیں ہے جان کے جلنے سے بھی ہمیں

تجنیس محرف۔ وہ ہے کہ دونوں عدد حروف و ترتیب میں متفق ہوں اور حرکت و سکون میں مختلف۔ مثلاً ع جو ترے محرم ہیں ہرگز محرم کعبہ نہیں

تجنیس زائد۔ جسے تجنیس ناقص بھی کہتے ہیں۔ وہ ہے کہ دو لفظوں میں سے ایک میں کوئی حرف زائد ہو۔ خواہ اول یا درمیاں یا آخر میں ہو۔

مثلاً ؎ دل کسی کو دکھا نہیں سکتے دل کسی کا دکھا نہیں سکتے
شکوہ کوہ کو ہے تیرے حلم سے نہیں کچھ وجود جود کو بھی ہے تری سخاوت سے
دیکھا تو نہیں عالم نے وگرنہ ہم کو دبر سے در پہ ترے سر کو پٹکتے دیکھا
اِدھر تم اُٹھے اُدھر مر گئے ہم اے ظالم جدائی زہرہ جبینوں کی زہر ہے ہم کو

واضح ہو کہ جس کے آخر میں حرف زائد ہوتا ہے اسے **تجنیس مطرف** کہتے ہیں۔ اور بعض لفظ کے آخر میں دو حروف زائد ہوتے ہیں۔ اُسے **تجنیس ذیل** کہتے ہیں۔

مثلاً - یم اور یمیں وغیرہ -

تجنیس مضارع - وہ ہے کہ دو لفظوں کے حروف عدد اور ہیئت میں یکساں ہوں مگر دونوں لفظوں میں ایک حرف ایک نوع کا نہ ہو۔ بلکہ قریب المخرج ہو اور حرف مذکور یا اول میں ہوگا یا درمیاں یا آخر میں

مثلاً حال - ہال - بحر - بہر - راہ - راح - وغیرہ

اگر دونوں حرف قریب المخرج نہ ہوں بلکہ بعید المخرج ہوں تو اُسے **تجنیس لاحق** کہتے ہیں۔

یہ صنعت بھی تجنیس مضارع کی طرح تین قسم کی ہوتی ہے۔

مثلاً - جنگ - سنگ - کمان - کمین - اور باب باد وغیرہ -

تجنیس مکرر - جسے صنعت مزدوج بھی کہتے ہیں وہ ہے کہ دو متجانس لفظ بلا فاصلہ بہم آئیں - مثلاً **بات بات پر جان کو آتا ہے**۔

تجنیس قلب - وہ ہے کہ دو لفظوں کے حروف شمار و نوع میں متفق اور ترتیب میں مختلف ہوں - اس کی دو قسمیں ہیں (۱) جملہ کے حروف بالترتیب بدل جائیں اسے **قلب کل** کہتے ہیں - مثلاً بات - تاب - مرد - درم - رام - مار - بارش شراب وغیرہ

(۲) جو خلاف ترتیب بدلیں - اُسے **قلب بعض** کہتے ہیں - مثلاً محروم - مرحوم وغیرہ -

اس صنعت کی مذکورہ بالا دو قسموں کے سوا ایک اور قسم بھی ہے اُسے **مقلوب مجنح** کہتے ہیں - وہ یہ ہے کہ دو لفظ جو ایک دوسرے کے قلب ہوں کسی شعر یا مصرعہ میں اس طرح آئیں کہ ایک شروع میں دوسرا آخر میں آئے -

مثلاً ؎ رام ہوتا نہیں فسوں سے کبھی + ہے وہ کافر تمہاری زلف کا مار

اگر دو لفظ کتابت میں متفق اور تلفظ میں مختلف ہوں تو اُسے **تجنیس خط** کہتے ہیں
مثلاً ۔ رحم ۔ زخم ۔ چنگ ۔ جنگ ۔ رن ۔ زن ۔ وغیرہ ۔

اشتقاق ۔ وہ ہے کہ دو لفظ یا زیادہ ایک فقرہ یا مصرعہ یا شعر میں ایک مصدر یا ایک مادہ سے آئیں ۔ مثلاً ع "آج پھر میری طرف آپ نے دیکھا دیکھو"

اگر دونوں لفظ ایک مادہ سے مشتق نہ ہوں بلکہ دونوں کے حروف باہم مشابہ ہوں تو اُسے **شبہ اشتقاق** کہتے ہیں ۔ مثلاً ۔ شام ۔ شوم ۔ دید ۔ دود ۔ وغیرہ ۔

ردالعجز علی الصدر ۔ چونکہ اس صنعت کا سمجھنا علم عروض کی چند اصطلاحوں پر موقوف ہے ۔ لہذا یہاں بیان کرنا ضروری سمجھا گیا ہے ۔

اصطلاح عروض میں شعر کے مصرعہ اول کے جزو اول کو **صدر** اور اس کے جزو آخر کو **عروض** ۔ مصرعہ ثانی کے جزو اول کو **ابتدا** ۔ اور اس کے جزو آخر کو **ضرب** یا **عجز** اور باقی اجزا کو **حشو** کہتے ہیں ۔ بطور اختصار کسی نے اس مضمون کو ایک شعر میں بیان کیا ہے ۔ ؎

صدر رست و عروض و ابتدا و انگہ ضرب ہر چیز کہ درمیانہ باشد حشو است

ردالعجز علی الصدر ۔ اُسے کہتے ہیں کہ جو لفظ مصرعہ اول کے شروع میں آئے ۔ وہی مصرعہ ثانی کے آخر میں آئے لیکن اس کی تین صورتیں اور ہیں ۔

اول ۔ یہ کہ عجز کا لفظ مصرعہ اول یا دوم حشو میں واقع ہو ۔

دوم ۔ یہ کہ **عروض** میں واقع ہو ۔

سوم ۔ یہ کہ **ابتدا** میں واقع ہو ۔

اس لئے صورت اوّل کے ساتھ مل کر اس کی چار صورتیں ہوئیں ۔ اور پھر ان چاروں کی چار چار صورتیں ہوئیں ۔ اس واسطے کہ دونوں لفظ بعینہ ایک ہونگے ۔ یا **تجنیس** یا **اشتقاق** کے طور پر ہونگے ۔ اس لئے اس کی سب قسمیں سولہ بیان کی گئی ہیں ۔ مثلاً

۱- س ہو چکا اے حضرت ناصح بس اب کچھ فائدہ
دل دو چار ناوکِ مژگانِ خوباں ہو چکا
٭ اسے ردالعجز علی الصدر مع التکرر کہتے ہیں۔

۲- س درد دل کا ہے ہویدا فائدہ اخفا سے کیا
اب کہے دیتے ہیں منہ پر اشک سرخ و رنگ زرد
٭ اِسے ردالصدر مع التجنیس کہتے ہیں۔ یہاں درد اور زرد میں تجنیس لاحق ہے۔

۳- س قرینِ صدق ہے ملنا تمہارا غیروں سے
رقیب رکھتے ہیں گھر سے تمہارے گھر مقروں
٭ اسے ردالعجز علی الصدر مع الاشتقاق کہتے ہیں کیونکہ قرین اور مقروں ایک مادہ سے مشتق ہیں۔

۴- س دیار و ملک سے ہم کو کسی کے ہے کیا کام
ہم اور تیری گلی سر ہے اور تری دیوار
٭ اسے ردالعجز علی الصدر مع شبہ الاشتقاق کہتے ہیں۔ دیار اور دیوار میں شبہ الاشتقاق ہے۔

۵- س دل دیوانہ پری رخوں کا ہے
جو نصیحت کرے سو دیوانہ
٭ اسے ردالعجز علی الحشو مع التکرار کہتے ہیں۔

۶ س دل کو آہنگ ہیں تیرے گھر کے
ہے سدا نالہ نغمہ و آہنگ
یہ ردالعجز علی الحشو مع التجنیس ہے۔ یہاں آہنگ مختلف المعنی ہے۔

۷ س کچھ ہمیں پہ نہیں لطف ترا ورنہ ہمیشہ وہ کون ہے جس شخص پہ تیرا نہیں الطاف

یہ رد العجز علی الحشو مع الاشتقاق ہے۔ لطف اور الطاف ایک ہی مادہ سے مشتق ہے۔

۸۔ ص رقیبوں کے سوا کس کو میسر ہمنشیں ہونا
نہیں ملتا ہے قرنوں سے ہمیں تجھ تک قریں ہونا

" یہ رد العجز علی الحشو مع الاشتقاق مصرعہ ثانی میں واقع ہے۔

۹۔ ص ہو درود آپ پہ معراج کے جانے والے
آن کی آن میں پھر لوٹ کے آنے والے

" یہ رد العجز علی العروض مع التکرار ہے۔ اسی طرح سب مطلع اور بیتیں جو ردیف رکھتی ہیں۔ اس صنعت کی مثال ہے۔

۱۰۔ ص میری نظروں میں ہے صورت تری جیسی شیریں
کوہکن کی بھی نہیں نظروں میں ویسی شیریں

" یہ رد العجز علی العروض مع التجنیس ہے۔

۱۱۔ ص میکشی کرنا ہمیشہ ہے تیری عشرت پہ دال
اور پیتا خون دل میرا اسدا غم پر دلیل

" یہ رد العجز علی العروض مع الاشتقاق ہے۔ دال اور دلیل ایک ہی مادہ سے مشتق ہے۔

۱۲۔ ص تیرے دل میں ذرا نہیں سختی
یہ فقط دشمنوں ہی کی ہے ساخت

" یہ رد العجز علی العروض مع شبہ الاشتقاق ہے۔ یہاں سختی اور ساخت میں شبہ الاشتقاق ہے۔

۱۳ ص کہا میں کب کہ مرے نالۂ رسا سے ڈر خدا سے ڈر ارے ظالم ذرا خدا سے ڈر

یہ رد العجز علی الابتدا مع التکرار ہے۔

۱۴ ص نہ پوچھیں ہم کو کبھی اور پوچھیں غیروں کو
دلال و غنج ہے خوباں کی سب ستم پہ دلیل

〃 یہ رد العجز علی الابتدا مع التجنیس ہے

۱۵- ص خود ہے میرا حال میرے حال برہم پر دلیل
دال آنسو خون دل پر خون دل غم پر دلیل

〃 یہ رد العجز علی الابتدا مع الاشتقاق ہے۔

۱۶ ص نہیں چھپتا ہے آنسو سے غم دل
قراں کرتا ہے یہ غم کا قرینہ

یہ رد العجز علی الابتدا مع الاشتقاق ہے۔

لزوم مالا یلزم۔ یعنی لازم کرنا ایسی چیز کا جو لازم نہیں ہے۔ یہ صنعت کئی طرح پر ہے۔ ایک تو یہ ہے کہ قافیہ میں حرف روی یعنی حرف اخیر سے پہلے کسی حرفِ معین کی تکرار واجب کریں۔ مثلاً افسر اور ہمسر کا سین۔ ساحل کامل کا الف۔ اور ناقل و عاقل کا قاف وغیرہ

اگر غزل یا قصیدہ و نظم میں یہ تکرار مشروط قرار پائے تو ساحل کا قافیہ دل باندھنا صحیح نہ ہوگا۔ اور اگر یہ التزام نہ کریں تو قافیہ افسر کا ور۔ ساحل کا دل۔ عادل کا جاہل باندھنا درست ہوگا۔ دوسرے یہ کہ کلام میں سے بطریق التزام کسی حرف معین کو ترک کر دیا جائے جیسے ان شعروں میں الف کو ترک کیا گیا ہے۔ ص

مجھ سے درد عشق سُن کہنے لگے — یہ مرض وہ ہے نہیں بچنے کے تم
حضرت دِل ہے غضب ہے رنج ہجر — فکر میں بھی ہو کہیں بچنے کے تم

تیسرے یہ کہ کلام میں کسی معین چیز کا ذکر واجب کریں جیسے رباعی ص

سر لو جو میرے سر کی تمنا ہے تمھیں　　یہ سر وہ ہے جس کی بھی پروا ہے تمھیں
جوں شمع کٹے سر اپنا اور تم دیکھو　　سر کا کٹنا مرا تماشا ہے تمھیں

اسی طرح صنعت منقوطہ۔ غیر منقوطہ۔ قطا۔ خیفا وغیرہ وغیرہ ہے۔

منقوطہ۔ وہ ہے کہ سب حروف نقطہ دار ہوں۔

مثلاً ؎　جب جب شب غضب بخشش تنی
بخشش فیض خشن تخت نشیں

غیر منقوطہ۔ وہ ہے کہ سب حروف بے نقطہ ہوں۔

مثلاً ؎　ہو سرور اور کو مرِ کامل　　دکھ ہو اور درد سو اس دل کو

صنعت قطا۔ وہ ہے کہ ہر لفظ میں ایک حرف نقطہ دار اور ایک بے نقطہ ہو۔

مثلاً ع　"دے صبا بو رخ جاناں کی"

صنعت خیفا۔ یعنی ایک کلمہ منقوط اور ایک کلمہ غیر منقوط ہو۔

مثلاً ؎　شب کو جشن سرور تخت رہا
کار فیض مدار بخت رہا

صنعت مقطع۔ وہ ہے کہ سب حروف لکھنے میں علٰحدہ علٰحدہ ہوں۔

مثلاً ع　"درد و داغ رنج زرد اور وہ دل"

صنعت موصل۔ وہ ہے کہ سب حروف لکھنے میں ملے ہوئے ہوں۔

مثلاً ع　"فیض مٹی میں گئے ہیں سب مل"

فوق النقاط۔ وہ ہے کہ سب نقطے اوپر ہوں نیچے نہ ہوں۔

مثلاً "تم خدا کا حکم مانو ورنہ کل شرمندہ ہونا ہوگا"

تحت النقاط۔ وہ ہے کہ سب نقطے نیچے ہوں۔ مثلاً۔ کیا اس جگہ کوئی آدمی ہے

صنعت سجع۔ لغت میں کبوتر اور قمری کی آواز کو کہتے ہیں۔ اور علم بدائع کی

اصطلاح میں دو چیز پر اطلاق کرتے ہیں۔

ع۱ پہلے فقرہ کے آخر کا کلمہ دوسرے فقرہ کے کلمہ اخیر سے موافق ہو۔

ع۲ دونوں فقروں کے آخری کلموں کے جزو اخیر موافق ہوں۔

بعض نے لکھا ہے کہ سجع نثر کے لئے مختص ہے۔ اور بعض کا مقولہ ہے کہ یہ نظم ونثر دونوں میں آتا ہے۔ اس کی تین قسمیں ہیں جو نثر اور نظم دونوں میں آتی ہیں۔

ع۱ مطرف ۔ ع۲ ترجیع ۔ ع۳ متوازی

۱ مطرف۔ وہ ہے کہ دو مقفہ فقروں یا بیت کے دونوں مصرعوں کے کلماتِ اخیر وزن مختلف رکھتے ہوں۔ مثلاً گرامی نامہ آیا۔ اور خوش وخُرّم بنایا۔

ے جس کفِ پا کو برگ گل ہو خار　　حیف ہے ہووے خار سے وہ فگار

ع۲ ترجیع۔ وہ ہے کہ پہلے فقرہ یا مصرعہ میں جو جو الفاظ واقع ہوں وہ سب دوسرے فقروں یا مصرعہ کے سب یا اکثر الفاظ کے ساتھ ہموزن اور حرف اخیر میں متفق ہوں۔ مثلاً۔ محنت کا کمال اس کے حال سے ظاہر ہے۔ اور محبت کا جمال اس کے قال سے باہر ہے۔

ے گل وبلبل اور بوستانِ عجیب　　مل و قلقل اور دوستانِ غریب

ع۳ متوازی۔ وہ ہے کہ فقرہ یا مصرعہ اول کے سارے الفاظ دوسرے فقرہ یا مصرعہ کے سارے یا اکثر الفاظ کے ساتھ موافق نہ ہوں بلکہ مختلف ہوں۔ اور یہ اختلاف خواہ باعتبار وزن اور موافق حرف اخیر ہو۔ مثلاً۔ دوست کے دل کا حال معلوم اور دشمن کی زبان کا سخن مفہوم خواہ بلحاظ وزن ہو۔ مثلاً۔ نیاز عاشق کا مطلوب جانتا ہے اور ناز معشوق کا طالب پہچانتا ہے۔ خواہ باعتبار حرف اخیر ہو۔ مثلاً عالم کو سب جائے میں اقبال ہے۔ اور جاہل کو ہر حال میں اشکال ہے

علاوہ مذکورہ بالا سجع کی تین قسمیں اور ہیں جو نظم ہی کے ساتھ خصوصیت رکھتی ہیں۔

ع۱ تسنظر ع۲ تصریح ع۳ مسمط

تسنظر۔ وہ ہے کہ ہر مصرعہ سجع ہو۔ اور مصرعہ اول کے سجع دوسرے مصرعہ کے

سجعوں سے مخالف۔

مثلاً ؎ سینہ ہے داغ عشق سے اپنا شگفتہ باغ
اور دل ہے رنج ہجر سے سو غم کا ایک داغ

تصریع۔ وہ ہے کہ مصرعہ اول کا جزو اول یعنی صدر دوسرے مصرعہ کے جزو اخیر یعنی ضرب سے موافق ہو۔

مثلاً ؎ دل اس رنجور کا عشق بتاں میں
سدا رہتا ہے دردو غم کی منزل

مسمط۔ وہ ہے کہ ہر شعر میں تین تین سجعے ایک طرح کے ہوں اور چوتھا قافیہ اصل قصیدہ یا غزل کا ہو۔

مثلاً ؎ کیسا ہی میں فرزانہ ہوں پر عشق میں دیوانہ ہوں
تو شمع میں پروانہ ہوں اے رشکِ خوبانِ جہاں

صنعت موازنہ۔ اسے کہتے ہیں کہ دونوں فقروں یا مصرعوں کے الفاظ اخیر باعتبار وزن موافق اور بہ لحاظ حرف اخیر مختلف ہوں۔ مثلاً ؎

چشم ساغر ہے اشک خوں ہے شراب جان آتش ہے سوزِ آہ شرار

ذو قافیتین۔ اس شعر کو کہتے ہیں جس میں دو قافیہ آئیں۔

مثلاً ؎ صبا اڑا کے نہ لیجا مرا غبار کہیں
کہ مجھ سے چھوٹنے کے آستاں یار نہیں

ذو قافیتین مع الحاجب۔ وہ ہے کہ دو قافیوں سے اول ردیف آجائے۔

مثلاً ؎ اشک خونیں سے جہاں ہم روتے
جا بجا لالہ ستاں ہم بوتے

صنعت متلون۔ اس شعر کو کہتے ہیں جو دو یا دو سے زیادہ بحروں میں پڑھا جائے

مثلاً ؎ دیکھ کر اس چہرۂ مہوش کا حسن
آپ میں آتے نہیں پھروں ہی ہم

تلمیح - وہ ہے کہ کلام مشعر ہو کسی واقعہ مشہورہ پر یا ایسی چیز کی طرف اشارہ کیا جائے کہ کتب متداولہ میں مذکور ہو۔

مثلاً ؎ دکھلائے جا کر تو تجھے مصر کا بازار
پرواں کوئی خواہاں نہیں اس جنس گراں کا

؎ منہ دکھانا کہاں باتیں تھیں یہ اسکی مجھ تک
لن ترانی کی بھی آئی نہ صدا میرے بعد

سیاقتہ الاعداد - وہ ہے کہ کلام میں اعداد بالترتیب یا بلا ترتیب لائے جائیں۔

مثلاً ع "دو تین ٹکڑے سر کے ہوے سل کے چار پانچ"

؎ ایک دو تین چار پانچ چھ سات
آٹھ نو دس ہوئے بس انشا بس

تنسیق الصفات - وہ ہے کہ کسی موصوف کے پیہم صفات مذکور کریں۔

مثلاً ؎ تیری شمشیر سر خصم پہ ہے میداں میں
صاعقہ برق وبلا قہر خداوند تعال

توشیح - وہ ہے کہ چند اشعار ایسے لکھے جائیں کہ اگر ہر مصرعہ کے حرف اول کو ترتیب دیں تو کوئی عبارت یا نام حاصل ہو اسی طرح درمیاں کے حرفوں یا آخر کو بھی جمع کرنے سے یہی بات حاصل ہوتی ہے مثلاً ؎

در دو غم داغ ہجر رنج فراق	وقف دل بل بے حوصلہ دل کا
سخت تڑپے ہے اب کروں کس سے	تجھ سوا ہجر میں گلہ دل کا

اِن چاروں مصرعوں کے حروف اول کو جمع کرنے سے لفظ دوست بنتا ہے۔

نوٹ۔ اساتذہ کے بعض اشعار جن میں متروک الفاظ پائے جاتے ہیں محض نقطۂ امتیاز و تفاوت کو مدنظر رکھ کر درج کیے گئے ہیں مولف

استعارہ و مبالغہ

استعارہ - اسے کہتے ہیں کہ مشبہ کو متروک کریں اور مشبہ بہ کو ذکر کرکے اس سے مشبہ کا ارادہ کریں جیسے سانپ یا سنبل کو ذکر کرکے اُس سے زلف معشوق مراد لیں۔

مثلاً ؎ او خال رخ یار تجھے ٹھیک بنانا
جا چھوڑ دیا حافظ قرآن سمجھ کر

یہاں حافظ کو خال سے اور قرآن کو رخ یار سے استعارہ کیا ہے۔

مبالغہ - اسے کہتے ہیں کہ وصف کی شدت یا ضعف کا اس حد تک دعوےٰ کیا جائے کہ وہاں تک رسائی محال یا بعید از قیاس ہو۔ جس سے سامع کو یقین ہو جائے کہ اس کی شدت یا ضعف کا مرتبہ باقی نہیں رہا۔

اس کی تین قسمیں ہیں۔ ۱ تبلیغ۔ ۲ اغراق۔ ۳ غلو۔

تبلیغ - اسے کہتے ہیں جو حسب عادت و عقل ممکن ہو۔

مثلاً ؎ پہنچے ہم آرزوئے وصل میں نزدیک مرگ
سوجھی ہے شکل ملاقات بہت دور ہیں

اغراق - وہ ہے جو باعتبار عقل ممکن اور بلحاظ عادت ناممکن ہو۔

مثلاً ؎ اب یہ حالت ہے کہ ان سا بیدرد
میرے بچنے کی دعا مانگے ہے

غلو - جو عقلاً اور عادتاً دونوں طرح محال ہو۔

مثلاً ؎ بجائے لہو کے ہیں دریا بہاؤں یہ کشتی فلک کی لہو میں ڈباؤں

کہ اسے لہو کا دریا بہانا اور اس میں کشتی فلک ڈبونا از روئے عقل و عادت محال ہے

اگر قرینہ عدم ارادہ معنی موضوع لہٗ پر دلالت کرے تو اس کو مجاز اور اگر معنی موضوع لہٗ

بھی جائز ہو تو اس کو کنایہ کہتے ہیں۔

کنایہ ۔ لغت میں ترک تصریح کو کہتے ہیں اور اصطلاح میں اس لفظ یا عبارت کو کہتے ہیں جس کے لازم معنی کا ارادہ جواز معنی ملزوم کے ساتھ کیا جائے۔ مجاز میں ارادہ لازم کا ساتھ عدم ارادہ ملزوم کے شرط ہے اور کنایہ میں دونوں جائز ہیں۔ اس لئے مجاز بجائے جزو کے ہوا اور کنایہ بجائے کُل کے۔

مجاز میں معنی حقیقی اور مجازی کے درمیاں علاقہ ضروری ہے۔ اس لئے اگر تشبیہ کی علامت ہو۔ تو اس کو استعارہ۔ اور تشبیہ کے علاوہ کوئی اور علاقہ ہو تو اس کو مجاز مرسل کہیں گے۔ اور علم بیان کا مدار انہیں چار اصول یعنی تشبیہ۔ استعارہ۔ مجاز مرسل۔ کنایہ پر ہے۔

تشبیہات

بالاختصار مثال کے طور پر چند تشبیہات درج کرتا ہوں۔

قد۔ سرو۔ صنوبر۔ شمشاد۔ سرو سہی۔ سرو آزاد۔ طوبے۔ شاخ طوبے۔ شاخ گل۔ نخل۔ گلبن۔ نہال۔ تیر۔ وغیرہ۔

خرام۔ بہار۔ برق۔ نسیم صبح۔ نسیم سحر۔ نسیم۔ صبا۔ شمیم گل۔ نرمیٔ فتارِ آب

موئے سر۔ نیم شب۔ سرِ شب۔ شب دیجور۔ شب یلدا۔ ظلمات۔ مشک۔ عنبر۔ شام۔ دام مشکیں۔ ابر سیاہ۔ وغیرہ۔

فرق سر۔ راہ ظلمات۔ خط استوا۔ خط کہکشاں۔ برق درخشاں وغیرہ۔

زلف۔ سنبل۔ دستۂ سنبل۔ ریحاں۔ زنجیر۔ طناب۔ مار۔ کمند۔ مشک۔ شام۔ شب۔ عمر دراز۔ حبش۔ تازیانہ۔ عقرب۔ عنبر۔ دود۔ لام۔ میم۔ چوگاں۔ چلیپا۔ ابر سیاہ۔ قلاب۔ دام۔ پابدام۔ ہندو۔ کافر۔ خطا۔ ختن۔ تتار۔ چین

تا تار - وغیرہ -

رخ - ماہ - آفتاب - شمع - چراغ - مصحف - گل - کعبہ - مشعل - شعلہ - طور - تجلّی طور - لالہ - ارغوان - صبح - روز - بہشت - باغ - ارم - گلشن - گلستاں - گلزار - چمن - وغیرہ -

خال - ہندو - زنگی بچہ - حبشی زادہ - مشک دانہ - دانہ اسپند - دانہ باروت سویدا - مردمک - زاغ - حجرالاسود - تخم سیب - فلفل - نقطہ - وغیرہ -

جبیں - آئینہ - لوح سیمیں - لوح محفوظ - ماہ - ہلال - بدر - ماہ نو - خورشید - زہرہ - مشتری - سہیل - وغیرہ -

چین پیشانی - تیغ - رگِ گل - موج - وغیرہ -

ابرو - محراب - ہلال - کمان - قوس قزح - ذوالفقار - شمشیر - خنجر - حلقۂ کمند طاق - کلید - ہلال عید - نون خط نسخ - وغیرہ -

چشم - بادام - نرگس - بادام سیاہ - ترک - ہندو - زہرہ - بابل ماروت - سامری - ساحر - جادوگر - فسوں گر - جام - ساغر - آہو - غزال - حرف صاد - حرف عین - وغیرہ -

مژگاں - خنجر - تیغ - ستاں - تیر - خار - سوزن چنگل - شاہین - خدنگ - پیکاں - نیش - نشتر - وغیرہ -

گردن - صراحی - دستہ عاج - بیاض صبح - گردن آہو - مینا - وغیرہ -

بینی - الف - غنچہ - نرگس - غنچہ خوشبو - غنچۂ گل - شاخ گل - شاخ بادام - دم خنجر - وغیرہ -

لب - غنچہ - برگ گل - رگ گل - آبِ حیات - خرما - پستہ - موج آبِ حیات - موج کوثر - موج نسیم - موج شراب - رشتۂ مریم - رشتۂ جاں مسیحا - شہد

شکر - نبات - قند - لعل - یاقوت - عقیق - مرجان - ہلال - سہیل - آتش - شفق - خاموش - اخگر - وغیرہ -

خط - بنفشہ - ہندو - ریحان - زُمرّد - خط ریحان - خط غبار - نامہ خضر - سبزہ - مورچہ - ہالہ - زنگ - حبش - عنبر - مشک - جدول مشکیں - جدول عنبریں - جدول زنگاری - تفسیر - زرہ - وغیرہ

دہان - غنچہ - پستہ - انگشتری - جوہر خرد - نقطۂ موہوم - صفر - عدم - صدف - قطرہ - تنگ شکر - حقۂ مروارید - حقۂ مرجان - حقہ یاقوت - حقہ لعل - میم - دل مور - چشم - نمک داں - کوہ نبات - وغیرہ -

دندان - گوہر - دُر - ژالہ - الماس - انجم - دانہ انار - عقد پرویں - عقد گوہر - سلک مروارید - غنچہ یاسمیں - بادام مقشر - غنچہ نسترن - وغیرہ -

خندہ و تبسم - برق - لمعہ برق - شکریں - نمکیں - غنچۂ نیم شگفتہ - صبح - وغیرہ -

زنخداں - سیب - شفتالو - گوئے سیمیں - شمامہ - دستنبویہ - بہی - سیب جنت - سیب سمرقند - وغیرہ -

چاہ زنخ - حلقہ ہائے مہملہ و چاہ ذقن - وغیرہ -

غبغب - گرداب آبی - بہی - طوق - وغیرہ -

برو دوش - آئینہ - صبح - صفائی صبح - سیم - یاسمیں - سمن - نسریں - نسترن - صبح بہار - وغیرہ -

بازو - سیم سادہ - گنج سیم - وغیرہ -

ساعد - گلدستہ - شاخ گل - ماہی - سیمیں - وغیرہ -

پنجۂ حنائی - آفتاب سحر - پنجۂ مرجان - شفق - پنجۂ گل - ورق گل - پنجۂ خورشید

کف دست - برگ گل - مرہم دریا - وغیرہ -

ناخن تراشیدہ - ہلال -
ناخن غیر تراشیدہ - بدر - آئینہ - وغیرہ -
سر انگشت حنائی - غنچۂ گل - فندق - عناب - گل اورنگ - قطرہ خون وغیرہ
انگشت خمیدہ - ہلال یک دو شبہ - وغیرہ -
لطف - ابر دریا - چشمہ کوثر - چشمہ آبحیات - باغ جنت - باران رحمت وغیرہ
خلق - مشک - کافور - نسیم صبح - باد بہاری - شمیم - باغ گلستاں - بہشت عطر - وغیرہ -
قہر و غضب - برق - آتش دوزخ - باد سموم - باد صرصر - سیلاب فتنہ - صور قیامت - باد خزاں - طوفان باد - وغیرہ وغیرہ -

مناسبات

جب کوئی ناثر یا ناظم کسی کی تعریف یا مذمت لکھتے ہیں ایسے الفاظ استعمال کرتا ہے - جو اس کے لئے لازم و واجب ہوں اور ان کو بخوبی رعایت رکھنا ہے - تو ان الفاظ کو مناسبات کہتے ہیں - بطور اختصار چند مناسبات ذیل میں درج کئے جاتے ہیں -

حسن - بے مہری - بیوفائی - خود بینی - خود نمائی - خود آرائی - عشوہ - غمزہ - کرشمہ - ناز - نزاکت - چالاکی - سفاکی - سنگدلی - خوبی - جلوہ - محبوبی - شوخ چشمی - وعدہ خلافی دلبری - دلربائی - دلآزاری - فتنہ انگیزی - جفا کاری - خونریزی - تغافل شعاری وغیرہ
عشق - بیتابی - بیخوابی - انتظار - درد - سوز و گداز - کوہ نوردی - جنوں - گلریز - نیاز - تمنا - سراسیمگی - حیرانی - وحشت - پریشانی - سودا - کاہش - حسرت - پیغام موت - بلائے جاں - نکتہ - راز - اعجاز - ناوک - خنجر - نشان خدا - فسوں - آئیں ارباب صفا -

فتراک ۔ وغیرہ ۔

فقر ۔ صبر ۔ توکل ۔ تحمل ۔ مراقبہ ۔ مشاہدہ ۔ عبادت ۔ ارادت ۔ طریقت ۔ ریاضت ۔ پرہیز گاری ۔ شریعت ۔ معرفت ۔ حق ۔ راستی ۔ علم الیقین ۔ عین الیقین ۔ حق الحق ۔ وغیرہ ۔

امارت ۔ جاہ وجلال ۔ حشمت ۔ اقبال ۔ مکنت ۔ سخاوت ۔ شجاعت ۔ عزم جزم ۔ شان شوکت ۔ فتح ۔ نصرت ۔ رعیت پروری ۔ کرم گستری ۔ ایثار ۔ مکرمت ۔ کشورکشائی ۔ لشکرآرائی ملک داری ۔ علم افرازی ۔ وغیرہ

باغ وبہار ۔ ریاحین ۔ اشجار ۔ نسیم ۔ باد صبا ۔ گل ۔ غنچہ ۔ گلاب ۔ نرگس ۔ یاسمن ۔ بنفشہ ۔ باد سحر ۔ سرو ۔ شمشاد ۔ صنوبر ۔ بلبل ۔ فاختہ ۔ قمری ۔ آب رواں ۔ نہر ۔ حوض ۔ گلزار ۔ سبزہ زار ۔ نارنج ۔ بہی ۔ انار ۔ وغیرہ وغیرہ ۔

برشگال ۔ ابر ۔ باراں ۔ رعد ۔ برق ۔ صاعقہ ۔ ژالہ ۔ شبنم ۔ آب ۔ سیل ۔ بارش ۔ وغیرہ وغیرہ ۔

علم ۔ صفحہ ۔ شیرازہ ۔ نوشت وخواند ۔ قلم ۔ کلک ۔ کاغذ ۔ نسخہ ۔ اخلاق ۔ ادب ۔ منطق ۔ حکمت ۔ ریاضی ۔ معقول ۔ منقول ۔ رموز ۔ اصطلاح ۔ صرف ۔ نحو ۔ املا ۔ جرثقیل ۔ تاریخ ۔ مناظرہ ۔ تختہ ۔ جزو ۔ تفسیر ۔ کلام ۔ اصول ۔ فقہ ۔ نثر ۔ نظم ۔ عروض ۔ قافیہ ۔ بدیع ۔ مساحت ۔ ہندسہ ۔ اقلیدس ۔ جبرومقابلہ ۔ وغیرہ وغیرہ

نوٹ ۔ مناسبات وتشبیہات ہزاروں مستعمل ہیں ۔ یہاں فقط مثال کے طور پر اندراج کیا گیا ہے ۔ مولف

ردیف و قوافی

ردیف۔ کسی حرف یا کلمۂ مستقل کو کہتے ہیں ۔جو آخر شعر میں بعد قافیہ واقع ہو۔ ردیف اور نظموں میں بھی آتی ہے مگر اتنی نہیں جتنی غزلوں میں۔ **قافیہ** کے بعد **ردیف** کا چسپاں ہونا خاص لطف پیدا کرتا ہے ۔ یہ ضرورت نہیں کہ ردیف ہر بیت میں ایک ہی معنی پیدا کرے اگر معنی مستقل کے خلاف اور معنی پیدا کرے تو مضائقہ نہیں بعض شعروں میں ردیف کو قافیہ سے پہلے لانا بھی جائز کیا گیا ہے جیسے **حاحب** کہتے ہیں لیکن اگر ردیف دو قافیوں کے درمیاں واقع ہو تو **مستحسن** ہے ۔

قافیہ

قافیہ۔ اصطلاح شعرا میں چند حروف و حرکات کے مجموعہ کو قافیہ کہتے ہیں۔ جس کی تکرار الفاظ مختلف کے ساتھ غیر مستقل طور پر آخر مصرعہ یا آخر بیت میں (یا ایسی جگہ پر جو بمنزلہ آخر کے ہو) پائی جائے ۔یعنی جتنا جزو کسی لفظ کا حروف قافیہ میں محسوب ہو سکتا ہو ۔ اتنا ہی ہر بیت میں مکرر آئے ۔ اور وہ اختلاف الفاظ و معنی کے اعتبار سے ہو یا فقط الفاظ کے یا صرف معنی کے اعتبار سے ہو۔ جیسے **آسمان** اور **درمان**۔ اگرچہ دونوں الفاظ لفظی و معنوی اعتبار سے مختلف ہیں۔ مگر **الف** و **نون** کے ماقبل کی حرکت کی تکرار دونوں لفظوں میں یکساں ہے ۔ یا جیسے **محبت** و **الفت** ۔ **فرصت** و **مہلت**۔ اگرچہ با عتبار معنی ایک ہیں لیکن با عتبار لفظ مختلف ہیں۔ ۔یا جیسے **بار** (بمعنی رسائی) **بار** (بمعنی پھل) اگرچہ با عتبار لفظ ایک ہیں مگر معنی کے اعتبار سے دو لفظ ہیں۔

اور جو لفظ یا الفاظ مستقل ہیئت و متحد المعنی ہو کر اواخر ابیات میں واقع ہوتے

ہیں انہیں قافیہ نہیں بلکہ ردیف کہتے ہیں۔

البتہ مطلعوں اور مثنوی میں جہاں ہر مصرعہ بیت اور رباعی میں قافیہ ہوتا ہے اس کا شمار ردیف میں نہ ہوگا۔ لیکن جہاں فقط مصرعہ ثانی میں قافیہ ہوتا ہے جیسے قطعات کے آخر مصرعہ میں قافیہ آتا ہے۔ اور رباعیات کے تیسرے مصرعہ میں قافیہ نہیں ہوتا۔ یا قصیدہ و غزل کی وہ ابیات جو مطلع کے بعد واقع ہوں۔ اور یہ شرط اواخر ابیات میں تمام اصناف سخن سے متعلق ہے۔ بعض شعروں میں ردیفیں ایسی لمبی ہوتی کہ تمام مصرعہ فقط قافیہ اور ردیف ہی پر مشتمل ہوتا ہے جیسے۔ رباعی

گھر پاس نہیں کہ یار پاس آئے مرے   زر پاس نہیں کہ یار پاس آئے مرے
پہلے ہی میں کر چکا ہوں طالب قرباں   سر پاس نہیں کہ یار پاس آئے مرے

یا جیسے ؎

بلبل ہوں صحن باغ سے دور اور شکستہ پر   پروانہ ہوں چراغ سے دور اور شکستہ پر

قافیوں کے آخر حروف جن پر مدار قافیہ ہوتا ہے نہیں بدلتے اور بحالت سکون حرف روی ماقبل کی حرکت بھی نہیں بدلتی۔ ماقبل روی کی حرکت بدلنے کو اختلاف توجیہ کہتے ہیں۔

حروفِ قافیہ

حروف قافیہ تعداد میں نو ہیں جو اس قطعہ میں درج ہیں۔

قافیہ در اصل یک حرف است و ہشت آں را تبع   چار پیش و چار پس ایں مرکز آنہا دائرہ
حرف تاسیس و دخیل و ردف و قید آنگہ روی   بعد ازاں وصل و خروج است مزید و نائرہ

جس حرف پر قافیہ کی بنا ہے وہ حرف روی کہلاتا ہے۔

روی - قافیہ کے حرف آخر و اصلی یا جو بمنزلہ حرف آخر کے ہو اسے **روی** کہتے ہیں۔ مثلاً **اثر** اور **ثمر** کی رے کو حرف **روی** کہیں گے یا جیسے ؎

پاس دل رکھتا ہے منظور نظر ہر آئینہ — نیک و بد سے پیش آتا ہے برابر آئینہ

یہاں ہر اور بر کی ر حرف روی ہے۔

محقق طوسی علیہ الرحمہ نے بھی **روی** کی دو قسمیں بیان کی ہیں ۱؎ **روی مفرد** ۲؎ **روی مضاعف** - لیکن **روی مضاعف** کو ردف میں شمار کیا جاتا ہے۔

تاسیس۔ اس **الف** کو کہتے ہیں کہ **روی** اور اس کے درمیان ایک متحرک واسطہ ہو جیسے **کامل** - **شامل** وغیرہ میں **الف** حرف تاسیس اور لام حرف روی مفرد ہے۔

دخیل - اس حرف متحرک کو کہتے ہیں جو خواہ مفتوح ہو مکسور ہو یا مضموم او تاسیس اور روی کے درمیاں واقع ہو جیسے **کامل** اور **شامل** کا میم - مگر یہ ضروری نہیں کہ **شامل** کا قافیہ **کامل** ہی ہو بلکہ **دل** - **عامل** - **منزل** - **مشکل** وغیرہ قافیہ لا سکتے ہیں اس لئے حرف **دخیل** کی تکرار واجب نہیں۔ البتہ اگر مطلع میں **تاسیس** و **دخیل** کی تکرار واقع ہو تو تمام ابیات میں التزام ضروری ہے۔

ردف - روی کے قبل حروف مدہ میں سے کوئی حرف بغیر واسطہ واقع ہو تو اسے ردف کہتے ہیں - خواہ **الف** ساکن ماقبل اس کا مفتوح ہو یا **واو** ساکن ماقبل اسکا مضموم یا **ے** ساکن ماقبل اس کا مکسور ہو - جیسے **جام** اور **خام** کا الف - **نور** اور **حور** کا **واو** - **پیر** اور **تیر** کی **ی** شعرائے متقدمین کے کلام میں خصوصاً فارسی میں **واو معروف** اور **واو مجہول** - **یائے معروف** و **یائے مجہول** کا اجتماع اکثر پایا جاتا ہے - جیسے **نور** کا قافیہ **گور** - **آرزو** کا قافیہ **کہو** - **دید** کا قافیہ **سفید** اور **تاخیر** کا قافیہ **دیر** وغیرہ لیکن فصحائے متاخرین کے نزدیک ناجائز ہے - **متقدمین** بھی فارسی والوں کی تقلید سے لکھ جاتے تھے - لیکن آجکل بالاتفاق متروک کیا گیا ہے۔

ردف زائد یا روی مضاعف۔ اسے کہتے ہیں کہ حرف مدہ اور روی کے درمیاں بالواسطہ واقع ہو۔ جیسے چاند اور ماند کا نون۔ دوست اور پوست کا سین شیفتہ اور فریفتہ کی ف۔

اور اس ردف زائد کے لئے چھ حروف بہ مخصوص ہیں۔ جن کے مجموعہ سے یہ کلمہ شرف سخن مرکب۔ (ش ۔ ر۔ ف ۔ س ۔ خ ۔ ن) یا یوں کہئے (خا و را و سین و شین و فا و نون)۔

قافیہ میں یائے مجہول و یائے معروف کا اجتماع بھی درست نہیں۔ فارسی لغات بہار عجم وغیرہ میں شمشیر بیائے مجہول ہے اور وجہ تسمیہ کلمہ شم بمعنی ناخن اور لفظ شیر سے مرکب ہونا لکھا ہے۔ لیکن تمامتر فارسی گو شعرا کے کلام میں بیائے معروف اور اُردو میں بھی بیائے معروف ہی آجتک مستعمل ہے

میر و سودا کے زمانہ سے امیر و داغ کے وقت تک باستثنائے جناب جلالؔ مرحوم سب کے سب تیر و زنجیر کا قافیہ شمشیر لاتے رہے ہیں۔ دیر کا قافیہ شمشیر درست نہیں۔ شعرائے عرب نے اختلاف ردف کو جائز قرار دیا ہے۔ لیکن یہ اختلاف ردف اُردو فارسی میں معیوب ہے۔ باستثنائے چند شعرائے فارس نے گو بصورت امالہ اختلاف ردف کو جائز کیا ہے لیکن متاخرین کے نزدیک قطعی نادرست ہے۔ مثلاً عمود کا قافیہ حمید اور حجاب کا قافیہ حجیب بروزن شکیب یا رکاب کا قافیہ رقیب ہرگز جائز نہیں۔ البتہ اگر حرف ردف کے ماقبل کی حرکت موافق نہ ہو۔ جیسے واو بجائے مضموم ہونے کے مفتوح یا ی بجائے مکسور ہونے کے مفتوح ہو مثلاً غَور و جَور۔ غَیر و خَیر وغیرہ۔ تو ایسی ی اور واو پر اطلاق ردف نہ ہوگا بلکہ ان حروف کا واسطہ قید سے ہوگا۔ چونکہ باعتبار تلفظ واو معدولہ کا وجود کالعدم ہے اس لئے حروف و حرکات قافیہ پر اس کا اثر نہیں۔ جیسے خواب کا قافیہ باب۔

شباب وغیرہ۔

قید۔ اگر روی کے قبل کوئی حرف ساکن بغیر واسطہ واقع ہو تو اسے قید کہتے ہیں۔ بشرطیکہ وہ حرف مدہ سے نہ ہو۔ جیسے رزم۔ بزم اور نرم۔ گرم وغیرہ۔

عربی میں بہت حروف باعتبار کثرت حکم قید میں آتے ہیں۔ لیکن فارسی میں فقط یہ دس حروف ہیں۔ مثلاً

بود دہ بلفظ عجم حرف قید بلفظ عرب گرچہ باشد کثیر
بود با و خا۔ را و زا سین شین دگر غین و فا۔ نون و ہا۔ یاد گیر

اساتذہ نے قریب المخرج حروف کے ساتھ اختلاف قید کو جائز رکھا ہے تاکہ قبح نمایاں نہ ہو۔ مثلاً۔ سعدیؒ

چہ مصر و چہ شام و چہ برو چہ بحر ہمہ روستا نید و شیراز شہر

اب مذکورہ بالا چار حروف تو قبل روی آتے ہیں انکے علاوہ جو بعد روی آتے ہیں۔ انکا بیان کیا جاتا ہے۔

وصل۔ جو بلا فصل روی کے بعد آجائے اسے وصل کہتے ہیں۔ لیکن علیحدہ کوئی کلمہ نہ ہو ورنہ اس کا شمار ردیف میں ہو گا۔ مثلاً حیرانی و پریشانی۔ کی ی۔ پکارا۔ اتارا۔ کا الف۔ کہو اور رہو کا واو۔

فارسی میں وصل کے دس حرف یہ ہیں۔ قطعہ

دہ بود وصل فارسی گورا الف و دال و کاف و ہا یا
حرف جمع و اضافت و مصدر حرف تصغیر و رابطہ است دگر

مثلاً۔ اندھیرا۔ سویرا۔ یا بد۔ تا بد۔ عیارک۔ دلدارک۔ نظارہ۔ اشارہ۔ دیدہ۔ شنیدہ۔ زردی۔ سردی۔ تصویریں۔ زنجیریں۔ بہارم۔ نگارم۔ مردن بردن تشنگی۔ گرسنگی۔ باغچہ۔ راغچہ۔ اٹھالو۔ سنبھالو۔ وغیرہ۔

بارش و خارش کے شین کو اکثر نے حرف وصل قرار دیا ہے اور بعض کے نزدیک شین کو روی قرار دیکر الف اور ر۔ کو تاسیس و دخیل سمجھا گیا ہے۔ دراصل اختلاف وصل ہرگز جائز نہیں۔

محقق طوسی علیہ الرحمہ نے وصل کی تعریف کی ہے کہ ساکن ہو اور روی کو متحرک بنادے۔ اور اگر وصل خود متحرک ہوگیا تو داخل ردیف سمجھا جائیگا۔ مثلاً

بجیرتم زدو چشم رمیدہ آہوئش کہ رم نمیکند از حلقہ ہائے گیسوئش

یہاں آہو اور گیسو کو قافیہ اور ئش کو ردیف کہنا پڑیگا۔ لیکن برعکس اس کے اُردو شاعری میں حرف وصل کو ساکن اور متحرک دونوں طرح جائز رکھا ہے۔ مثلاً ؎

"لشکر کی صفیں آ کے نقیبوں نے جمائیں دریائے بلا خیز کی موجیں نظر آئیں"

دردِ دل سے کبھی نالہ جو کر اٹھتا ہوں میں آسماں چرخ میں آتا ہے زمیں پھٹتی ہے

کس کی دیوار کے سایہ کا میں دیوانہ ہوں میری پرچھائیں سے دیوار پرے ہٹتی ہے

یہاں بھی ئیں۔ تی میں حرف وصل متحرک ہے داخل ردیف نہیں ہوگا۔

خروج۔ جو بلا فصل حرف وصل کے بعد آئے اُسے خروج کہتے ہیں۔ مثلاً چاہیں کیونکر۔ نباہیں کیونکر میں نون آخر کا حرف خروج اور کیونکر ردیف ہے۔ یا جیسے جانا۔ آنا۔ ستانا۔ چلانا۔ کا (الف)۔

مزید۔ جو بلا فصل خروج کے بعد آئے۔ اُسے مزید کہتے ہیں مثلاً بلائیں آئیں۔ گھٹائیں آئیں۔ میں لام اور ٹ حرف روی۔ الف حرف وصل۔ ہمزہ حرف خروج ی حرف مزید اور آئیں ردیف ہے۔

نائرہ۔ جو بلا فصل حرف مزید کے بعد آئے اُسے نائرہ کہتے ہیں۔ مثلاً منائیں جاکر۔ سنائیں جاکر میں نون حرف روی۔ الف حرف وصل۔ ہمزہ حرف خروج۔ ی حرف مزید۔ ں حرف نائرہ۔ اور جاکر ردیف ہے۔

روی کے بعد جتنے بھی حروف آئینگے اُن میں اختلاف نہ ہونا چاہئے۔ اور قافیہ میں ردف وقید کا اختلاف بھی درست نہیں۔ البتہ تاسیس و دخیل کا التزام اختیاری ہے۔ اس کے علاوہ ایسے بھی قافئے بہت ہیں جن میں تاسیس۔ دخیل۔ ردف۔ قید کی بجائے ایسے حروف کی تکرار واقع ہوئی ہے جو حدود قافیہ سے باہر ہے مثلاً رحمت اور زحمت۔ دقت اور رقت۔ وغیرہ میں مجبوراً ت کو حرف روی قرار دیا جائیگا۔ اور باقی حروف مکررہ پر تاسیس دخیل ردف قید کی تعریف صادق نہیں۔ اگرچہ ان حروف کی تکرار ازروئے علم قوافی قافیہ میں داخل ہے۔ لیکن یہاں فقط ان کا شمار لزوم مالایلزم میں کیا گیا ہے۔ اور کوئی نام مقرر نہیں اس لئے یہ علم قوافی میں نقص پایا جاتا ہے۔ کیونکہ ایسے قافئے بہت ہیں۔ اگر شاذونادر ہوتے تو مضائقہ نہ تھا۔ پھر علم قوافی کا نقص اب تک پورا نہیں ہوا شائد حرف روی کو مقدم سمجھکر باقی حروف کو نظر انداز کر دیا گیا ہے۔ لیکن جب کامل شامل وغیرہ قوافی میں تاسیس دخیل ردف اور قید کی بحث کو وسعت دی گئی ہے تو کیا وجہ کہ اس قسم کے قافیوں کی تکرار کو نظر انداز کیا جائے۔ ضرور کوئی نام مقرر کئے جاتے۔ اس سے معلوم ہوا کہ قافیہ کا مدار حرف روی پر ہے۔ ورنہ علم قوافی کا نقص سمجھا جائیگا۔ مثلاً کہیں۔ نہیں۔ یہیں۔ وہیں۔ کلام۔ سلام۔ حرکت۔ برکت۔ ہامان۔ سامان مغفور فغفور۔ زینت۔ طینت۔ جعفر۔ زعفر۔ پرکار۔ سرکار۔ علم۔ قلم۔ خیز۔ ریز۔ کتاب۔ شتاب وغیرہ وغیرہ قافیوں میں تکرار متحد ہے۔

حرکاتِ قافیہ

حرکات کو اِن چھ صورتوں میں بیان کیا گیا ہے جن کا تعلق قافیہ سے ہے۔

ع۱ رس ع۲ اشباع ع۳ حذو ع۴ توجیہ ع۵ مجریٰ ع۶ نفاذ

رس۔ حرکت ماقبل تاسیس کا نام ہے جیسے شامل۔ کامل۔ کا کاف اور شین متحرک ہے
اشباع۔ حرف دخیل کی حرکت کو کہتے ہیں خواہ حرکات ثلاثہ میں سے کوئی حرکت ہو مثلاً چادر۔ مادر۔ کا دال مفتوح۔ خاطر۔ شاطر۔ کی ط مکسور۔ تغافُل۔ تجاہُل کی ف اور ہ مضموم ہے۔ مگر اس صورت میں جب حرف روی متحرک ہو۔ جیسے :۔ شاعری۔ مادری میں ع۔ د متحرک ہے۔ ورنہ اختلاف اشباع جائز نہیں۔
حذو۔ ردف وقید کی حرکت ماقبل کا نام ہے۔ جیسے۔ بہار۔ غبار کی ہ اور ب متحرک۔ منظور۔ منصور۔ کی ظ اور ص متحرک۔ درد۔ زرد کا د اور ز متحرک ہے۔ اختلاف اشباع کی طرح اختلاف حذو بھی درست نہیں۔ البتہ جب حرف روی متحرک ہو تو جائز ہے۔ مثلاً رستہ۔ آہستہ میں ر اور ہ متحرک یا زہرا سہرا میں ز اور س متحرک۔ اختلاف حذو۔ ردف کے ساتھ بھی جائز نہیں۔ مثلاً طول اور ہَول کا قافیہ درست نہیں۔" البتہ باعتبار تلفظ چونکہ حروف قافیہ کا مدار تلفظ پر ہے۔ اس لئے وضو کا قافیہ سلمہ۔ قصداً کا قافیہ روشن لکھا جائے تو جائز۔ کیونکہ ضمہ اور تنوین باعتبار ہیئت تلفظ مستقل مانا گیا ہے۔" اگر حرکت واو۔ ی متخالف ہو تو ردف مبدل بہ قید ہو جائیگا۔ مثلاً لفظ طول کا واو حرف ردف۔ و ہول کا واو حرف قید اسی
توجیہ۔ روی ساکن کی حرکتِ ماقبل کو کہتے ہیں جیسے علم۔ قلم کا لام متحرک۔ یا ہم اور تم میں ہ۔ ت کی حرکت۔ کامل اور شامل میں بھی ماقبل روی م کی حرکت توجیہ کہلائیگی۔ مگر یہاں م حرف دخیل ہے۔ اس کی حرکت کو اشباع کہتے ہیں۔ اس لئے توجیہ اور اشباع کی تعریف میں کوئی فرق نہیں۔

ماہرانِ فن نے توجیہ کی جامع و مانع تعریف اس طرح کی ہے کہ روی ساکن کی حرکت ماقبل کا نام توجیہ ہے بشرطیکہ روی کے ساتھ حروف قافیہ میں سے اور کوئی حرف نہ پایا جائے۔ اگر روی کے علاوہ کوئی حرف قافیہ (یعنی حرف وصل) بھی ہو۔ تو اس صورت

میں بجائے توجیہ کے حرکت ماقبل روی کہنا صحیح ہے ۔
اور اشباع کی تعریف میں بھی یہ تخصیص کی گئی ہے کہ جن قافیوں میں حرف دخیل کے علاوہ حرف وصل ہوگا ۔ اور روی متحرک تو اس حالت مخصوص میں حرکت دخیل کو اشباع کہیں گے ۔ جیسے شاعری اور ظاہری ۔ اس لئے اختلاف توجیہ بہرصورت ناجائز ہے ۔ مگر جب حرف روی حرف وصل سے ملکر متحرک ہوگا تو اختلاف جائز ہے ۔ مثلاً کٹنا ۔ مٹانا ۔ گلی ۔ کھلی ۔ کٹی اور مٹی ۔ کا حرف اول متحرک مختلف ہے ۔ ایسی حالت میں اس ماقبل روی کی حرکت کو توجیہ نہیں کہتے ۔
کٹی اور مٹی ۔ مفتوح و مکسور کا اجتماع اور کٹنا ۔ مٹنا کی تکرار جائز نہیں کیونکہ اختلاف حرکت ماقبل روی اس حالت میں درست ہے جبکہ حرف روی وصل سے مل کر متحرک ہو جائے ۔ جیسے کٹی ۔ مٹی کا کاف اور میم متحرک ہے لیکن کٹنا اور مٹنا میں چونکہ حرف روی متحرک نہیں بلکہ وصل متحرک ہے ۔ اس لئے اختلاف ماقبل روی جائز نہیں ۔
مجریٰ ۔ حرف روی کی حرکت کو مجریٰ کہتے ہیں جیسے لڑے اور گڑے کی ڑ لیکن اختلاف مجریٰ بھی جائز نہیں ۔
نفاذ ۔ حرف وصل کی حرکت کو نفاذ کہتے ہیں ۔ جیسے بتائیں ۔ جلائیں ۔ میں حرکت ہمزہ اسی طرح خروج و مزید کی حرکت کو بھی نفاذ کہتے ہیں ۔ اور اختلاف نفاذ بھی ناجائز ہے ۔

اقسام روی

روی کی دو قسمیں ہیں ۔ ۱ مقید ۲ مطلق ۔ روی ساکن کو مقید اور متحرک کو مطلق کہتے ہیں ۔ اور ان دو قسموں کی بھی دو صورتیں بیان کی گئی ہیں ۔
اول یہ کہ سوائے روی کے اور کوئی حرف قافیہ شامل نہ ہو ۔ اسے مجرد کہتے ہیں

جیسے دَم اور خم ۔مقید مجرد۔ لڑے اور پڑے مطلق مجرد۔

دوم۔ یہ کہ علاوہ روی کے اور کوئی حرف قافیہ بھی پایا جائے۔ اس حالت میں روی کو قافیہ کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ جیسے مقید مجردہ۔ مقید مروفہ مقید موصولہ یا موسسہ اور مطلق مجردہ۔ مطلق مروفہ۔ مطلق موصولہ یا موسسہ اگرچہ روی کے ساتھ حرف قید بھی ہو تو مروفہ کہیں گے۔ اور اگر خروج مزید اور نائرہ بھی ہوں تو موصولہ کہیں گے۔

اقسام قافیہ باعتبار تقطیع

ع۱ مترادف۔ ع۲ متواتر۔ ع۳ متدارک۔ ع۴ متراکب۔ ع۵ متکاوس

مترادف۔ اس قافیہ کو کہتے ہیں جس کے آخر میں دو ساکن برابر جمع ہوں۔ جیسے یار۔ بہار۔ مزار۔ وغیرہ میں الف اور ر ساکن ہے۔

متواتر۔ وہ قافیہ ہے جس کے مابین دو ساکن کے ایک متحرک واقع ہو۔ جیسے دشمن۔ دامن۔ سوسن۔ گلشن۔ میں اول متحرک دوم ساکن سوم متحرک اور چہارم ساکن۔

متدارک۔ اس قافیہ کو کہتے ہیں جس کے درمیان دو ساکن اور دو متحرک واقع ہوں جیسے ولولہ۔ فیصلہ۔ قافلہ۔ حوصلہ۔ میں اول متحرک دوم ساکن سوم متحرک چہارم متحرک پنجم ساکن۔

متراکب۔ وہ قافیہ ہے جس کے مابین دو ساکن کے تین متحرک پیہم واقع ہوں۔ مثلاً ؎ ہر کہ جام از کف ساقی فگند شیشۂ زندگیٔ خود شکند

متکاوس۔ اس قافیہ کو کہتے ہیں جس کے درمیان دو ساکن کے چار حروف متحرک ہوں اُردو فارسی میں تو نہیں البتہ عربی میں اس کی مثال موجود ہے۔

عیوبِ قافیہ

۱۔ غلو ۲۔ تعدی ۳۔ اقوا ۴۔ اکفا ۵۔ سناد ۶۔ ایطا۔

غلو۔ اسے کہتے ہیں کہ باعتبار تقطیع ایک مصرعہ میں روی ساکن دوسرے مصرعہ میں متحرک ہو۔

تعدی۔ اگر حرف وصل ایک جگہ متحرک دوسری جگہ ساکن ہو تو اسے تعدی کہتے ہیں۔

اقوا۔ اصطلاح میں اختلاف حذو یعنی حرکت ماقبل ردف و قید اور اختلاف توجیہ کو کہتے ہیں۔ مثلاً طول۔ ہَول۔ غَیر۔ شِیر۔ دشت۔ زِشت وغیرہ میں اختلاف حذو اور دل۔ کاگل۔ میں اختلاف توجیہ۔ مگر یہ اختلاف اس صورت میں جائز ہوگا۔ جب حرف روی متحرک ہو۔

اکفا۔ اختلاف حرف روی کو کہتے ہیں۔ جیسے شک۔ سگ۔ مباح۔ سیاہ میں اختلاف روی۔ یہ عیب جس شعر میں ہو وہ شعر نہیں۔

سناد۔ اختلاف ردف و قید کو کہتے ہیں۔ جیسے نار۔ نور۔ دوست۔ گوشت میں اختلاف ردف۔ یا صبر۔ قہر میں اختلاف قید۔ قافیہ میں یہ اختلاف جائز نہیں۔ ایسے قافئے بھی ممنوع قرار دیئے گئے ہیں۔

ایطا

اصناف نظم میں ایطا کی بحث بھی تذکیر و تانیث کی طرح ایک بکھیڑے کی چیز ہے اس سے اکثر شعرا کو الجھن رہتی ہے۔ اور ناواقفیت کے سبب کلام کو عیوب سے پاک نہیں کر سکتے۔ اس لئے ضروری ہے کہ یہاں سیدھے سادے آسان طریقہ سے اس کا

بیان کیا جائے جو آسانی سے سمجھ میں آسکے۔

ایطا۔ قافیہ میں کلمہ آخر متحد المعنی کی تکرار کو کہتے ہیں۔ یعنی اگر اس کلمہ متحد المعنی کو قافیوں سے الگ کر دیا جائے تو جو الفاظ بامعنی باقی رہیں اُن میں حرف روی قائم نہ ہو۔ اس صورت میں **ایطا** کا اطلاق جائز ہوگا۔

اور اگر مزید علیہ متحد اللفظ۔ متحد المعنی ہو اور حرف روی بھی مشترک ہو تو ایطا نہیں۔

ایطا کی دو قسمیں ہیں۔ جلی۔ خفی۔

ایطائے جلی۔ اسے کہتے ہیں کہ قافیہ لفظاً و معناً مکرر ہو جائے۔ جیسے سخنور کا قافیہ ہنرور۔ ستمگر کا رفوگر۔ باغبان کا پاسبان۔ عقلمند کا دردمند۔ جفاکا کا زیاں کار وغیرہ۔

ان قافیوں میں ور۔ گر۔ بان۔ مند۔ کار۔ کلمہ صفت لفظاً و معناً ایک ہے۔ اس لئے مطلع کے دو قافیوں میں اِنکے اجتماع کو **ایطا** کہتے ہیں۔ البتہ متحد اللفظ مگر مختلف المعنی الفاظ ہم قافیہ ہو سکتے ہیں۔ جیسے تاب کا قافیہ شتاب۔ عتاب یا دار کا قافیہ سردار۔ دلدار۔ ہار کا بہار۔ دھار۔ زر کا گذر۔ سر کا بسر۔ سبیل کا سلسبیل۔ گڑ کا بگڑ وغیرہ ایطا نہیں۔

بہرحال اگر ایک قافیہ فارسی دوسرا ہندی ہوگا تو ایطا کا گذر ممکن نہیں جیسے شناسا کا قافیہ پیاسا۔ دانا کا قافیہ جانا۔ دکھانا۔ پانا اور ہنسایا کا قافیہ اُڑایا وغیرہ۔ اور عنبر کا قافیہ معنبر بھی لکھتے ہیں۔ مثلاً **ناصر** ؎

نہیں ہے عشق جو اُس گیسوِ معنبر کا
بجز کرنے ہیں ہر روز مشک و عنبر کا

مثلاً ناسخ ؎ باغ میں اس گل کو لے جاکر ہنسایا چاہیئے
کھلبنوں میں عندلیبوں کو اُڑایا چاہیئے

مثلاً نسیم ؎ آگے اُنکے فروغ پانا سورج کو چراغ ہے دکھانا

〃 اسیر ؎ غنچہ کا روبروئے دہن منہ بگڑ گیا
دیکھا وہ قد تو خاک میں شمشاد گڑ گیا

ایطائے خفی - وہ ہے جس میں کلمہ آخر متحد المعنی کی تکرار بادی النظر میں نمایاں نہو - اور جب حروف روی قافیوں سے نکالے جائیں تو مزید علیہ بامعنی باقی رہے - جیسے **دانا** کا قافیہ **بینا** - کاوش کا قافیہ **سازش** - **آنکھیں** کا قافیہ **نظریں** - اور حیراں کا قافیہ **سرگرداں** - **آب** کا قافیہ **گلاب** وغیرہ -

ایطائے جلی و خفی میں تھوڑا سا فرق ہے - اگر ایک قافیہ میں علامت جمع ان فارسی اور دوسرے میں علامت جمع ان ہندی ہو تو ایطا نہیں - جیسے **بتاں** کا قافیہ **ہڈیاں** - **ہندوستان** وغیرہ -

مثلاً - **فلق لکھنوی** ؎ زائل نہیں ہوئی تپ عشق بتاں ہنوز
جلتی ہیں سوز غم سے مری ہڈیاں ہنوز

〃 ناصر 〃 ؎ دیکھ کر حوروں کو انداز بتاں یاد آگیا
باغ جنت میں ہمیں ہندوستاں یاد آگیا

اسی طرح بحالت واحد اگر کوئی لفظ کسی لفظ کا ہم قافیہ ہو سکتا ہے تو جمع کی صورت میں بھی جائز ہوگا - جیسے **گھٹا** کا قافیہ **بلا** - بحالت جمع **گھٹائیں** - **بلائیں** - وغیرہ -

مثلاً داغ ؎ میکشو مژدہ کہ گھنگھور گھٹائیں آئیں
تم پہ رحمت ہوئی توبہ پہ بلائیں آئیں

و اللہ کا قافیہ بسم اللہ - یا رسول اللہ کا قافیہ بسم اللہ ایطا نہیں -

مثلاً وزیر لکھنوی ؎ میں سراپا مظہر اسم خدا واللہ ہوں
ہمصفیرو اِس چمن میں مرغ بسم اللہ ہوں

عروسِ سخن کو زیادہ قواعد کی زنجیروں میں جکڑنا عرصہ سخن کو تنگ کرنا ہے۔ اس لئے اگر اُردو میں حروف علت الف۔ واو۔ یا ے۔ میں سے کوئی حرف متحد المعنی بطور زوائد واقع ہو اور اس کے نکالنے سے حرف روی بھی قائم نہ ہو۔ تو میرے خیال میں ہم قافیہ لانا معیوب نہیں۔ جیسے سنا کا قافیہ کہا۔ چلو کا قافیہ اٹھو۔ جلی کا قافیہ کٹی وغیرہ۔ لیکن جلنا۔ کٹنا۔ چلنا۔ کہنا۔ سننا۔ کا ہم قافیہ ہونا البتہ جائز نہیں ہے۔

قافیہ معمولہ۔ بعض کے نزدیک عیوب میں داخل ہے۔ ہر شخص متحد الخیال بھی نہیں۔ اس لئے کوئی کلیہ قائم نہیں ہو سکتا۔ البتہ فصحاء کی زبان و اسناد پر عملدرآمد لازمی ہے۔

قافیہ معمولہ۔ ایک صفت ہے اور اس کی دو قسمیں ہیں۔ ۱۔ ترکیبی ۲۔ تحلیلی۔

ترکیبی۔ وہ ہے کہ ایک لفظ کے ساتھ دوسرا لفظ بڑھا کر قافیہ بنایا جائے۔ جیسے دیوانہ۔ کرینگے کا قافیہ پروا۔ نکرینگے۔ اچھا نہ کرینگے وغیرہ۔

تحلیلی۔ وہ ہے کہ ایک لفظ کے دو ٹکڑے کئے جائیں اور پہلے کو داخل قافیہ اور دوسرے کو شامل ردیف کریں۔ جیسے ڈر قافیہ سے ردیف کے ساتھ برسے (برسنے کے معنی میں) مثلاً ؎

گلے پٹے ہیں وہ بجلی کے ڈر سے　　الٰہی یہ گھٹا دو دن تو برسے

؎ یہ کہدو ابر باراں سے اگر برسے تو یوں برسے

کہ جیسے مینہ برستا ہے ہمارے دیدۂ تر سے

اب ہم عربی فارسی اور اُردو کے وہ علامات حروف و کلمات جو اسم کے ساتھ اول یا آخر ملانے سے **صفت** کے معنے پیدا کرتے ہیں۔ اور جن کلمات کے اجتماع سے قافیوں میں **ایطا** کا اطلاق ہو۔ بالاختصار تمثیلاً درج کرتے ہیں۔

علامات جو اول آنے سے صفت کے معنے پیدا کریں

بے - با - لا - نا - ہم - م -

مثال - بے علم - بے ادب - بے شعور - بے وقوف - با ادب - با سلیقہ - باتمیز لاعلم - لاجواب - نالائق - نابینا - ناپاک - ہم درد - ہم سبق - ہم عصر - مشکور - مجبور - ماثور - وغیرہ +

صفت مرکب دو اسم سے بھی ہوتی ہے:

وہ کلمات یا حروف ترکیبی جو آخر ملانے سے موصوف کی ذات پر دلالت کرتے ہیں یا جن سے صیغہ واحد کو ترکیب دیکر اسم فاعل بنایا جاتا ہے -

اور وہ جن کے مکرر آنے سے مطلع کے قافیوں میں **ایطا** کا اطلاق ہوتا ہے بالاختصار درج کئے جاتے ہیں - یوں تو ہزاروں حروف و کلمات عربی فارسی اور اُردو میں مستعمل ہیں لیکن یہاں صرف چند مثال کے طور پر لکھے گئے ہیں -

ا	و	ڑ	ی	تا	را	زا	سا	یا	رو	ری	گر
ور	جو	خو	یل	دہ	اک	ئی	وی	کن	ناک	گیر	کار
گار	ہار	سار	وار	گرد	نما	یلا	مند	ونی	انہ	وان	چی
باز	ان	نوش	یاب	گین	وڑا	اڑی	نواز	زور	فزا	ربا	ین
فگن	دان	بان	دار	یار	سار	ساز	خوار	سرا	کشا	ران	گون
وش	ویش	سوس	دوز	بین	ریز	بیز	خیز	سنج	فہم	کش	کُش
رس	پیما	آرا	فراز	افراز	افزا	فشاں	فرسا	فرما	خواہ	خواں	وانہ
واہا	نورد	گسار	شعار	پیرا	افروز	آموز	آمیز	افشاں	آگین	آزار	آویز
پرداز	پرور	بخش	انگیز	اندیش	فراموش	افگن	فروش	آب	چیں	گداز	خانہ
پیکر	کدہ	شناس	انداز	تر	چین	شکن	زن	سر	آر	کیش	کوش

تمثیلات

انمولا	دلارا	بینڈا	چھچھورا	چلبلا	لٹورا	لترا
کرارا	کلسرا	لڑاکا	ڈاکو	پٹو	نکھٹو	نکو
جھگڑالو	لیچڑ	اکھڑ	انگھڑ	دکھیا	بہروپیا	لنگوٹیا
ہٹیا	چپڑقناتیا	مونگیا	ہتیارا	پتیارا	دکھیارا	بیاہتا
دکھی	سکھی	بیری	ہٹیلا	رنگیلا	چھبیلا	پروانہ
دیوانہ	چرواہا	ہلواہا	کمتر	بہتر	خوشتر	ہیبت زا
فتنہ زا	جنوں زا	جبھ سا	جبیں سا	ناصیہ سا	حباب آسا	آئینہ رو
پری رو	شعلہ رو	ہنرور	سخنور	ستمگر	فسونگر	چارہ گر
جفا جو	دیوار جو	دلجو	عربدہ جو	بدخو	شعلہ خو	چٹیل
اڑیل	گھایل	صنودہ	زینت دہ	رونق دہ	زیب دہ	تسکین دہ
پیراک	چالاک	ہرجائی	یکجائی	کوہ کن	مہر کن	وحشت ناک
خوفناک	غمناک	دلگیر	گلگیر	عناں گیر	جفا کار	زیاں کار
مددگار	گنہگار	طلبگار	ہونہار	مرن ہار	شرمسار	ملنسار
امیدوار	سزاوار	تقصیروار	صحراگرد	جہاں گرد	قبلہ نما	رہنما

جلوہ نما	خودنما	دردمند	خردمند	حاجت مند	باتونی	افیونی
ماہانہ	روزانہ	یکسالہ	دہ سالہ	بھاگوان	یلوان	دغاباز
انٹی باز	قدمباز	جانباز	چالباز	پنکھیرو	کسیرو	اڑیمار
یارمار	حیران	سرگرداں	گریاں	مینوش	بلانوش	کمیاب
نایاب	شرمگیں	غمگین	اندوہگین	دلنواز	غریب نواز	بندہ نواز
کھلاڑی	اناڑی	شہ زور	سینہ زور	منہ زور	جرأت افزا	رونق فزا
دلربا	ہوشربا	نمکیں	شیریں	صید فگن	تیر فگن	سخن داں
رازداں	نگہباں	پیلبان	باغبان	پاسبان	زردار	وفادار
تاجدار	سایہ دار	زمیندار	اشکبار	خونبار	گوہربار	فسوں ساز
جلدساز	کرشمہ ساز	جعل ساز	غمگسار	میگسار	بادہ خوار	میخوار
غمخوار	غزلسرا	مدحت سرا	نغمہ سرا	مشکل کشا	عقدہ کشا	ستمران
جہازران	میگوں	گلگوں	لالہ گوں	ماہوش	پری وش	حوروش
درویش	جاسوس	جفاکوش	ستم کیش	دلدوز	جگردوز	خودبین
دوربین	ظاہربین	بلند پرواز	فلک پرواز	پوجاری	دکھیاری	خونریز
گلریز	ترنم ریز	آبرو ریز	نواسنج	سخن سنج	نغمہ سنج	عطر بیز
مشک بیز	عنبر بیز	طوفاں خیز	قیامت خیز	تلاطم خیز	حشر انگیز	شرر انگیز

فتنہ انگیز	نکتہ فہم	سخن فہم	میکش	جفاکش	دل کُش	محسن کُش
نکتہ رس	آسماں رس	حضور رس	جادہ پیما	فلک پیما	بادیہ پیما	خود آرا
معرکہ آرا	دلآرا	ستم آرا	سرفراز	سرافراز	شورافزا	زینت افزا
خونفشاں	گل فشاں	درفشاں	فلک فرسا	خامہ فرسا	ناصیہ فرسا	کرم فرما
جلوہ فرما	کارفرما	خیرخواہ	بہی خواہ	غزل خواں	ثنا خواں	مشعلچی
نقارچی	صحرانورد	کوہ نورد	دشت نورد	ستم شعار	غفلت شعار	نواپیرا
عمل پیرا	درس آموز	عبرت آموز	سبق آموز	حقارت آمیز	تبسم آمیز	شکوہ آمیز
پرافشاں	گل افشاں	شرر افشاں	حسرت آگین	انتظار آگین	دلآزار	مردم آزار
دلآویز	نغمہ پرداز	جنوں پرداز	انشا پرداز	بلا انگیز	نشاط انگیز	دور اندیش
عاقبت اندیش	سود فراموش	احسان فراموش	فرض فراموش	سیلاب	گلاب	آب
ناوک افگن	جلوہ افگن	گل فروش	قاش فروش	گل چیں	نکتہ چیں	سہل گزار
گوش گزار	میخانہ	بتخانہ	خلوت خانہ	حور پیکر	پری پیکر	عشرت کدہ
صنمکدہ	آتشکدہ	خندہ زن	نیش زن	بت شکن	دلشکن	دنداں شکن
شوریدہ سر	آشفتہ سر	مدہوش	بیہوش	خطا پوش	عیب پوش	گلستاں
بوستاں	ہندوستاں	روشناس	حق شناس	گل انداز	تیر انداز	برق انداز

وغیرہ وغیرہ

عیوب کلام

عیوب قافیہ کی طرح عیوب کلام کا التزام بھی مقدم اور احتراز لازم ہے۔
دراصل اعلےٰ درجہ کی فصیح نظم وہی ہے جس کی نثر نہ بن سکے۔ باعتبار وزن نظم اور ترتیب الفاظ کے اعتبار سے نثر ہو۔ مگر متقدمین سے متاخرین تک جس شاعر کا کلام دیکھا جائے باستثنائے چند اشعار ایسا اتفاق کم نظر آتا ہے۔ کیونکہ الفاظ کی تقدیم تاخیر کے بغیر نظم میں کام نہیں چل سکتا۔ تاہم حتے الامکان جن عیوب سے کلام کو پاک رکھنا لازمی وضروری ہے اس کی چھ قسمیں ہیں۔
۱ تعقید ۲ حشو وزوائد ۳ مقدرات بمحل ۴ شتر گربہ ۵ ذم کا پہلو ۶ مبتذل
تعقید۔ جہاں کوئی لفظ اپنی جگہ سے ہٹ گیا اور کلام میں گرہ پڑی۔ اور ایسی گرہ پڑی کہ سلجھنے کے قابل تھی اور نہ سلجھائی گئی تو اس عیب کو تعقید کہتے ہیں۔ اس کی چار قسمیں ہیں۔
۱ تعقید فاحش ۲ تعقید ناجائز ۳ تعقید جائز ۴ تعقید مستحسن۔
تعقید فاحش۔ یہ ہے کہ بیجا الٹ پھیر ان گھڑت ترکیب سے شعر بدنما ہو جائے۔ خراب پہلو پیدا ہوں۔

مثال ؎ " چھوڑ کر جاتے کہاں آپ ہیں بیمار مجھے
ہجر کا مرض ہے ڈالے نہ کہیں مار مجھے

اصلاح ؎ آپ جاتے ہیں کہاں چھوڑ کے بیمار مجھے
" مار ڈالے نہ کہیں ہجر کا آزار مجھے "

تعقید ناجائز۔ جو ادنےٰ الٹ پھیر سے نکل سکے اور محض عجز طبع یا غفلت سے نہ نکالی جائے۔

مثال ؎ "تجھے یہاں کس کام کو تم آئے کیا کرنے لگے"

اصلاح ؎ "تم یہاں کس کام کو آئے تجھے کیا کرنے لگے"

مثال ؎ "دل غریبوں کا کیوں دکھاتے ہو"

اصلاح ؎ "کیوں غریبوں کا دل دکھاتے ہو"

تعقید جائز۔ اسے کہتے ہیں جو نکالنے سے نکل نہ سکے اور زبان پر بھی گراں نہ گذرے شاعر کو قافیہ ردیف کی قید نے مجبور کیا ہو۔

مثلاً ؎ "لگا کر سان پر تو امتحاں لے سخت جانوں کا
ابھی محتاج ہے۔ قاتل تری شمشیر۔ پتھر کی"

تعقید مستحسن۔ یہ تعقید برائے نام ہوتی ہے۔ استفہام و تعجب کے محل پر اس میں خاص لطف پایا جاتا ہے۔ صرف تھوڑی سی تقدیم تاخیر عیب میں داخل نہیں ہو سکتی۔ تعقید کی اصل تعریف یہ ہے کہ الجھاؤ اور بیجا الٹ پھیر ہو۔ قاعدہ خود زبان کا پابند ہے۔ زبان ہر جگہ قاعدے کی پابند نہیں ہر کلیہ میں استثنا بھی ہوا کرتا ہے۔ اس لئے میری رائے میں تعقید کی بحث کو وسعت دیکر دائرۂ نظم کو گھٹانا اچھا نہیں۔ اکثر لوگ اسی طرح بولتے ہیں "کیا تم نے سنا نہیں۔ کیا تم وہاں گئے نہیں"۔

یا مثلاً ؎ "بتوں نے دل کو توڑا ہے تو ہی انصاف کر اس کا
الٰہی ہے خطا شیشہ کی۔ یا تقصیر پتھر کی"

اب وہ چند اسماء جن پر تعقید کا مدار ہے ان کا مختصر بیان بھی کر دینا ضروری ہے۔

فعل۔ اردو میں اپنی قریب و بعید وغیرہ علامتوں کے ساتھ فاعل و مفعول دونوں کے آخر آتا ہے۔ جیسے ہم نے سنا تھا۔ تم کو دیکھا تھا۔ وغیرہ۔

لفظ نہیں یا نون نفی ماقبل فعل سے ملا ہوتا ہے۔ اس لئے حتی الامکان یہ موقع الٹ پھیر نچا ہے۔ کہ ایک دوسرے سے دور جا پڑے۔ یعنی نہیں ہے کو اس طرح الگ

کر دیا جائے کہ نفی و اثبات کی تمیز باقی نہ رہے، قطعی منع ہے۔ ایسے عیب کو حتی الوسع دُور کر دینا چاہئے۔ مثلاً ؎ (تحقیقِ سخن)

"ہے دل اپنا اپنے قابو میں نہیں" (صحیح) "دل اپنا اپنے قابو میں نہیں ہے"

صفت - موصوف سے مقدم آتی ہے۔ جیسے اچھا شعر۔ اچھی طبیعت وغیرہ جہاں اس طرح نہ آسکے تو اور بات ہے اور آسکے تو فاصلہ نہ چاہئے۔ مثلاً ؎

"کیا طبیعت تم نے اچھی پائی ہے" صحیح "تم نے کیا اچھی طبیعت پائی ہے"

مضاقات الیہ - مضاف سے مقدم آتا ہے۔ جیسے زید کا گھوڑا۔ احمد کی کتاب قصیدے کا مطلع۔ غزل کا مقطع وغیرہ۔ حتی الامکان بیجا الٹ پھیر کو نکال لینا چاہئے۔

مثلاً ع "یہ مطلع ہے دیکھو قصیدے کا چست"

یوں چاہئے "قصیدے کا مطلع بھی لکھا ہے چست"

یا ع "یہ مقطع بھی ہے کیا غزل کا درست"

یوں چاہئے "غزل کا بھی مقطع ہوا ہے درست"

البتہ جہاں موقع ہو وہاں تقدیم تاخیر درست ہے مثلاً ؎

"چست مطلع تو نہیں ہے ایسا خیر مقطع ہے غزل کا اچھا"

عدد - معدود سے مقدم آتا ہے۔ جیسے ایک انار۔ دو باتیں۔ تین بادام۔ چار شعر وغیرہ اس کے برعکس انار ایک۔ باتیں دو وغیرہ نہ ہو۔ البتہ دو چار کے موقع پر یوں صحیح ہے مثلاً "شعر دو چار سنے تھے ہم نے"

مختصر یہ ہے تقدیم تاخیر الفاظ میں حتی الوسع موقع و محل پر نگاہ رکھنا ضروری ہے۔ زیادہ الجھاؤ اچھا نہیں۔

حشو و زوائد کا بیان اُوپر باب صنائع میں آچکا ہے لہٰذا تفصیل کی ضرورت نہیں۔

مقدرات

مقدرات کی دو قسمیں ہیں ۱۔ مستحسن ۲۔ معیوب۔

جہاں قرینۂ کلام کسی لفظ یا جملہ کے چھپا رکھنے کی اجازت دیتا ہے مقدرات مستحسن ہوتے ہیں۔ اور برخلاف اس انداز کے بے محل مقدرات و محذوفات معیوب ہیں۔ اکثر جگہ اسمائے اشارہ۔ حرف ندا۔ کاف بیانیہ وغیرہ کو مقدر کرنا پڑتا ہے۔ جیسے بت۔ صنم۔ ستمگر وغیرہ۔ چونکہ یہ معشوق کے خطابی الفاظ ہیں اشارے کے ساتھ استعمال کرنا چاہئے۔ ورنہ تخصیص کی جگہ تعمیم بے محل ہوجائیگی۔ مثلاً وہ بت۔ اس صنم۔ اے ستمگر وغیرہ کہنا چاہئے۔

مقدرات افعال مستحسن کی مثال یہ ہے۔ ؎

انیس ؎ "خاک سے ہے خاک کو اُلفت تڑپتا ہوں انیس
کربلا کے واسطے میں کربلا میرے لئے"

داغ ؎ "شرکت غم بھی نہیں چاہتی غیرت میری
غیر کی ہو کے رہے یا شب فرقت میری"

اسم مقدر مستحسن کی مثال ؎

ریاض ؎ "میکدہ میں حضرت واعظ کو آتے دیکھ کر
کچھ یونہی تھوڑی سی پی لی دل لگی کے واسطے"

اور تقدیر بے محل جس کا التزام و احتراز لازمی ہے۔

مثال "ہے تعجب ہمارے نالوں سے ہوگیا ہے خفا ستمگر آج"

اصلاح ؎ "ہے تعجب کہ میرے نالوں سے
ہے خفا مجھ سے وہ ستمگر آج"

شتر گربہ

شعرائے متقدمین سودا ۔ انشا وغیرہ کے وقت تک اس کا لحاظ نہ کیا گیا تھا لیکن مومن ۔ غالب ۔ ناسخ ۔ آتش وغیرہ کے زمانہ سے خیال کیا گیا ۔ یعنی میں کے ساتھ ہمارے ۔ آپ کے ساتھ تمہارے ۔ تم کے ساتھ تیرے وغیرہ کا آپس میں اجتماع ایک شعر کے اندر ٹھیک نہیں ۔ اسی عیب کا نام شتر گربہ رکھا گیا ہے ۔ البتہ جب الفاظ میں ایسا فاصلہ ہو کہ مخاطب اپنی علامت مخاطب سے دور پڑ جائے اور شتر گربہ جلد تمیز میں نہ آئے تو زیادہ معیوب نہیں مثلاً :-

وزیر ؎ "آئیو دامن اُٹھائے مدفنِ عشاق پر
ہاتھ لیجائے نہ کوئی تیرے داماں کی طرف

مومن ؎ "معشوق ہے آپ کی نرالی
یہ تم نے نئی ادا نکالی"

رفتہ رفتہ ان ترکیبوں سے لانا بھی کم کر دیا گیا ۔ میرا کے ساتھ اپنا بھی شتر گربہ ہو جاتا ہے ۔ جیسے ۔ "دل مرا ۔ جان مری ۔ تو اپنا لیکن جب اپنا ۔ میرا کے معنے میں نہ ہو تو شتر گربہ نہیں ہوتا ۔ جیسے "میں اپنا آپ دشمن ہوں مرا اپنا نہیں کوئی"

ذم کا پہلو

یہ ایسا بیڈھب پہلو ہے جس پر بے ساختہ مضحکہ کا موقع لوگوں کو مل جاتا ہے ذم کی دو صورتیں ہیں ۔ اول یہ کہ پورے شعر سے دو معنی نکلتے ہوں جنمیں ایک فحش یا قبیح ہو ۔ مثلاً ؎

"ہوا کا گزر بھی وہاں تک نہیں ہے ہوا اس طرح بند روزن کسی کا"

دوم یہ کہ شعر میں ایک یا چند الفاظ ایسے ہوں جن سے **فحش پہلو** پیدا ہو

مثلاً ؎ "ناف سے نیچے لٹکتا ہے کسی کا دامن

تھام لیگا ابھی مٹھی میں غبارِ عاشق"

اب - اے - یہ دو الفاظ بھی ایسے ہیں کہ دونوں کے اکٹھا ہونے سے جب دوسرا **الف** تقطیع سے گرتا ہے تو **ابے** ہوجاتا ہے۔

مثلاً ع "**بیتاب ہوں فرقت میں اب اے غیرت لیلی**"

گھسنا۔ ڈالنا ۔ وغیرہ بعض مصادر کے مشتقات سے بھی ذم کے پہلو پیدا ہوجاتے ہیں اس لئے حتی الوسع خیال رکھنا چاہئے ۔ جب یہ عیب نکل سکے تو نکالنا چاہئے۔"

معشوق کے لئے **رشک خور** اچھی صفت نہیں ہے تقطیع میں رشک خر بن جاتے دیر نہیں لگتی ۔ بجائے اس کے **رشک مہر۔ رشک خورشید** وغیرہ بہتر ہے۔ تخفیف کے ساتھ **رشک خور** لانا معیوب ہے۔"

پُر بمعنی بھرا ہوا آخر مصرعہ میں بلا ترکیب فارسی لانا اچھا نہیں ۔ البتہ پر آب پر درد وغیرہ اچھا ہے ۔ "لہو سے جام دل میرا ہے اب پُر" اس طرح لانا عیب ہے"۔

ایام کا لفظ بے موقع لانا جس سے قبیح پہلو نکلے عیب ہے۔ اسی طرح سبھوں کو آخر مصرعہ میں **اشباع واو** کے ساتھ لانا بھی **بھونکو** بن جائیگا ۔

مختصر یہ کہ ایسے الفاظ اور جملوں کا خیال رکھنا چاہئے جن کی ترکیب سے ذم کے پہلو نکلتے ہیں۔"

مبتذل

شاعری کا جوہر مذاق سلیم ہے یا مذاق سلیم کا جوہر شاعری ۔ مبتذل وہی مضامین ہیں جو مذاق سلیم سے کوسوں دور ہوں ۔ مثلاً معشوق کی تعریف اس طرح کرنا کہ

بازاری ثابت ہو - انگیا - محرم - گوٹا کناری - بٹیر بازی - مرغ بازی - پتنگ بازی وغیرہ مضامین کے شعر یا ایسے کلام کو جو ہزل سمجھا جائے - **مبتذل** کہتے ہیں - یہ عیب اور مذاق سلیم کے خلاف ہے - اکثر شعرا معشوق کی بیوفائی کا اظہار کرتے وقت ایسے الفاظ استعمال میں لاتے ہیں - مثلاً ؎

"سرِ محفل تمہارے بوسے لیتے ہیں عدو ہردم
تمہیں انصاف سے کہدو یہ کیسی بیحیائی ہے"

ایسی باتوں سے شاعر کے مذاق سلیم پر دھبہ آتا ہے اس لئے میرے خیال میں ایسے الفاظ سے احتراز اچھا ہے"۔

اصنافِ سخن

فارسی شاعری نے جن اصناف سخن کو اپنے دامن میں لیا تھا - اُردو شاعری کو بھی قدم بقدم انہیں اصناف پر طبع آزمائی کا موقع ملا - مگر تھوڑی سی عمر میں نمایاں ترقیوں کے باعث اپنی نظیر بن گئی - ہر صنف سخن کے انداز جدا ہیں - شاعر کو اِن کی واقفیت اور اُن کا برتاؤ اس روش پر ضرور ہے جن کی مختصر تفصیل ضروری باتوں کے ساتھ کی گئی ہے :-

عا قصیدہ گوئی ع۲ غزل سرائی ع۳ مرثیہ گوئی ع۴ مثنوی ع۵ رباعی ع۶ قطعہ ع۷ تاریخ گوئی

انہیں اصناف سخن سے وابستہ نظم کی دس قسمیں مشہور مستعمل ہیں -

عا قصیدہ ع۲ تشبیب ع۳ غزل ع۴ مثنوی ع۵ رباعی ع۶ مستزاد ع۷ فرد - ع۸ قطعہ ع۹ ترجیع بند ع۱۰ مسمط -

قصیدہ

لغت میں قصیدہ کے معنی ہیں موٹے اور گاڑھے مغز کے۔ اور اصطلاح میں ان چند اشعار کو کہتے ہیں۔ جس کے پہلے شعر کے دونوں مصرعے اور باقی اشعار ہم قافیہ ہوں اس کی تعداد اشعار کم سے کم پندرہ[۱۵] اور بعض کے نزدیک بیس[۲۰] تک۔ اور زیادہ کی حد معین نہیں۔ چونکہ اُردو شاعری فارسی کی مقلد ہے۔ قصیدہ گوئی کا سنگ بنیاد بھی اس کی بنا پر رکھا گیا ہے۔ صنف قصیدہ کو چار حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے:-

پہلا حصہ تشبیب۔ دوسرا گریز۔ تیسرا مدح۔ چوتھا خاتمہ کا بند دعا پر ختم ہوتا ہے۔

تشبیب۔ لغت میں ایام شباب کے ذکر اور معشوق کی توصیف و تعریف کرنے کو کہتے ہیں اور اصطلاح میں ان چند اشعار کو۔ جو قصیدہ کے شروع میں کسی چیز کی صفت میں لکھے جائیں۔ غرض اشعار تمہید کو تشبیب کہتے ہیں۔ صرف ذکر ایام شباب پر موقوف نہیں۔ حسن و عشق۔ ہجر و وصل۔ صبح و شام۔ بہار صحرا۔ گلزار۔ شادی و غم۔ انقلاب زمانہ۔ ہر مضمون پر شاعر اپنے خیال کے نقشے اُتار سکتا ہے۔ فارسی کی طرح خیالی مکالمے و مناظرے قصیدہ کی تشبیب میں بھی موجود ہیں۔

گریز۔ تشبیب سے اصل مدعا کی طرف آنے کو گریز کہتے ہیں۔ جس کی تعریف یہ ہے کہ شاعر کا قصد دفعتاً ظاہر ہو۔ کبھی کبھی ایک مصرعہ تشبیب کا دوسرا گریز سے مدح کا ہو جاتا ہے۔ مثلاً ؎ خسروؒ

برآمد ابر در بخشش اگر زاں پایہ در غلطد　　نگیرد ہیچکس دستش نگر شاہ جہاں گیرد

مدح۔ ممدوح کی صحیح تعریف کو کہتے ہیں۔ لیکن افسوس ایشیائی شاعری نے اسقدر آزادی اختیار کی کہ کسی معمولی نواب کی تعریف میں مبالغوں سے کام لے کر گندمی رنگ۔

ممدوح کو یوسف ثانی خواہ شہنشاہوں کے عصا بردار یا آئینہ دار کا رتبہ بھی نہ رکھتا ہو۔ مگر دارا دربان۔ سکندر پاسبان۔ سواری کا گھوڑا براق سے برق رفتار جلوس کا ہاتھی کوہ گراں سے گرانبار۔ معاذاللہ یہ انتہائے مبالغہ یہ تعریف تو کیا ہوئی مذمت ہوئی دراصل مدح و ممدوح میں اتنی مناسبت ہو تو خوب ہے۔ کہ ایک رئیس کو بادشاہ کے برابر رکھا جائے۔ ایسا نہیں کہ کسی نواب کو شہنشاہ ہفت کشور سے بھی بڑھا دیا جائے مبالغہ کی بھی حد ہونا چاہئے۔"

دعا۔ قصیدے کا خاتمہ بالخیر دعا پر ہوتا ہے۔ اور ایسی دعا جو ابدالآباد کی مدت سے کم نہ ہو۔ مثلاً **غالب** مرحوم نے خوب کہا ہے۔ ؎

"تم سلامت رہو ہزار برس ہر برس کے ہوں دن پچاس ہزار"

چونکہ تشبیب کا تعلق قصیدے سے ہے۔ اس لئے نظم کی ایک نئی قسم قائم کرنا بہتر نہیں۔"

غزل

غزل۔ لغت میں اس کے معنے ہیں عورتوں سے باتیں کرنا۔ اور اصطلاح میں ان اشعار کو کہتے ہیں جن میں خیال عشق کے راز و نیاز۔ پاکیزہ مضامین۔ دلکش خیالات جذبات عاشقانہ کی وہ تصویر جو معشوق کے دل میں اتر جائے۔ واردات قلبیہ کا وہ مرقعہ جس میں حسن و عشق کی شبیہیں کھینچی ہوں۔ ہجر و وصل کے ترانے۔ کہیں گل و بلبل۔ کہیں شمع و پروانہ۔ کہیں جام و مے۔ ساقی و پیمانہ۔ کہیں بہار کہیں خزاں۔ قیس و کوہکن کی داستان۔ کہیں نالہ و فریاد۔ کبھی شکوۂ گلچیں و صیاد۔ کہیں اشک و آہ کہیں جور و ستم پر ضبط فغاں۔ کہیں قاتل کی بیداد۔ کہیں بسمل کی بیتابی۔ کہیں دل کو درد کی بیقراری۔ کبھی آنکھوں کو شغل گریہ و زاری۔ کبھی مرنا کبھی جینا وغیرہ وغیرہ بیانات

سادگی ۔موزونی کے ساتھ درد آمیزی ۔ بیساختگی و برجستگی کے انداز اور جذبات لطیف قافیہ وردیف بحر و وزن میں عیوب سے پاک ہوں (پہلا شعر جس کے دونوں مصرعوں میں قافیہ ہو اسے مطلع ۔ دوسرے کو حسن مطلع آخری شعر کو مقطع اور سب سے اعلےٰ شعر کو شاہ بیت کہتے ہیں ۔)

فصحا کے نزدیک غزل کے چار عناصر ہیں ۔

۱؎ غزل کی زمین ۲؎ غزل کا پیمانہ ۳؎ غزل کی زبان ۴؎ غزل کے مضامین ۔

غزل کے یہ چار ارکان غالباً اس لئے قائم کئے گئے ہیں کہ مذاق سخن عنوانِ تغزّل کا اندازِ بیاں ذہن نشین ہو ۔

غزل کی زمین ۔شگفتہ ہو یعنی جس میں غزل کے مضامین بے تکلفی صفائی اور روانی طبع کے ساتھ آسکیں ۔ روڑے کنکر پتھر کی سی کاواک ردیفیں نہ ہوں قافیوں کا وزن بھی لنگر دار نہ ہو ۔ سنگلاخ زمین ہوتی ہے تو کوہ کندن کاہ برآوردن پر بھی صاف اچھے شعر کم نکلتے ہیں ۔ ردیف کی قید جو غزل میں رائج ہے بہت خوب ہے ۔جب یہ چسپاں ہوکر بندھتی ہے تو معمولی مضمون بھی کچھ بڑھ جاتا ہے ۔کبھی کبھی دلاویز و پسندیدہ ترکیبوں سے صرف قافیوں کی غزل بھی لوگ خوب لکھتے ہیں ۔

پامال زمین ۔ وہ جس میں اکثر شعراء فکر رسا کے جوہر دکھا چکے ہوں ۔ایسی زمینوں میں شاعر کو پھولنا پھلنا مشکل ہوتا ہے ۔

غزل کا پیمانہ ۔متقدمین کے دواوین میں اکثر غزلیں چھوٹے پیمانوں کی نظر آتی ہیں ۔ تعداد اشعار کی کوئی معین مقدار غزل کے لئے نہیں ہے ۔لیکن کم سے کم پانچ۵ اور زیادہ سے زیادہ پندرہ۱۵ یا اکیس۲۱ شعر کی تعداد ایک غزل کیلئے بہتر ہے ۔ دوغزلہ سہ غزلہ بنالینا اور بات ہے ۔جب شاعر کسی طرح میں ایک ہی قافیہ کو کئی پہلو سے باندھتا ہے اور اچھے بندھ جاتے ہیں تو قافیہ کے تواتر سے دوغزلہ

بہتر ہے سست اشعار بھرتی کے نہ ہوں تو دو غزلہ سہ غزلہ ہونے سے روانی طبع
زور مشق کا پورا ثبوت ملتا ہے۔ اور کہنا پڑتا ہے کہ اس زمین میں جگہ باقی نہیں رہی
ورنہ فضول بھرتی کے شعروں سے غزل کو طول دینا قرین مصلحت نہیں۔

غزل کی زبان ۔ صاف ۔ سلیس ۔ شستہ ۔ فصحا کا روزمرہ ۔ خواص کی بول چال ہو
مردانہ وار زبان ہو ۔ لیکن ایک اکھڑ سپاہی کی سی نہیں۔ **لوچ بھی ہو نزاکت**
بھی مگر ریختہ ریختی سے نہ مل جائے ۔ **اُردوئے معلےٰ** ہو مگر کسی مدرس یا ملا کی سی
ناموس لغات ملی ہوئی نہ ہو ۔ فارسی رنگ ہلکا رہے تو اچھا ۔ شوخی یا متانت ۔
سادگی یا رنگینی ۔ باستثنائے متروکات ۔ خواص اہل زباں کا تصرف زبان میں معتبر
ہے ۔ ہر شخص ہر دیار کا اجتہاد سند نہیں ورنہ کوئی معیار باقی نہ رہیگا۔

غزل کے مضامین ۔ اس قدر وسیع ہو گئے ہیں جن کی کوئی حد نہیں۔ قافیے جس
مضمون کی طرف لے جاتے ہیں شاعر کا ذہن اُدھر ہی منتقل ہو جاتا ہے کبھی عاشقانہ
مضامین عامیانہ ہو جاتے ہیں ۔ کبھی روکھے پھیکے ملایانہ ۔ کبھی تغزل کے داخلی
مضامین کی سرحد سے الگ ہو کر خارجی میدان میں گرم جولانیاں کرنا پڑتی ہیں۔
شاعر اگر انہیں قلبی واردات حسن و عشق کے جذبات کو جو اس کے دل پر گذرتے
ہیں غزل کے پیرائے میں لائے تو اس سے بہتر ہے کہ وہ آسمان میں تھگلی لگائے۔
یا بنوش کی بلند پروازی سے عرش کے تارے توڑ لائے ۔ شاعر ایک مصور نازک
خیال ہے ۔ صورت میں معنی ۔ معنی میں صورت کی تصویر کھینچکر دکھائے تو اس کے
آگے مانی و بہزاد کی ہستی نہیں۔

مجاز کا اتنا گہرا رنگ نہ ہو کہ حسن حقیقی کے دلفریب خط و خال کو مٹا دے ۔ یا
سچے عشق کے پاکیزہ معاملات کو ہوس پرستوں کی نفسانی خواہشات کا نمونہ بنا دے۔
شاعر کے صوفیانہ خیالات کا عکس غزل پر اتنا نہ پڑے کہ وہ کھلم کھلا مسائل

تصوف و توحید کو حل کرنے لگے انت انا کا سبق پڑھنے لگے۔

المختصر غزلسرائی کی جان وہ مضامین جو دل سے نکلیں اور دل تک پہنچیں اور شاعر اپنے پاکیزہ جذبات کو الفاظ کا مناسب و موزوں جامہ پہنا کر وجود ہستی میں لائے۔

"شاعری نام ہے جذبات کی موزونی کا"

پر درد یا موثر کلام ہی درحقیقت غزلسرائی کی جان ہے۔ جو محض فطری مناسبت طبع پر موقوف ہے۔ ہائے وائے کی طرح چند الفاظ جوڑ دینے سے نہیں۔ جب تک متاثر قلب درد بھرا دل نصیب نہ ہو دلپر اثر کرنے والے کلام نہیں نکل سکتے۔ علم عروض و علم بلاغت کو اس میں دخل نہیں شاعر پیدا ہوتا ہے۔ بنانے سے نہیں بنتا۔ جملہ علوم فنون آلات ہیں۔ شاعر کو آلات کام لینے کے لئے حاصل کرنا ہوتے ہیں مگر کام لینے کا ڈھنگ فطرت سکھاتی ہے۔ اُستادی شاگردی اس فن میں صرف اس لئے ہے کہ پست و بلند ہموار و ناہموار راہوں میں چلنے کا کوئی رہبر ہو۔ مگر اصل مادہ فطری جس کو شاعری کہتے ہیں کسی کے سکھانے سے نہیں آتا۔ اصل خوبی نقل میں پیدا نہیں ہوتی"۔

رباعی

فارسی میں اسے ترانہ کہتے ہیں۔ دوبیت جن کا پہلا دوسرا اور چوتھا مصرعہ ہم قافیہ ہو اگر تیسرے مصرعہ میں بھی قافیہ ہو تو مستحسن ہے۔ اس کے لئے چوبیس وزن خاص ہیں۔ جو رودکی نے بحر ہزج سے نکال کر بارہ بارہ وزن کے دو شجرے بنائے ہیں۔ باب عروض میں ان کا بیان آئیگا۔

ایجاز و اختصار کے طور پر کسی مضمون کو ادا کرنے کے لئے رباعی ایک خاص چٹکلا ہوتا ہے۔ چاروں مصرعوں میں ربط لفظی و معنوی ہوتا ہے۔ چوتھا مصرعہ جس کو

مضمون آکر تمام ہوتا ہے برجستہ ڈھلا ہوا ہو تو خوب ہے ۔ اور مصرعے بھی ایک سے ایک بڑھتے ہوئے ہوں ۔ ترکیب چست ۔ بندش درست ہو ۔ بحریں مخصوص ہیں ہر بحر میں رباعی نہیں لکھی جاتی ۔ محاورے ۔ مقولے ۔ ضرب المثل ۔ کا رباعی میں آجانا خاص لطف پیدا کرتا ہے ۔ مثلاً ۔

"گویم مشکل وگرنہ گویم مشکل" "لکھے نہ پڑھے نام محمد فاضل"
"من درچہ خیالیم وفلک درچہ خیال" "تو مان نہ مان میں تیرا مہمان"

مثنوی

واقعہ نگاری ۔ داستان نویسی وغیرہ کے لئے اس سے آسان اور اچھی کوئی صنف نظم نہیں ہے ۔ فارسی میں صوفیانہ ۔ عاشقانہ ۔ رزمیہ ۔ تاریخی ۔ اخلاقی ۔ ہر قسم کی بہت مثنویاں ہیں جن کی تفصیل کو ایک دفتر درکار ہے لیکن اُردو میں چند مشہور کے سوا بہت کم ہیں ۔ مثنوی کہنا بظاہر آسان معلوم ہوتا ہے اس لئے کہ ردیف وقافیہ کی قید اس میں کم ہوتی ہے ۔ لیکن محاسن نظم کے اعتبار سے مشکل ہی مشکل ہے ۔ مثنوی کے لئے خاص چار پانچ بحریں مقرر ہیں ۔

مثنوی اُن ابیات کو کہتے ہیں جن کے ہر بیت کے دونوں مصرعے ہم قافیہ ہوں ۔ ردیف کی کوئی قید نہیں "

فرد

فرد ۔ اس شعر کو کہتے ہیں جس کے دونوں مصرعوں میں سے ایک پر بھی قافیہ کا اطلاق نہ آسکے "

مستزاد

مستزاد ۔ اسے کہتے ہیں کہ رباعی کے ہر مصرعہ کے بعد زائد وزن رباعی سے دو

ایک الفاظ زیادہ لائے جائیں جن پر اصلی شعر کا مضمون منحصر نہیں ہوتا۔ دکی نے رباعی کے سوا غزل میں بھی مستزاد کو جائز رکھا ہے +

مسمّط

مسمّط۔ تسمیط سے مشتق ہے جس کے معنی لغت عرب میں موتیوں کی لڑی پرونا ہے۔ اور اصطلاح میں ایسے چند مصرعوں کے جمع کرنے کو کہتے ہیں جو وزن اور قافیہ میں کسی شعر کے مصرعہ اول سے متفق ہوں۔ اس کی کئی قسمیں ہیں اگر شعر اصلی پر دو مصرعہ لگائے جائیں تو اسے مربع کہیں گے۔ اگر تین مصرعہ لگائیں تو مخمس۔ اگر چار مصرعہ لگائیں تو مسدّس کہتے ہیں۔ علےٰ ہذا۔ مسبع۔ مثمن۔ مستع۔ معشر وغیرہ۔

قطعہ

قطعہ۔ اس کو کہتے ہیں جس کے مطلع سے قافیہ منقطع ہو گیا ہو۔ یعنی مصرعہ میں قافیہ ردیف کی پابندی نہیں ہوتی۔ دوسرے مصرعہ میں اول سے آخر تک ہوتی ہے اشعار کی تعداد محدود نہیں۔ بحر کی خصوصیت بھی نہیں۔ مسلسل ایک مضمون کو ادا کرنے کے لئے خوب ہے۔ غزل میں پہلے قطعے بھی لکھے جاتے تھے اب کم رائج ہیں

ترجیع بند

ترجیع بند۔ لغت عرب میں ترجیع کے معنی ہیں لوٹانا۔ اور اصطلاح میں یہ ہے کہ چند اشعار جن کا وزن اور قافیہ یکساں ہو اِنکے آخر ایک شعر اسی وزن کا عربی۔ فارسی یا اُردو ہو اسے بند کہتے ہیں اور ایسے کئی بند جن کے آخر ایک ہی شعر خاص ہو مل کر ترجیع بند کہلاتے ہیں۔

مرثیہ

مرثیہ ۔عرب کی شاعری فطری جذبات رکھتی تھی ۔مرثیہ گوئی میں اپنا کمال دکھا گئی فارسی شعرا نے کبھی کبھی کوئی مرثیہ لکھا ۔شیخ سعدیؒ نے تباہی بغداد کا پُر درد عبرت خیز مرثیہ لکھا ۔سلطان محمدؒ کا مرثیہ حضرت خسرو نے لکھا ۔جس میں واقعات جنگ کے علاوہ شہادت کا پر اثر منظر کھینچا ۔ ملا محتشم کاشی نے معرکۂ کربلا کا مقدس و مہتمم بالشان واقعہ ترکیب بند میں نظم کیا ۔

اُردو مرثیہ گوئی کا آغاز مسدس کی صورت میں مرزا رفیع سودا سے ہوا ۔میر ضمیر نے رزم کا اضافہ کیا ۔ میر خلیق اپنی دلکش زبان میں لائے ۔ انتہائی ترقی اُن کے خلف الرشید میر انیس کے کارناموں سے ہوئی ،

مصوری ۔ ڈرامانگاری ۔ سحر بیانی ۔شیریں زبانی ۔صاف ستھری اُردو ۔ سلجھی ہوئی خاندانی زبان ۔ پاکیزہ روزمرے میں ہر مضمون کو موقع و محل سے ادا کرنا الفاظ کو ٹھیک اپنی جگہ پر اس خوبی سے رکھنا جیسے انگوٹھی پر نگینہ ۔

غرض مرثیہ گوئی کا خاتمہ میر انیس پر ہوگیا ۔اُن کے خاندان کے لوگوں کو مستثنیٰ کر کے اور کسی شاعر کا کام نہیں کہ اس کی روش پر چل سکے ۔یا چل کر پھول پھل سکے ۔یوں حصول ثواب کی غرض سے کہہ لینا اور بات ہے ؟

تاریخ گوئی

تاریخ ۔ اعداد ابجد سے سنین مروجہ نکال کر قطعہ تاریخ کا آخر مصرعہ اور اسی پر مصرعے لگا کر پورا قطعہ بنا لیا جاتا ہے ۔چار مصرعوں کا قطعہ تاریخ ہو یا زیادہ کا ۔ اس کی حد مقرر نہیں ۔تاریخ گوئی میں بعض حروف جن کے متعلق شبہات وارد ہوتے

ہیں۔ اُن کی مختصر توضیح کے بعد محاسن وعیوب تاریخ گوئی کی تفصیل کی جائے گی۔
حروف تہجی جن سے اعداد ابجد نکالے جاتے ہیں یہ ہیں۔

ابجد۔ ہوز۔ حطی۔ کلمن۔ سعفص۔ قرشت۔ ثخذ۔ ضظغ۔

ا	ب	ج	د	ہ	و	ز	ح	ط	ی	ک	ل	م	ن	س
۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸	۹	۱۰	۲۰	۳۰	۴۰	۵۰	۶۰

ع	ف	ص	ق	ر	ش	ت	ث	خ	ذ	ض	ظ	غ
۷۰	۸۰	۹۰	۱۰۰	۲۰۰	۳۰۰	۴۰۰	۵۰۰	۶۰۰	۷۰۰	۸۰۰	۹۰۰	۱۰۰۰

آ۔ (ۃ۔ ت)۔ ء۔ کہ

الف ممدودہ۔ میں دو الف محسوب کرنا قاعدہ کی رو سے صحیح نہیں۔ تاریخ میں حروف ابجد کے اعداد مکتوبی لئے جاتے ہیں۔ کتابت میں الف ممدودہ ایک ہی لکھا جاتا ہے۔ مد حساب کی مد سے خارج ہے۔

بعض شعراء کے نزدیک **الف ممدوہ کے دو عدد لینا درست ہے**۔ کیونکہ عربی میں الف ممدوہ (اا) دو الف ملاکر لکھا جاتا ہے اور تقطیع میں بھی جب دو الف یعنی آ بر وزن فا شمار کیا جاتا ہے۔ تو میرے خیال میں دو عدد لینا صحیح ہے۔ بعض کا یہ کہنا ہے۔ جن لوگوں نے دو عدد لئے ہیں محض ضرورت تاریخ اسکا منشا ہے۔ (دیکھو امیراللغات بحث الف ممدوہ وتذکرہ آزاد)

تائے مدوّرہ۔ اس کا عدد مکتوبی ہائے ہوز کا لینا صحیح ہے۔ تائے قرشت کے عدد لینا درست نہیں۔ جیسے **زبدۃ الفقرا کی ۃ** مدورہ (یا ملاحظہ ہوں اسناد حسب ذیل)

مراۃ الغیب۔ حضرت امیر مینائی کے دیوان اول کا نام تاریخی ہے جس سے ۱۲۸۹ء نکلتا ہے۔ ہائے ہوز کا عدد لیا گیا ہے۔

درۃ الانتخاب - والی رامپور خلد آشیاں کے دیوان کا تاریخی نام جس سے ۱۲۹۴ھ نکلتا ہے۔

حسب صدر - مصرعہ تاریخ آزاد بلگرامی - ع زجہاں رفت زبدۃ الفقرا ۱۱۷۶ھ نکلتا ہے -

حسب صدر رشک لکھنوی کے رسالہ کی تاریخ - ہدایتہ الشعراء جائے حل مصطلحات - ہدایتہ الشعراء میں ہائے ہوز کا عدد دو بار۔

تائے طویلہ - جو بلا کسی حرف ساتھ ملے - تائے قرشت کی طرح لکھی جائے - اس کے چار سے عدد لینا درست ہے۔

کہ - کاف بیانیہ کی تعداد میں اختلاف ہے - بعض کے نزدیک ۲۰ عدد فقط کاف کے لینا جائز ہے اور بعض کے نزدیک ۲۵ عدد یعنی ۲۰ ک کے اور پانچ عدد ہ کے - مگر در اصل ہ کے عدد لینا نا درست ہے۔

ہمزہ - کوئی حرف مستقل نہیں ہے - عربی میں جزو کلمہ بھی ہو جاتا ہے - جیسے جاءَ کا ہمزہ - اس لئے اس کا عدد کہیں کہیں عربی عبارت میں لیا گیا ہے - فارسی اُردو میں یہ قاعدہ مستقل ہے کہ ہمزہ حروف ابجد سے خارج ہے - اس لئے اس کا عدد کچھ نہیں۔

نبیین - علیین - وغیرہ میں بعض نے ایک یائے تحتانی محسوب کی ہے جیساکہ جناب **جلال** لکھنوی نے بھی اپنے رسالہ افادۂ تاریخ میں لکھا ہے - لیکن ایک یائے تحتانی کا عدد لینا مشتبہ ہے - قران مجید کا رسم الخط مشہور املاء کے خلاف ہے جیسے مالک کی جگہ **ملک** وغیرہ - اس لئے قیاس کرنا ٹھیک نہیں - جو متعارف املاء ہو اسی اعتبار پر عدد لینا بہتر ہے۔

نوادر الاصول میں ہے - "**خطان لا یقاسان خط المصحف و خط العروض**"

ترجمہ۔ دو خط قیاس نہیں کئے جائیں گے ۔ مصحف کا رسم الخط اور عروض کا۔ جیسے فاع لن ۔ فاعلن ۔ دونوں طرح ہے ۔

محاسن وعیوب تاریخ گوئی

ع۱ سال تاریخ کا مصرعہ پورا ہو تو بہتر ہے اور ایسا نہ ہو تو الفاظ الحاق سے ممیز رہے ۔ فقرۂ تاریخ مشتبہ نہ رہے ۔

ع۲ جس واقعہ کا سال تاریخ نکالا جائے اس کے مناسب حسب حال پورا مصرعہ ہو تو خوب ہے ۔ اور پورا مصرعہ نہ ہو تو خلاف واقع یا مشتبہ جملے نہ ہوں جس سے کچھ پتہ نہ چلے ۔

ع۳ تعمیہ تخرجہ ۔ جب کوئی اچھا مصرعہ تھوڑے عدد کی بیشی سے رہ جاتا ہو مضائقہ نہیں ۔ ایک سے دس عدد تک تعمیہ تخرجہ بالاتفاق جائز ہے زیادہ بہتر نہیں ۔ لیکن تعمیہ تخرجہ کے الفاظ بھی حسب حال ہوں ۔

ع۴ زیادہ بکھیڑے کی تاریخ نہ ہو تو بہتر ہے ۔ اصل منشائے تاریخ تکلف میں ندارد ہو جاتا ہے ۔

تاریخ کا موضوع یہ ہے کہ بقاعدۂ ابجد آسانی سے سال طبع نکلے ۔ ضرب ۔ تفریق ۔ تقسیم وغیرہ کا زیادہ جھگڑا نہ رہے ۔

ع۵ صنائع ۔ بدائع تاریخی میں برجستگی ویے تکلفی ہو تو خیر ورنہ کوہ کندن وکاہ برآوردن پر بھی لطف نہیں آتا ۔

ع۶ کسی مصرعہ کے صرف حروف منقوط سے سال نکالنا کوئی صنعت نہیں ۔ اس لئے کہ بقیہ حروف بیکار رہتے ہیں ۔ صرف آسانی ضرور ہوتی ہے ۔ ہاں اگر منقوط وغیر منقوط دونوں قسم کے حروف سے دہرے سال نکلتے ہوں تو کیا کہنا ۔ جیسے حضرت سید الشہدا امام حسین علیہ السلام کی شہادت کی تاریخ انکے نام مبارک سے

کیا خوب نکالی گئی ہے کہ منقوطہ و غیر منقوطہ دونوں حرفوں سے سال شہادت ۶۰ھ نکلتا ہے۔ واقعی عجب سال تاریخ ہے جسے الہامی کہنا چاہیئے۔ ؎

"سرجدا شد از حسین و گشت تاریخ آشکار
ہم ز حرفِ بے نقط ہم از حروف نقطہ دار"

ح، س ی ن ان میں سے سر یعنی ح کے عدد نکال دیجئے تو منقوطہ و غیر منقوطہ
۸ ۶۰ ۱۰ ۵۰ حروف سے سال شہادت ۶۰ھ نکلتا ہے۔

۷ صنعت زبر و بینات۔ تاریخ کے لئے اچھی صنعت ہے صرف اتنی بات ہے کہ تاریخ کہنے والے کی طرح سمجھنے والوں کو بھی قاعدہ جاننا پڑتا ہے۔ اور تکلف کا بکھیڑا رہ جاتا ہے +

علم عروض

عالم اسباب میں وہ کون ہے جو شاعر نہیں۔ قدرت نے ہر شخص کے دل و دماغ میں مادّہ شعریت عطا کیا ہے۔ لیکن اس سے کام لینے والی ہستیاں بہت ہی کم نظر آتی ہیں۔ یوں تو دُنیا کا ہر شخص خصوصاً ہندوستان کا ہر متنفس شاعری کا دعویدار ہے۔ کوئی شہر کوئی قصبہ کوئی گاؤں کوئی محلہ ایسا نہیں جس میں دو چار دس شاعر نہ رہتے ہوں۔ لیکن صحیح معنوں میں جنہیں شاعر کہنا چاہیئے گنتی ہی کے نکلیں گے۔ ہر شخص شاعر اور ہر شاعر شاعری کے قواعد و ضوابط سے واقف نہیں اور نہ اُن کی شاعری فنِ شاعری کے اعتبار سے قابل تسلیم ہے۔

شاعر ہونے کے لئے خواہ وہ فطرتاً موزوں طبع ہو یا نہ ہو فن شاعری سے واقف ہونا ضروری اور تمام اصول و قواعد کا پابند ہونا لازمی ہے۔ چونکہ لوگ قدرتاً موزوں طبیعت ہوتے ہیں اس لئے شعر کہنے کا ملکہ پیدا ہوجاتا ہے۔ وہ اپنی دانست میں

شعر موزوں کہنے کے دعویدار ہوتے ہیں۔ لیکن در اصل وہ موزوں و ناموزوں کلام میں بھی تمیز نہیں کر سکتے۔ اس کا باعث یہ ہے کہ علمِ عروض سے بے بہرہ اور فنِ شاعری سے قطعی نابلد ہوتے ہیں۔ موزوں شعر کہنا تو کیا موزوں پڑھنا بھی مشکل ہوتا ہے۔ جو شاعر عروض نہیں جانتا وہ تقطیع حقیقی و غیر حقیقی میں امتیاز نہیں کر سکتا۔ فارسی اور عربی کی کئی بحریں ایسی ہیں جن میں شعر کہنا ہر شاعر کا کام نہیں۔ بعض ایسی بحریں ہیں جن کے ارکان سے ناواقفیت کے باعث اکثر شعرا ایک بحر کے ارکان دوسری بحر میں داخل کر کے اپنی طبع موزوں کی تشفی کر لیا کرتے ہیں۔ مگر در اصل باعتبارِ فن وہ تقطیع صحیح نہیں ہوتی۔

اب ہم قواعدِ شاعری کے مختلف پہلوؤں پر نگاہ کر کے ضروری باتیں اور اصول ایسے الفاظ میں لکھتے ہیں جو آسانی سے مفہوم و مطالب کو ادا کر سکیں۔ اور جن کے سمجھنے میں الجھن واقع نہ ہو۔

عروض ۔ اس علم کا نام ہے جس سے کلام موزوں و غیر موزوں میں امتیاز و تفاوت کر سکیں اور صحیح شعر لکھ پڑھ سکیں۔

کلمہ ۔ انسان کے منہ سے جو الفاظ نکلتے ہیں اُن کو کلمہ کہتے ہیں۔ کلمہ کی جمع ہے کلمات۔ کلمہ یا کلمات ہمیشہ ان تین جزوں سے مرکب ہوا کرتے ہیں۔ ۱ سبب ۲ وتد ۳ فاصلہ اور ان تین جزوں کے مجموعہ کو اصول سہ گانہ کہتے ہیں۔

سبب کی دو قسمیں ہیں ۱ سبب خفیف ۲ سبب ثقیل۔

سبب خفیف ۔ اس دو حرفی کلمہ کو کہتے ہیں جس کا پہلا حرف متحرک اور دوسرا ساکن ہو۔ مثلاً۔ دَرْ۔ دُرْ۔ ہَم۔ تُم۔ جِس۔ جَا۔ سُو۔ دِل۔ رَب وغیرہ۔

سبب ثقیل ۔ وہ دو حرفی کلمہ ہے جس کے دونوں حرف متحرک ہوں۔ ایسے کلمے سوائے عربی زبان کے دوسری زبانوں میں نظر نہیں آتے۔ البتہ اردو فارسی میں

الفاظ ترکیبی صورت میں پائے جاتے ہیں۔

مثلاً - دِلِ مَن - بُنِ مُو - لَبِ جُو - وغیرہ -

دل - بن - لب - سبب ثقیل اور من - مُو - جُو - سبب خفیف -

وتد بھی دو قسموں پر مشتمل ہے۔ ۱ وتد مجموع ۲ وتد مفروق -

وتد مجموع - وہ سہ حرفی کلمہ ہے - جس کے پہلے دو حرف متحرک ہوں اور تیسرا حرف ساکن - مثلاً - سَحَرْ - اَلَمْ - کمر - شجر - صبا - سُنُو - جَلِی - کٹی وغیرہ -

وتد مفروق - اس سہ حرفی کلمہ کو کہتے ہیں جس کا پہلا اور تیسرا حرف متحرک ہو اور درمیانی ساکن - مثلاً - درد - زرد - جام - جنس - جان - جاد - چرخ - وغیرہ -

"عروضیوں کی اصطلاح میں وہ حرف ساکن نہیں مانا جاتا جس کا حرفِ ماقبل بھی ساکن واقع ہوا ہو - اس لئے یاد رکھنا چاہئے درد - زرد - جام - جنس وغیرہ کا دوسرا حرف ساکن ہے - لہذا تیسرا حرف متحرک سمجھا جائیگا"

فاصلہ کی بھی دو قسمیں ہیں - ۱ فاصلہ صغریٰ ۲ فاصلہ کبریٰ -

فاصلہ صغریٰ - اُس چہار حرفی کلمہ کو کہتے ہیں - جس کے پہلے تین حرف متحرک اور چوتھا ساکن - جیسے عربی زبان میں تنوین کے ساتھ - اَحَدٌ (اَحَدُنْ) اور فارسی میں صنما - چکنم وغیرہ - ہندی میں اس کی مثال نایاب ہے - البتہ ترکیبی صورت میں مثلاً - نملا - نرہا - نہوا - وغیرہ وغیرہ -

فاصلہ کبریٰ - وہ پنج حرفی کلمہ ہے جس کے پہلے چہار حرف تو متحرک ہوں اور پانچواں حرف ساکن - جیسے عربی میں سَمَکَۃٌ تنوین کے ساتھ (سَمَکَتُنْ) فارسی میں نشکند - نشنود - وغیرہ - ہندی زبان میں اس کی کوئی مثال نہیں پائی جاتی -

بعض اساتذہ فاصلہ کے قائل نہیں ہیں - اُن کا قول ہے کہ فاصلہ صغریٰ ایک سبب ثقیل اور ایک سبب خفیف کو ملا دینے سے پیدا ہوتا ہے - اور فاصلہ کبریٰ

ایک سبب ثقیل اور ایک وتد مجموع کو جمع کر دینے سے بن جاتا ہے۔ یعنی سبب اور وتد کے سوا فاصلہ کوئی چیز نہیں۔ یہی میرا خیال ہے۔ میں خود بھی فاصلہ کا قائل نہیں۔ لیکن اکثر ماہرینِ فن عروض نے فاصلہ کو ضروری چیز سمجھا ہے۔ کیونکہ شعرائے عرب سَمَکَۃٌ کو سبب ثقیل اور وتد مجموع سے مرکب خیال کرنے کی نسبت فاصلہ کبریٰ کہنا مستحسن سمجھتے ہیں۔ اور اسی طرح اَحَدٌ کو سبب ثقیل اور سبب خفیف سے مرکب ماننے کی بجائے فاصلہ صغریٰ تسلیم کرنا صحیح و بہتر جانتے ہیں۔"

ترکیب ارکان

ارکان ۔ رکن کی جمع کو کہتے ہیں۔ اور اصطلاح عروض میں اُن چند مختلف الفاظ کے مجموعہ کو کہتے ہیں جو اشعار کا وزن کرنے کے لئے مقرر کر لئے گئے ہیں۔ یہ سب آٹھ ہیں۔ جن میں دو ارکان خماسی اور چھ ارکان سباعی ہیں۔

ارکان خماسی ۔ دو پنج حرفی الفاظ ہیں۔ ۱ فَعُولُن ۔ ۲ فَاعِلُن

ارکان سباعی ۔ چھ ہفت حرفی الفاظ ہیں۔ ۱ مَفَاعِیلُن ۔ ۲ مَفعُولَاتُ (بضم تا بلا تنوین) ۳ فَاعِلَاتُن ۔ ۴ مُستَفعِلُن ۔ ۵ مُتَفَاعِلُن ۔ ۶ مُفَاعَلَتُن

لیکن عروضی دو ارکان فَاعِلَاتُن اور مُستَفعِلُن کو بجائے دو کے چار قرار دیتے ہیں اور ان کو دو قسموں پر منقسم کرتے ہیں۔ ۱ متصل ۲ منفصل۔

ارکانِ متصل ۔ دو ہیں ۱ فَاعِلَاتُن ۲ مُستَفعِلُن ۔

ارکان منفصل بھی دو ہیں۔ ۱ فَاعِ لَاتُن ۲ مُس تَفعِ لُن ۔ اس اعتبار سے ارکان بجائے آٹھ کے دس ہو گئے۔ انہی ارکان کو اصول۔ اجزا۔ میزان۔ تفاعیل مفاعیل۔ افعال۔ اور اوزان عروض بھی کہا جاتا ہے۔

اب ارکان مذکور کو اس طرح سمجھ لینا چاہیے کہ:-

فَعُوْلُنْ - ایک وتد مجموع کے بعد ایک سبب خفیف لاکر بنایا گیا ہے -
فَاعِلُنْ - میں پہلے ایک سبب خفیف اور پھر ایک وتد مجموع واقع ہے -
مَفَاعِیْلُنْ - میں پہلے ایک وتد مجموع ہے اور پھر دو سبب خفیف -
مَفْعُوْلَاتُ - (بضم تا بلا تنوین) میں دو سبب خفیف کے بعد ایک وتد مفروق شامل ہے -
مُتَفَاعِلُنْ - ایک سبب ثقیل - ایک سبب خفیف - اور ایک وتد مجموع سے مرکب ہے -
"بعض کے نزدیک ایک فاصلہ صغریٰ اور ایک وتد مجموع کا مجموعہ ہے"-
مَفَاعِلَتُنْ - میں پہلے ایک وتد مجموع ہے پھر ایک سبب ثقیل اور ایک سبب خفیف ہے
(یا وتد مجموع کے بعد ایک فاصلہ صغریٰ)
مُسْتَفْعِلُنْ متصل میں دو سبب خفیف کے بعد ایک وتد مجموع ہے -
مُسْ تَفْعِ لُنْ منفصل میں ایک سبب خفیف کے بعد ایک وتد مفروق ہے - اور اس کے بعد پھر ایک سبب خفیف واقع ہے -
فَاعِلَاتُنْ متصل میں دو سبب خفیف کے درمیان ایک وتد مجموع ہے -
فَاعِ لَاتُنْ منفصل میں پہلے ایک وتد مفروق ہے - پھر دو سبب خفیف شامل ہیں

بحریں

علم عروض کا موجد خلیل بن احمد بصری ہے - حمزہ بن حسن اصفہانی اپنی کتاب تنبیہ میں خلیل کے متعلق بیان کرتا ہے کہ "علم عروض اس نے خود ایجاد نہیں کیا بلکہ موسیقی اور نغم سے یہ اصول علیحدہ کر کے اُن کو ایک فن کی صورت میں پیش کر دیا ہے" غرض کچھ بھی ہو خلیل نے خود ایجاد کیا ہو یا تصحیف کی ہو لیکن سب سے پہلے اُسی نے

ان قواعد کو وجود ہستی میں لاکر ملک کے سامنے پیش کیا تو اولیت کا سہرا اسی کے سر رہا۔
سب سے پہلے خلیل بن احمد نے ارکان عشرہ کی باہمی ترکیب و تکرار سے پندرہ (۱۵) بحریں ایجاد کیں۔ جن کے نام یہ ہیں:-
۱ طویل ۲ مدید ۳ بسیط ۴ کامل ۵ وافر ۶ ہزج ۷ رجز ۸ رمل ۹ منسرح ۱۰ مضارع ۱۱ سریع ۱۲ خفیف ۱۳ مجتث ۱۴ مقتضب ۱۵ تقارب۔
بعد اس کے چار بحریں اور نکالی گئیں ۱ متدارک جس کو ابوالحسن اخفش نے وضع کیا ۲ جدید۔ جس کا واضع بزرجمہر ہے۔ ۳ قریب۔ جس کو یوسف نیشاپوری نے نکالا۔ ۴ مشاکل۔ اس کے موجد کا نام مجھے معلوم نہیں۔ ان چار نئی بحروں میں جدیدؔ۔ قریبؔ اور مشاکلؔ اشعار فارسی کے لئے مخصوص ہیں۔ شعرائے عرب ان بحروں میں نظم نہیں کرتے۔ اور چار بحریں طویلؔ۔ مدیدؔ۔ بسیطؔ۔ وافرؔ شعرائے عجم کو ناپسند ہیں۔ اس لئے یہ شعرائے عرب کے لئے مخصوص رہیں۔ بحر مقتضب کا استعمال بہت کم کیا گیا ہے۔ سوائے ان بحروں کے بقیہ بحریں عربی فارسی اور اُردو میں علی العموم مستعمل ہیں۔
ان تمام بحروں سے سات بحریں تو "مفرد" کہلاتی ہیں اور بارہ بحروں کو "مرکب" کہتے ہیں۔
• بحور مفرد۔ وہ ہیں جن میں ایک ہی رکن کی تکرار واقع ہو۔
• بحور مرکب۔ وہ ہیں جو دو مختلف رکنوں کی تکرار سے حاصل ہوں۔

• بحور مفرد یہ ہیں

۱ رجز ۲ رمل ۳ کامل ۴ وافر ۵ ہزج ۶ متقارب ۷ متدارک

• بحور مرکب یہ ہیں

۱ منسرح ۲ مقتضب ۳ مضارع ۴ مجتث ۵ طویل ۶ مدید ۷ بسیط۔

۸ سریع ۹ خفیف ۱۰ جدید ۱۱ قریب ۱۲ مشاکل۔

بحورِ مفرد میں متقارب اور متدارک۔ ہشت رکنی ہیں۔ اور ہزج۔ رمل۔ کامل اور وافر شش رکنی۔ لیکن فارسی اُردو شعرانے ان کو بھی ہشت رکنی بناکر استعمال کیا ہے۔

بحورِ مرکب میں بعض ہشت رکنی ہیں اور بعض شش رکنی۔ اب خواہ ہشت رکنی کو شش رکنی۔ چہار رکنی یا سہ رکنی بناکر کام میں لائیں۔ یا شش رکنی کو ہشت رکنی و چہار رکنی بنائیں۔

جو ہشت رکنی بحر شش رکنی بنالی جائے اس کو ایک جزو کم ہو جانے کے باعث "مجزو" کہتے ہیں۔ کیونکہ مجزو کے معنی ہیں "کٹا ہوا"۔

(۱) جس بحر کے مصرعہ میں چار رکن واقع ہوں اس کو پورے شعر کے اعتبار سے "مثمن" کہتے ہیں۔

(۲) جس میں تین رکن ہوں وہ بلحاظ بیت "مسدس" کہلاتی ہے۔

(۳) جس مصرع میں دو رکن ہوں اُسے پوری بیت کے لحاظ سے "مربع" کہا جاتا ہے۔

عربی کی بحریں "مثلث" "مثنیٰ" اور "موحد" بھی ہوتی ہیں۔ خلیل کے نزدیک مثلث۔ اخفش کے نزدیک مثنیٰ۔ اور سب کے نزدیک (سوائے زجاج کے) موحد شعر نہیں بلکہ سجع شمار کیا جاتا ہے۔

مثلث۔ دو مصرعوں پر مشتمل نہیں ہوتا بلکہ وہ تمام و کمال ایک بیت کہلاتا ہے۔ یہ رائے خلیل کے برخلاف ان لوگوں کی ہے جو بیت کی تقسیم دو مصرعوں پر واجب تسلیم نہیں کرتے۔ مگر خلیل بیت کی تقسیم دو مصرعوں پر واجب اور فرض جانتا ہے۔

مثنیٰ۔ دو مصرعوں پر مشتمل ہے۔ مگر فارسی اُردو میں بہت ہی کم استعمال کیا گیا ہے۔

مثمن اور مسدس کا استعمال البتہ کثرت سے ہے۔ بلکہ شعرائے متاخرین نے

تو دس دس۔ سولہ سولہ۔ اور بیس بیس۔ رکن پر مشتمل اشعار نظم کئے ہیں"۔

مفرد بحروں کے ارکان

(۱) رجز۔ مُستَفعِلُن مُستَفعِلُن مُستَفعِلُن مُستَفعِلُن (شعر میں ۲ بار)
(۲) رمل۔ فَاعِلاتُن فَاعِلاتُن فَاعِلاتُن فَاعِلاتُن " ۲ بار
(۳) کامل۔ مُتَفَاعِلُن مُتَفَاعِلُن مُتَفَاعِلُن مُتَفَاعِلُن " ۲ بار
(۴) وافر۔ مَفَاعِلَتُن مَفَاعِلَتُن مَفَاعِلَتُن مَفَاعِلَتُن " ۲ بار
(۵) ہزج۔ مَفَاعِیلُن مَفَاعِیلُن مَفَاعِیلُن مَفَاعِیلُن " ۲ بار
(۶) متقارب۔ فَعُولُن فَعُولُن فَعُولُن فَعُولُن " ۲ بار
(۷) متدارک۔ فَاعِلُن فَاعِلُن فَاعِلُن فَاعِلُن " ۲ بار

بحور مرکبہ کے ارکان

(۱) منسرح۔ مُستَفعِلُن مَفعُولَاتُ مُستَفعِلُن مَفعُولَاتُ شعر میں ۲ بار
(۲) مقتضب[۱]۔ مَفعُولَاتُ مُستَفعِلُن مَفعُولَاتُ مُستَفعِلُن " ۲ بار
(۳) مضارع۔ مَفَاعِیلُن فَاعِ لَاتُن مَفَاعِیلُن فَاعِ لَاتُن (منفصل) ۲ بار
(۴) مجتث۔ مُس تَفعِ لُن[۲] فَاعِلَاتُن مُس تَفعِ لُن فَاعِلَاتُن شعر میں ۲ بار
(۵) طویل۔ فَعُولُن مَفَاعِیلُن فَعُولُن مَفَاعِیلُن " ۲ بار
(۶) مدید۔ فَاعِلَاتُن فَاعِلَاتُن فَاعِلَاتُن فَاعِلَاتُن " ۲ بار
(۷) بسیط۔ مُستَفعِلُن فَاعِلُن مُستَفعِلُن فَاعِلُن " ۲ بار
(۸) سریع۔ مُستَفعِلُن مُستَفعِلُن مَفعُولَاتُ " ۲ بار

نوٹ [۱] اس بحر کو بحر منسرح سے اخذ کیا گیا ہے۔ ارکان کی ترتیب بدل گئی ہے ۱۲ [۲] منفصل ۱۲

(۹) خفیف - فَاعِلَاتُنْ مُسْ تَفْعِ لُنْ فَاعِلَاتُنْ شعر میں ۲ بار
(۱۰) جدید - فَاعِلَاتُنْ فَاعِلَاتُنْ مُسْ تَفْعِ لُنْ " ۲ بار
(۱۱) قریب - مَفَاعِیْلُنْ مَفَاعِیْلُنْ فَاعِ لَاتُنْ (منفصل) " ۲ بار
(۱۲) مشاکل - فَاعِ لَاتُنْ مَفَاعِیْلُنْ مَفَاعِیْلُنْ " ۲ بار

یہ مفرد اور مرکب بحریں سب انیس ۱۹ ہوئیں - لیکن انکے علاوہ عروضیانِ فارسی نے تین بحریں اور بھی ایجاد کیں ہیں۔

(۱) بحرِ "عریض" مَفَاعِیْلُنْ فَعُوْلُنْ مَفَاعِیْلُنْ فَعُوْلُنْ ۲ بار - یہ بحرِ طویل کا عکس ہے
(۲) عمیق - فَاعِلُنْ فَاعِلَاتُنْ فَاعِلُنْ فَاعِلَاتُنْ ۲ بار بحرِ مدید کا عکس ہے۔
(۳) غریق - مَفَاعِلَاتُنْ مَفَاعِلَاتُنْ مَفَاعِلَاتُنْ مَفَاعِلَاتُنْ

"اس بحر کے رکن سالم میں آٹھ حرف م، ف، ا، ع، ل، ا، ت، ن، ہیں - لیکن اس بحر کا اب تک کوئی نام نہیں رکھا گیا تھا" (ملک الکلام حضرت قوی امروہوی نے اس بحر کا نام گمنام تجویز کیا ہے - اور میں اس کا نام بحرِ غریق رکھتا ہوں)۔

ابو عبداللہ قرشی نے اور بھی ۹ بحریں دائرۂ منعکسہ سے پیدا کی ہیں مگر اہل فن نے جن میں بہرامی اور سرخسی وغیرہ شامل ہیں اُن کو سند قبولیت نہیں دی۔ اور میں بھی انہیں بیکار سمجھکر اُن کی تشریح نہیں کرتا - البتہ اُن کے نام ظاہر کئے دیتا ہوں - وہ نوْ بحریں یہ ہیں:-

۱ صریم ۲ کبیر ۳ بدیل ۴ قلیب ۵ حمید ۶ اصیم ۷ سلیم ۸ صغیر - ۹ حمیم -

"امیر خسرو کے ایک ہمعصر عاشق صادق نامی نے اپنی کتاب "جامع الصنائع" میں آٹھ آٹھ حرفوں کے دو نئے رکن اختراع فرمائے اور تین نئی بحریں بھی ایجاد کی ہیں - وہ تین بحریں یہ ہیں:-

ع۱ رکفت۔ ع۲ زلل ع۳ اوفر۔

(۱) رکفت ۔ مُتَفَاعِلَتُنْ مُتَفَاعِلُتُنْ مُتَفَاعِلَتُنْ مُتَفَاعِلَتُنْ ۲ بار

(۲) زلل ۔ مُفْتَعِلَاتُنْ مُفْتَعِلَاتُنْ مُفْتَعِلَاتُنْ مُفْتَعِلَاتُنْ ۲ بار

(۳) اوفر ۔ مَفْعُولَاتُنْ مَفْعُولَاتُنْ مَفْعُولَاتُنْ مَفْعُولَاتُنْ ۲ بار

"نیز صاحب جامع القواعد نے ایک رکن مفعولاتن اختراع کر کے اس کا نام منون قرار دیا۔ اور دوسرا مُفْتَعِلَاتُ ایجاد کر کے اثقل نام رکھا لیکن مفعولاتن دو فعلن کے اجتماع کے برابر ہے اور مفتعلات فعل فعول کے ہموزن ہے۔ اور یہ دونو رکن فعولن کی فرع ہیں۔ پہلا اثرم دوسرا مقبوض۔ اور ایک رکن منفاعلتن اختراع کیا مگر وہ بھی دو فعلن کے وزن کا حامل ہے۔

علاوہ ان کے اور بھی ہیں ۔ مثلاً جنب ۔مفعول ۔فعلال ۔مفعول ۔فعلاتن

مواسع ۔ فاعلتن مفعول فعولن فاعلتن مفعول فعولن ۲ بار

مرتن ۔ مفعول مفاعیل مفاعیل فعولن فعلاتن ۲ بار

"یعنی بحر ہزج مثمن اخرب مکفوف محذوف کے پاؤں میں فعلاتن کا جوتہ پہنا دیا گیا ہے"۔ بہرکیف نہ اصول محصور ہیں نہ فروع محدود۔ یعنی ارکان افاعیل دس سے زیادہ نہیں ہو سکتے۔ اور جو رکن بھی مل سکیگا وہ اُنہی ترکیب مختلفہ اور قطع برید جوڑ توڑ کا نتیجہ ہوگا۔ اور بحروں کے تغیرات اور فروع کی اشکال غیر محصور ہیں۔ چنانچہ شعرائے عرب و عجم کے ہاں بھی ارکان کی ایسی ایسی شکلیں ملتی ہیں کہ ریختہ میں نہیں پائی جاتیں۔ یہاں جس قدر فروع کا ذکر کرنا مقصود ہے وہ غالباً موجود ہیں۔ اور ان سے زیادہ کا حصول بھی ناممکن نہیں۔ المختصر جن ارکان عشرہ یا اصول افاعیل پر بحروں کے اوزان مقرر کئے گئے ہیں۔ وہ یہی ہیں۔

فعولن ۔ فاعلن ۔ مفاعیلن ۔ فاعلاتن (متصل) فاع لاتن (منفصل) مستفعلن

(متصل) مس تفع لن (منفصل) مفعولاتُ (تائے مضموم بلاتنوین) متفاعلن۔ مفاعلتن۔

اگر بحور مرقومہ میں سے کسی بحر کے سبب۔ وتد وغیرہ کی ترکیب و ترتیب کو بدل دیا جائے تو ایک نئی بحر کا پیدا ہو جانا یقینی ہے اور اس کو فکِ بحور کہتے ہیں۔

جس طرح ارکان کی تعداد میں قطع و برید ہوتی ہے اسی طرح ارکان کے حروف و حرکات میں بھی تغیر ہوتا ہے۔ اس تغیر کا نام زحاف ہے۔ اور باعتبار اس تغیر کے بیت کی دو قسمیں ہیں۔ ۱؎ سالم ۲؎ مزاحف

سالم۔ اسے کہتے ہیں جس کے سب ارکان اصلی حالت پر ہوں، حروف و حرکات کا تغیر نہ ہوا ہو۔ خواہ تعداد میں کمی بیشی واقع ہو یا نہ ہو۔

مزاحف۔ وہ ہے جس کے بعض یا سب ارکان اصلی حالت پر نہ ہوں حروف و حرکات کا تغیر واقع ہو حسب صدر۔

"بیت کی آٹھ قسمیں کہلاتی ہیں۔ ۱؎ وافی سالم۔ وافی مزاحف۔ مجزو سالم۔ مجزو مزاحف۔ مشطور سالم۔ مشطور مزاحف۔ منہوک سالم۔ منہوک مزاحف۔

بیت کے دو حصے ہوتے ہیں اور ہر حصہ کو مصرعہ کہتے ہیں۔ اول مصرعہ کے رکن اول کو صدر۔ اور رکن آخر کو عروض کہا جاتا ہے۔ دوسرے مصرعہ کے رکن اول کو ابتدا اور رکن آخر کو ضرب اور باقی اجزا کو حشو کہتے ہیں۔ مثمن میں چار اور مسدس میں دو حشو ہوتے ہیں۔ مربع میں کوئی حشو نہیں ہوتا"

زحافات کی تین قسمیں ہیں۔ ۱؎ وہ جو ہر جگہ بیت میں آتے ہیں کسی خاص جگہ سے مخصوص نہیں۔ ایسے زحافات عام کہلاتے ہیں۔ ۲؎ وہ ہیں جو صدر و ابتدا

سے مخصوص ہیں۔ ۳ؔ جو عروض وضرب کے لئے مختص ہیں۔ لیکن خاص طور پر دو قسمیں کہلاتی ہیں۔

عام زحافات چھ ہیں۔ خبنؔ۔ طیؔ۔ قبضؔ۔ کفؔ۔ خبلؔ۔ شکلؔ۔

خبن۔ سبب خفیف کا حرف ساکن اگر دوسری جگہ سے گر جائے تو اس کو خبن کہتے ہیں۔

طی۔ جو چوتھی جگہ سے ساقط ہو۔ **قبض**۔ جو پانچویں مقام سے گرے۔ **کف**۔ جو ساتویں جگہ سے گرے۔

خبن اور طی کے مجموعہ کو خبلؔ۔ اور قبض وکف کے مرکب کو شکلؔ کہتے ہیں۔

جن ارکان میں خبن ہوگا اُنہیں مخبون اور جہاں طی واقع ہو انہیں مطوی کہتے ہیں۔ جہاں قبض ہو انہیں مقبوض۔ اور جن میں کف ہوگا انہیں مکفوف کہیں گے۔ جن ارکان میں خبل ہو وہ مخبول۔ اور جن میں شکل واقع ہو وہ مشکول کہلاتے ہیں۔"

"قاعدہ ہے کہ جب کوئی رکن مزاحف ہوکر غیر مانوس رہ جائے تو اُسے لفظ مانوس متفق الوزن سے بدل دینا چاہیئے۔ اور اگر مزاحف ہونے کے بعد غیر مانوس نہ ہو تو اصلی حالت پر چھوڑ دیں۔"

خبن بالعموم پانچ ارکان میں واقع ہوتا ہے۔

۱ؔ مُستَفعِلُن (رکن سالم متصل) مُتَفعِلُن (بحالت تغیر) مَفَاعِلُن (صورت بدل)

۲ؔ مس تفع لن (" منفصل) متفع لن (") مفاعلن (")

۳ؔ مَفعُولَاتُ (") مَعُولَاتُ (") فَعُولَاتُ (")

۴ؔ فَاعِلَاتُن (") فَعِلَاتُن (") فَعِلَاتُن (بدلا نہیں جاتا)

۵ؔ فَاعِلُن (") فَعِلُن (") فَعِلُن (بحالت بدل)

طی ہمیشہ دو ارکان میں واقع ہوتا ہے۔

۱ؔ مُستَفعِلُن (سالم) (متصل) مُستَعِلُن (بحالت تغیر) مُفتَعِلُن (بصورت بدل)

ع۲ مَفعُولَاتُ (سالم) مَفعُلَاتُ (بحالت تغیر) فَاعِلات (بصورت بدل)

قبض بھی دو رکنوں میں ہوتا ہے۔

ع۱ فَعُولُن (سالم) فَعُولُ (متغیر) فَعُولُ (بدلا نہیں جاتا)

ع۲ مَفَاعِیلُن (〃) مَفَاعِلُن (〃) مَفَاعِلُن (〃)

کف۔ چار ارکان میں واقع ہوتا ہے

ع۱ فَاعِلَاتُن (سالم) (متصل) فَاعِلَاتُ (متغیر) فَاعِلَاتُ (بدلتا نہیں)

ع۲ فَاعِ لَاتُن (〃 منفصل) فَاعِ لَاتُ (〃) فَاعِ لَاتُ (〃)

ع۳ مُس تَفعِ لُن (〃 〃) مُستَفعِلُ (〃) مُستَفعِلُ (〃)

ع۴ مَفَاعِیلُن (〃) مَفَاعِیلُ (〃) مَفَاعِیلُ (〃)

خبل ان دو ارکان میں ہوتا ہے۔

ع۱ مُستَفعِلُن (سالم متصل) مُتَعِلُن (متغیر) فَعِلَتُن (بصورت بدل)

ع۲ مَفعُولَاتُ (〃) مُعُلَاتُ (〃) فَعُلَاتُ (〃)

شکل بھی دو ارکان میں واقع ہوتا ہے۔

ع۱ مُس تَفعِ لُن (سالم منفصل) مُتَفعِلُ (متغیر) مَفَاعِلُ (بصورت بدل)

ع۲ فَاعِلَاتُن (〃 متصل) فَعِلَاتُ (〃) فَعِلَاتُ (بدلتا نہیں)

اب یہ بات یاد رکھنا چاہئے کہ

خبن۔ بحر رجز و رمل۔ مدید و بسیط۔ متدارک و سریع۔ خفیف و مجتث۔ اور منسرح و مقتضب میں واقع ہوتا ہے۔

طی بحر بسیط و رجز۔ سریع و منسرح۔ اور مقتضب میں واقع ہوتا ہے

قبض۔ بحر طویل و ہزج۔ متقارب و مضارع میں ہوتا ہے۔

کف۔ طویل۔ مدید۔ ہزج۔ رمل۔ خفیف اور مجتث میں آتا ہے۔

شکل - رمل - مدید - خفیف - مجتث و مقتضب میں واقع ہوتا ہے۔

خبل - فقط بحر منسرح میں آتا ہے۔"

زحافات جو صدر و ابتدا سے مخصوص ہیں

۱ خرم ۲ ثلم ۳ خرب ۴ شتر ۵ شرم

مفاعیلن کے میم گرانے کو خرم - **فعولن** کی ف گرانے کو ثلم کہتے ہیں۔

مفاعیلن میں خرم و کف کے اجتماع کو خرب - اور خرم و قبض کے اجتماع کو شتر

اور **فعولن** میں ثلم و قبض کے اجتماع کو شرم کہتے ہیں۔

جس رکن پر وتد مجموع کا اطلاق ہو اس کا پہلا حرف گرا دینے کا نام خرم ہے۔

اور یہ زحاف تین رکنوں میں آتا ہے اِس لئے ہر جگہ مختلف نام سے پکارا جاتا ہے

مثلاً **مفاعیلن** میں خرم - **فعولن** میں ثلم - **مفاعلتن** میں عضب کہلاتا ہے۔

عضب مخصوصات عرب سے ہے - جن ارکان میں یہ زحاف واقع ہوں انہیں

اخرم - اثلم - اخرب - اشتر - اشرم وغیرہ کہتے ہیں"۔

مثلاً - **مَفَاعِیْلُنْ** اخرم ہوکر **مفعولن** سے اور اخرب ہوکر **مفعول** سے بدل جائیگا

اور اشتر ہوکر **فاعلن** باقی رہیگا - بدلا نہیں جائیگا۔

فعولن اثلم ہوکر **فَعْلُنْ** (بہ عین ساکن) سے - اور اشرم ہوکر **فَعْلُ** (بعین ساکن لام مضموم) سے

بدلا جائیگا - شعرائے عرب کے نزدیک یہ پانچوں زحاف صدر و ابتدا سے مخصوص

ہیں - اساتذہ فارس نے کسی مقام سے مختص نہیں کیا بلکہ کبھی کبھی خرم و ثلم کو عروض

وضرب میں استعمال کیا گیا ہے - البتہ حشو میں خرم کا ہونا مانا گیا ہے - لیکن بجائے

خرم کے اس کا نام تخنیق رکھا ہے - اور جس رکن میں یہ واقع ہو اسے مخنوق

کہتے ہیں۔

(۵)

(اب اُن زحافات کی تفصیل بیان کرتے ہیں جو عروض و ضرب سے مختص ہیں)۔

یہ سب تیرہ ہیں ۱ قطع ۲ حذذ ۳ اذالہ ۴ ترفیل ۵ خلع ۶ وقف ۷ کسف ۸ قصر ۹ صلم ۱۰ حذف ۱۱ تسبیغ ۱۲ بتر ۱۳ تشعیث۔

ان میں سے قطع ۱ ۔ حذذ ۲ ۔ اذالہ ۳ ۔ ترفیل ۴ ۔ خلع ۵ ۔ یہ پانچ زحاف ان ارکان سے مخصوص ہیں ۔ جن کے آخر وتد مجموع ہے جیسے **فاعلن** ۔ **مستفعلن** (متصل) اور **متفاعلن** وغیرہ ۔

قطع ۔ وتد مجموع کے تیسرے حرف کو گرانے اور دوسرے حرف کو ساکن کر دینے کا نام ہے۔

حذذ پورا وتد گرا دینے کو کہتے ہیں ۔

اذالہ ۔ وتد کے بعد ایک **الف** بڑھا دینے کا نام ہے۔

ترفیل ۔ وتد کے بعد ایک **سبب خفیف** بڑھا دینے کو کہتے ہیں۔

خلع ۔ خبن و قطع کے اجتماع کا نام ہے۔

متفاعلن میں خبن نہیں ہوتا اس لئے خلع بھی ناممکن ہے ۔

جن ارکان میں یہ زحافات واقع ہوتے ہیں ۔ وہ **مقطوع** ۔ **احذ** ۔ **مذال** ۔ **مرفل** ۔ اور **مخلع** کہلاتے ہیں ۔ مثلاً :-

۱ **فَاعِلُنْ مقطوع** ہو کر **فَعْلُنْ** (عین ساکن) سے ۔ اور **احذ** ہو کر **فَعْ** سے اور **مرفل** ہو کر **فَاعِلَاتُنْ** سے بدل جاتا ہے ۔ اور **مذال** ہو کر **فاعلان** ، اور **مخلع** ہو کر **فَعِلْ** (عین متحرک و لام ساکن) ہو جاتا ہے۔

۲ **مُسْتَفْعِلُنْ** (متصل) **مقطوع** ہو کر **مفعولن** اور **احذ** ہو کر **فَعْلُنْ** (عین ساکن) اور **مرفل** ہو کر **مُسْتَفْعِلَاتُنْ** اور **مخلع** ہو کر **فعولن** سے بدل جاتا ہے ۔ اور **مذال** ہو کر

مستفعلان ہوجائیگا۔

ع۳ متفاعلن مقطوع ہوکر فعِلاتن۔ احذ ہوکر فعِلن (عین متحرک) اور مرفل ہوکر متفاعلاتن سے بدل جائیگا۔ اور مذال ہوکر مستفعلان ہوگا۔

لیکن مخلع نہیں ہوسکتا کیونکہ خبن ممکن نہیں۔ اذالہ۔ عروض وضرب کے سوا حشو میں بھی واقع ہوتا ہے۔

جس رکن کے آخر وتد مفروق ہو یہ تین زحافات اس رکن سے مخصوص ہونگے۔

ع۱ وقف ع۲ کسف ع۳ صلم۔

مثلاً۔ مَفْعُولَاتُ اگر اس کے آخری وتد مفروق کا تیسرا حرف ساکن کر دیا جائے تو اسے وقف کہیں گے۔ تیسرا حرف گرادیں تو کسف اور اگر پورا وتد گرادیں تو صلم کہلائیگا۔

ان حالتوں میں رکن کو موقوف ۔مکسوف ۔ اصلم کہا جائیگا۔

ع۱ مفعولات ۔ موقوف ہوکر مفعو لان سے اور مکسوف ہوکر مفعولن سے اور اصلم ہوکر فَعْلُن (عین ساکن) سے بدلا جائیگا۔

صلم ۔ وقف اور کسف یہ تینوں بحر سریع ۔منسرح ومقتضب میں واقع ہوتے ہیں۔

اور جن ارکان کے آخر سبب خفیف ہوگا تو یہ تین زحاف اُن سے مخصوص ہونگے۔

ع۱ قصر ع۲ حذف ع۳ تسبیغ۔

مثلاً۔ فعولن ۔ مفاعیلن ۔ فاعلاتن (متصل ومنفصل)

اگر ان ارکان میں سے سبب خفیف کا ساکن گر کر متحرک ہو تو اسے قصر کہا جائیگا اور اگر سارا سبب خفیف گرا دیا جائے تو اس کو حذف اور سبب خفیف کے وسط میں ایک الف بڑھا دیا جائے تو اسے تسبیغ کہیں گے۔ جیسے:۔

ع۱ فَعُولُن مقصور ہوکر فَعُول (لام ساکن) اور مسبغ ہوکر فعولان ۔ اور محذوف ہوکر فَعَل (عین مفتوح) بن جائیگا ۔

ع۲ مَفَاعِیلُن ۔ مقصور ہوکر مَفَاعِیل (لام ساکن) محذوف ہوکر فَعُولُن سے بدل جائیگا ۔ اور مسبغ ہوکر مَفَاعِیلَان ہوجائیگا ۔

ع۳ فَاعِلَاتُن ۔ (متصل) مقصور ہوکر فَاعِلَات (ت ساکن) ۔ محذوف ہوکر فاعلن

ع۴ فَاعِ لَاتُن ۔ (منفصل) اور مسبغ ہوکر فاعلان سے بدل جاتا ہے ۔

قصر ۔ بحر طویل و مدید ۔ ہزج و رمل ۔ متقارب و مضارع ۔ خفیف و مجتث ۔ میں آتا ہے ۔

حذف ۔ طویل و رمل ۔ متقارب و مضارع ۔ مجتث و مدید ۔ ہزج و خفیف میں واقع ہوتا ہے ۔

تسبیغ ۔ ہزج و رمل ۔ مدید و طویل ۔ مضارع و مجتث ۔ خفیف و متقارب میں آتا ہے ۔

تسبیغ و اذالہ ۔ عروض و ضرب کے علاوہ حشو میں بھی آتا ہے ۔ باقی دو زحاف بتر و تشعیث میں سے بتر ۔ فعولن اور فاعلاتن سے مخصوص ہے ۔

بتر ۔ حذف و قطع کے اجتماع کو کہتے ہیں ۔

فعولن ابتر ہوکر فع رہ جاتا ہے اور فاعلاتن ۔ ابتر ہوکر فَعْلُن (عین ساکن) سے بدل جاتا ہے ۔

تشعیث ۔ صرف فاعلاتن سے مختص ہے ۔ اور رکن فاعلاتن کو مفعولن بنانے کا نام تشعیث ہے ۔

بعض ماہرین فن کا یہ قول ہے کہ جب خرم کے وقوع سے وتد کا حرف اول جیسے عِلا کا عین گرا دیا جاتا ہے ۔ تو فاعلاتن مبدل بہ مفعولن ہوتا ہے ۔ بعض کے نزدیک

قطع کے توارد سے (وتد) علا کے الف کو اگر لام ساکن کر دیا جائے تو فاعل تن مبدل بہ مفعولن ہو جاتا ہے۔ کسی کا یہ قول ہے کہ (وتد) علا کا دوسرا حرف متحرک لام گر جانے سے فاعلاتن بدل کر مفعولن ہوتا ہے۔ اور کوئی یہ کہتا ہے۔ کہ مجنون مسکن ہے یعنی پہلے خبن کرکے فعلاتن بنایا جاتا ہے۔ پھر عین پر تسکین اوسط کا زحاف لگانے سے فَعْلَاتُنْ (بسکون عین) باقی رہتا ہے۔ تو مبدل بہ مفعولن ہوجاتا ہے"۔

بہرکیف سب کی رائے سے ایک ہی نتیجہ نکلتا ہے کہ فاعلاتن بدل کر مفعولن ہوتا ہے محقق علیہ الرحمہ نے بھی اس آخری قول کی تائید فرمائی ہے۔ اور میرا بھی یہی عقیدہ ہے۔

مذکورہ بالا چوبیس زحافات عربی۔ فارسی۔ اُردو میں مشترک ہیں لیکن شعرائے عرب نے جن زحافات کو مخصوص کیا ہے وہ گیارہ یہ ہیں۔ عصب۔ عضب۔ عقل۔ نقص۔ قطف۔ قصم۔ جمم۔ عقص۔ یہ آٹھ زحاف بحر وافر سے مختص ہیں۔ اور باقی اضمار۔ وقص۔ خزل۔ یہ تین زحاف بحر کامل سے مخصوص ہیں۔

۱ مفاعلتن کے لام کو ساکن کرکے مفاعیلن سے بدل دیا جائے تو اس کو عصب کہتے ہیں۔ اور رکن کو معصوب۔

۲ مفاعلتن کے م کو گرا کر مفتعلن سے بدلا جائے تو اس کو عضب اور رکن کو اعضب کہیں گے۔ (عضب کا ذکر خرم کے بیان میں ہوچکا ہے)۔

۳ عقل۔ عصب وقبض کے اجتماع کو کہتے ہیں۔ اور جب رکن معصوب (مفاعیلن) کو مقبوض کرکے مفاعلن بنایا جاتا ہے تو اس رکن کو معقول کہتے ہیں۔

۴ نقص۔ اجتماع عصب و کف کو کہتے ہیں۔ یعنی رکن معصوب (مفاعیلن) کو مکفوف کرکے مفاعیلُ (لام مضموم) سے بدل دیتے ہیں تو یہ رکن منقوص کہلاتا ہے۔

۵ قطف ۔ عصب و حذف کے اجتماع کا نام ہے ۔ جب رکن معصوب (مفاعیلن) محذوف کرکے مفعولن سے بدل لیتے ہیں تو اس رکن کو مقطوف کہا جاتا ہے ۔

۶ قصم ۔ اجتماع عصب و عضب کو کہا جاتا ہے ۔ یعنی رکن معصوب (مفاعیلن) کو اعضب کرکے جب مفعولن سے بدل دیا جاتا ہے تو رکن کو اقصم کہتے ہیں ۔

۷ جمم ۔ عقل و عضب کے اجتماع کو کہتے ہیں ۔ یہ زحاف تین زحافوں کا مجموعہ ہے ۔ اس لئے کہ عقل خود عصب و قبض سے مرکب ہوا ہے ۔ رکن معقول یعنی مفاعلن میں جب عضب واقع ہوتا ہے تو فاعلن رہ جاتا ہے ۔ اس رکن کو اجم کہتے ہیں ۔

۸ عقص ۔ اجتماع عضب و نقص کا نام ہے ۔ جو تین زحافوں کا مجموعہ ہے ۔ یعنی نقص خود عضب و کف سے مرکب ہے ۔ جب رکن منقوص مفاعیلُ (بضم لام) میں عضب واقع ہوگا تو فاعیلُ رہ جائیگا ۔ تو مفعولُ سے بدل کر اس رکن کو اعقص کہیں گے ۔

یہ آٹھوں زحاف مفاعلتن ہی میں آتے ہیں لہذا بحر وافر سے مخصوص ہیں اور ان آٹھ زحافات سے چار (۱ عضب ۲ قصم ۳ جمم ۴ عقص) صدر وابتدا سے مختص ہیں ۔ اور تین زحاف ۱ عصب ۲ عقل ۳ نقص عام ہیں ۔ البتہ قطف عروض وضرب کے لئے مخصوص ۔

اضمار مُتَفَاعِلُن کی تَ کو ساکن کرکے مستفعلن سے بدلنے کا نام ہے ۔ اور اگر اضمار کے بعد خبن بھی واقع ہو اور رکن متفاعلن کو مفاعلن سے بدل دیا جائے تو اُسے وقص کہتے ہیں ۔ اور اگر بعد اضمار ۔ طی واقع ہو اور رکن متفاعلن کو مفتعلن سے بدل دیں تو خزل کہلائیگا ۔

اِن تین زحافات کے علاوہ بحر کامل میں اور زحاف بھی آتے ہیں ۔

قطع ۔ حذذ ۔ اذالہ ۔ ترفیل یہ چاروں زحاف بحر کامل کے علاوہ اور بحروں میں بھی آتے ہیں ۔ اور اضمار ۔ وقص ۔ خزل ۔ یہ عروض وضرب میں نہیں آتے ۔

مندرجہ ذیل زحافات اہل فارس کی ایجاد ہے۔ وہ یہ تیرہ ۱۳ زحافات ہیں۔

۱ جب۔ ۲ ہتم۔ زلل۔ بتر۔ جدع۔ نحر۔ جحف۔ ربع۔ درس۔ عرج۔ طمس۔ سلخ۔ رفع۔

جب۔ ہتم۔ زلل۔ بتر۔ یہ چار زحافات رکن مفاعیلن سے مخصوص ہیں۔

۱ جب۔ مَفَاعِیْلُنْ کے آخر سے اگر دونوں سبب خفیف گرا دیئے جائیں تو اِسے جب کہیں گے۔

۲ ہتم اجتماع حذف و قصر کو کہتے ہیں۔

۳ زلل۔ مجموعہ ہتم و تخنیق کو کہا جاتا ہے۔

۴ بتر اجتماع جب و تخنیق کا نام ہے۔

بصورت ترکیب اجتماع ان ارکان کو مجبوب۔ اہتم۔ ازل۔ ابتر کہتے ہیں مثلاً مفاعیلن مجبوب ہوکر فَعَل (عین مفتوح) سے اور اہتم۔ فعولْ (لام ساکن) سے۔ اور ازل۔ فاع سے اور ابتر فاع سے بدل جاتا ہے۔ یہ چاروں زحاف رباعی کے عروض و ضرب سے مخصوص ہیں۔ لیکن غزل کے عروض و ضرب میں بھی آسکتے ہیں۔ کیونکہ اساتذہ نے رباعی کے وزن پر بھی غزل کہنا جائز قرار دیا ہے۔

۱ جدع ۲ نحر۔ یہ دونوں زحاف مَفْعُوْلَاتُ سے مختص ہیں۔

جدع۔ اگر مَفْعُوْلَاتُ میں وقف واقع ہو اور اول کے دونوں سبب گر جائیں تو اسے جدع کہیں گے۔

نحر۔ اگر مَفْعُوْلَاتُ میں کسف واقع ہو اور دونوں اول کے سبب گرا دیئے جائیں۔ تو اسے نحر کہا جائیگا۔

اور مَفْعُوْلَاتُ۔ مجدوع ہوکر فاع سے اور منحور ہوکر فع سے بدل جائیگا۔

۱ جحف۔ ربع۔ درس۔ یہ تین زحاف فَاعِلَاتُنْ (متصل) سے مخصوص ہیں۔

۱ جحف - اگر فاعلاتن میں خبن لایا جائے اور فاصلہ یعنی فعلا کو گرادیں۔ تو اسے جحف کہیں گے۔

۲ ربع - اجتماعِ خبن و حذف و قطع کا نام ہے۔

۳ درس - اگر فاعلاتن مخبون و محذوف ہوکر فعلا رہ جائے اور اس سے دو حرکتیں اور ایک حرف گرا دیا جائے تو اسے درس کہتے ہیں - مثلاً:- فاعلاتن - مجحوف ہوکر فع سے - مربوع ہوکر فعَل (عین مفتوح) سے - اور مدروس ہوکر فاع سے بدل دیا جاتا ہے۔

۱ عرج ۲ طمس - یہ دو زحاف مُسْتَفْعِلُنْ (متصل) سے مخصوص ہیں۔

۱ عرج مستفعلن کے لام کو ساکن کرنے کا نام ہے۔

۲ طمس مستفعلن کا عین و لام گرانے کو کہتے ہیں۔

مستفعلن اعرج ہوکر مفعولان اور مطموس ہوکر فعْلان (ع ساکن) سے بدلتا ہے۔

سلخ - فَاعِ لَاتُنْ (منفصل) کے دونو سبب اور عین کی حرکت گرا دینے کو کہتے ہیں۔

فَاعِ لَاتُنْ - مسلوخ ہوکر فَاعْ رہ جائیگا۔

رفع - مُسْتَفْعِلُنْ متصل اور مَفْعُوْ لَاتُ سے اگر پہلا سبب گرا دیا جائے تو اسے رفع کہیں گے - مستفعلن اور مفعولاتُ دونوں رکن مرفوع ہوکر فاعلن اور مفعولُ (لام مضموم) سے بدل جاتے ہیں۔

مذکورہ بالا چار زحاف ۱ جب ۲ زلل ۳ ہتم ۴ بتر - رباعی سے مخصوص ہیں - اور باقی نو زحافات کم استعمال میں آتے ہیں؛

*

رباعی

رباعی - بحر ہزج سے مختص ہے اور اس میں دس ارکان مقرر و مستعمل ہیں - ایک سالم اور نو مزاحف -

(۱) سالم / مفاعیلن (۲) مقبوض / مفاعلن (۳) مکفوف / مفاعیل (۴) اشتر / فاعلن (۵) اخرم / مفعولن (۶) اخرب / مفعول
(۷) اہتم / فعول (۸) ازل / فاع (۹) مجبوب / فعل (۱۰) ابتر / فع

یاد رکھنا چاہئے کہ ان دس ارکان کے سوا اور کوئی رکن رباعی میں نہیں آتا -

مفاعیلن - مفاعیل - مفاعلن - فاعلن - یہ چار ارکان حشو سے ہی مخصوص ہیں

مفعولن - مفعول - یہ دو رکن صدر و ابتدا میں بھی آتے ہیں اور حشو میں بھی لیکن عروض و ضرب میں کبھی نہیں آتے -

فعول - فاع - فعل - فع یہ چار ارکان صرف عروض و ضرب سے مختص ہیں اور کسی جگہ نہیں آتے -

رباعی میں اول رکن ہر مصرعہ کا ہمیشہ **مفعول** ہی آتا ہے -
" دوسرا رکن " " **مفاعلن یا مفاعیل** ہوتا ہے -
" تیسرا رکن " " **مفاعیل** ہی ہوتا ہے -
" چوتھا " " **فعول - فعل - فاع یا فع** آتا ہے -

بجائے دس رباعی کے لئے صرف پانچ ارکان ہی کافی ہیں - اور انہی کے الٹ پھیر سے اور تسکین اوسط کے باعث بیشمار اوزان بن سکتے ہیں - درحقیقت ماہرین فن کے نزدیک رباعی کو چوبیس ارکان میں محدود رکھا گیا - ارکانِ رباعی کی ترکیب کے لئے یہ مصرعہ یاد رکھنے کے قابل ہے - ع

"سبب پے سبب است و وتد پے وتد است"

مطلب یہ کہ رباعی کے ارکان کی نشست اس طرح ہو یعنی جس رکن کے آخر سبب ہو اس کے دوسرے رکن کی ابتدا میں بھی سبب ہونا چاہئے۔ اور جس رکن کے آخر وتد ہو اس کے بعد والے رکن کی ابتدا میں بھی وتد ہی ہونا لازم ہے۔

اکثر رباعی میں رکن اول کے سوا باقی ارکان کے حرف اول متحرک کو ساکن کرکے ماقبل کے حرف آخر متحرک سے ملادیتے ہیں تو نیا رکن پیدا ہوجاتا ہے۔ مثلاً

مَفْعُولُ ۔ مَفَاعِلُنْ ۔ مَفَاعِیْلُ ۔ فَعُوْلُ ۔ (فعل)

مَ فْ عُ وْ لُ ۔ مَ فَ اْ عِ لُ نْ ۔ مَ فَ اْ عِ یْ لُ ۔ فَ عُ وْ لُ

(ف ع ل)

مذکورہ بالا پانچ ارکان میں سے چار ارکان لیکر ایک وزن رباعی کا قائم کرلیا اور آخر رکن کو چھوڑ دیا۔ پھر تسکین اوسط کے ذریعہ سے کئی رکن بناکر وزن پیدا کرسکتے ہیں۔ مثلاً رکن اول کا حرف آخر لام متحرک ہے۔ اور دوسرے رکن کا حرف اول م بھی متحرک۔ لیکن م متحرک کو ساکن کرکے رکن اول سے ملادیا جائے تو نیا رکن مفعولم پیدا ہوگا۔ جسے مَفْعُولُنْ سے بدل کر باقی ارکان کو اصلی حالت پر رکھا جائے تو۔ یہ وزن مَفْعُولُنْ فَاعِلُنْ مَفَاعِیْلُ فعُوْلُ بن جائیگا۔ اور آخر کے رکن کا حرف اول فَ ساکن کرکے تیسرے رکن کے حرف آخر لُ متحرک سے ملا دیا جائے تو نیا رکن مَفَاعِیْلُفْ کو مَفَاعِیْلُنْ سے اور عُوْلُ کو فَاعْ سے بدل دیں گے تو یہ وزن مفعولن فاعلن مفاعیلن فاع بن جائیگا۔

اسی طرح سوائے رکن اول کے تمام ارکان رباعی تسکین اوسط کے ذریعہ سے بدل کر نیا وزن بنالیا گیا ہے۔

بہرحال اساتذہ نے مذکورہ بالا دس ارکان رباعی کے لئے مقرر کردیئے ہیں۔ اُنکے

علاوہ اور کوئی رکن کسی بحر کا رباعی کے اوزان میں لانا جائز نہیں۔

رباعی کے چار مصرعے اگر مختلف اوزان رباعی پر ہوں تو ناموزوں نہ ہونگے مثلاً

ع۱ مفعول - مفاعلن - مفاعیل - فعول ع۲ مفعولن فاعلن مفاعیل فعول -

ع۳ مفعول مفاعلن مفاعیلن فاع ع۴ مفعولن فاعلن مفاعیلن فاع -

اس لئے کہ رباعی کے مقررہ چوبیس[۲۴] اوزان میں سے بارہ[۱۲] اخرب اور بارہ[۱۲] اخرم کہلاتے ہیں۔

اخرب ہمیشہ مفعول سے اور اخرم مفعولن سے شروع ہوتا ہے - اس کی وجہ یہ ہے کہ اخرب کو تسکین اوسط کے ذریعہ اخرم بنا لیا جاتا ہے تو مفعولُ سے مفعولن بن جاتا ہے۔ اس لئے اخرب و اخرم کا اجتماع صحیح ہے۔"

اساتذہ کے مقررہ اوزانِ رباعی یہ چوبیس[۲۴] ہیں

یہ اخرب کہلاتے ہیں		انہیں اخرم کہتے ہیں	
اخرب ع۱	مَفْعُوْلُ مَفَاعِلُنْ مَفَاعِیْلُ فَعُوْلُ	اخرم ع۱	مَفْعُوْلُنْ فَاعِلُنْ مَفَاعِیْلُ فَعُوْلُ
" ع۲	مَفْعُوْلُ مَفَاعِلُنْ مَفَاعِیْلُنْ فَاعْ	" ع۲	مفعولن فاعلن مفاعیلن فاع
" ع۳	مفعول مفاعلن مفاعیل فعل	" ع۳	مفعولن فاعلن مفاعیل فعل
" ع۴	مفعول مفاعلن مفاعیلن فع	" ع۴	مفعولن فاعلن مفاعیلن فع
" ع۵	مفعول مفاعیل مفاعیل فعول	" ع۵	مفعولن مفعول مفاعیل فعول
" ع۶	مفعول مفاعیل مفاعیلن فاع	" ع۶	مفعولن مفعول مفاعیلن فاع
" ع۷	مفعول مفاعیل مفاعیل فعل	" ع۷	مفعولن مفعول مفاعیل فعل
" ع۸	مفعول مفاعیل مفاعیلن فع	" ع۸	مفعولن مفعول مفاعیلن فع
" ع۹	مفعول مفاعیلن مفعول فعول	" ع۹	مفعولن مفعولن مفعول فعول

یہ اخرب کہلاتے ہیں۔		انہیں اخرم کہتے ہیں۔	
اخرب ۱۰	مفعول مفاعیلن مفعولن فاع	اخرم ۱۰	مفعولن مفعولن مفعولن فاع
" ۱۱	مفعول مفاعیلن مفعول فعل	" ۱۱	مفعولن مفعولن مفعول فعل
" ۱۲	مفعول مفاعیلن مفعولن فع	" ۱۲	مفعولن مفعولن مفعولن فع

یاد رکھنا چاہئے کہ اِن دس ارکان کے سوا اور کوئی رکن نہ آنے پائے۔ اور (مفعول) یا (مفاعلن) ہمیشہ شروع رکن لائے جائیں شروع میں اور رکن لانا بھی جائز نہیں۔

ارکان مشترکہ اختلاف نام کے اعتبار سے تو ایک سو چھبیس[۱۲۶] ہیں لیکن باعتبار لفظ وصورت کل پینتالیس[۴۵] ہیں۔ جن میں سے تیرہ[۱۳] ارکان عام ہر جگہ بیت میں آتے ہیں۔ اور گیارہ[۱۱] ارکان اول اور اکیس[۲۱] ارکان آخر کے لئے ہیں۔ مثلاً۔

(تیرہ[۱۳] ارکان تن ساکن کے ساتھ۔ جو آخر بیت میں بھی آ سکتے ہیں۔ یہ ہیں)۔

فعولن[۱] - فاعلن[۲] - مستفعلن[۳] - فاعلاتن[۴] - مفاعیلن[۵] - متفاعلن[۶]
مفاعلتن[۷] - فعلتن[۸] - فعِلن[۹] - فعلاتن[۱۰] - مفاعلن[۱۱] - مفعولن[۱۲] - مفتعلن[۱۳]-

(اور گیارہ[۱۱] ارکان جو اول کے لئے مخصوص ہیں آخر میں نہیں آتے وہ یہ ہیں۔

مُفعُولاتُ[۱] - فعُولاتُ[۲] - فاعِلاتُ[۳] - فعولُ[۴] - مفاعیلُ[۵] - مستفعلُ[۶] - فعلاتُ[۷] - مفاعلُ[۸] -
مفعولُ[۹] - فعلُ[۱۰] - فعلتنْ[۱۱] (فعلتن کا نون ساکن ہے باقی کل ارکان کا حرف آخر متحرک)

(اکیس[۲۱] ارکان جو آخر کے لئے مخصوص ہیں۔ اور بعض کبھی کبھی ابتدا و وسط میں بھی آتے ہیں)

فعْ[۱] - فاعْ[۲] - فعلْ[۳] - فعولْ[۴] - فعولانْ[۵] - فعلانْ[۶] - فاعلانْ[۷] - فعلتانْ[۸] - فعلیانْ[۹]
فاعلیانْ[۱۰] - مفاعلانْ[۱۱] - مفاعیلانْ[۱۲] - مستفعلانْ[۱۳] - متفاعلانْ[۱۴] - مفعولانْ[۱۵] - مفتعلانْ[۱۶]
مفاعلاتنْ[۱۷] - مفتعلاتنْ[۱۸] - مستفعلاتنْ[۱۹] - متفاعلاتنْ[۲۰] - فعِلانْ[۲۱] -

(ان کل ارکان کا حرف آخر ساکن ہے)۔

ارکان سالم

فعولن - فاعلن - مفاعیلن - مفعولات - متفاعلن - مفاعلتن - مستفعلن - مس تفع لن - فاعلاتن - فاع لاتن -

فروعات مفردہ و مرکبہ مع زحافات مبدلہ و موسومہ

۱۔ فعولن سالم - فعول مقبوض - فعلن اثلم - فعول مقصور - فعل محذوف - فعولان مسبغ - فعل اثرم - فع ابتر (باجتماع حذف وقطع) فعلان اثلم مسبغ -

---

۲۔ فاعلن سالم - فعلن مخبون - فعلن مخبون مسکن یا مقطوع - فع احذ - فاعلان مذال فاعلاتن مرفل - فعلاتن مخبون مرفل - فعل مخلع فعلان مخبون مذال فعلان مقطوع مذال -

---

۳۔ مفاعیلن سالم - مفاعلن مقبوض - مفاعیل مکفوف - مفعولن اخرم - مفاعیل مقصور فعولن محذوف - فعل مجبوب - مفاعیلان مسبغ - مفعول اخرب (خرم و کف) فاعلن (اشتر (خرم و قبض) فعول اہتم (حذف و قصر) فاع ازل (ہتم و تخنیق) فع ابتر (جب و تخنیق) فعلان مخنق مقصور - فعلن مخنق محذوف - مفعولان مخنق مسبغ -

---

۴۔ مَفْعُولَاتُ سالم۔ فعولاتُ مخبون۔ فاعلاتُ مطوی۔ مفعولُ مرفوع۔ مفعولان موقوف
مفعولن مکسوف۔ فعْلن اصلم۔ فاع مجدوع۔ فع منحور۔ فِعلاتُ مخبول
فعولان مخبون موقوف۔ فاعلان مطوی موقوف۔ فِعلان مخبول موقوف
فعولن مخبون مکسوف۔ فاعلن مطوی مکسوف۔ فِعلن مخبول مکسوف۔

۵۔ مُتَفَاعِلُنْ سالم۔ مستفعلن مضمر۔ فِعلاتن مقطوع۔ فِعلن احذ۔ متفاعلان مذال۔
متفاعلاتن مرفل۔ مفاعلن موقوص۔ مفتعلن مخزول۔ مفعولن مضمر مقطوع
فعْلن مضمر احذ۔ مستفعلان مضمر مذال۔ مستفعلاتن مضمر مرفل۔
مفاعلان موقوص مذال۔ مفاعلاتن موقوص مرفل۔ مفتعلان مخزول مذال
مفتعلاتن مخزول مرفل۔

۶۔ مَفَاعَلَتُنْ سالم۔ مفاعیلن معصوب۔ مفتعلن اعضب۔ مفاعلن معقول۔ مفاعیل منقوص
فعولن مقطوف۔ مفعولن اقصم۔ فاعلن اجم۔ مفعول اعقص۔

۷۔ مُسْتَفْعِلُنْ (متصل) سالم۔ مفاعلن مخبون۔ مفتعلن مطوی۔ فاعلن مرفوع۔ مفعولن مقطوع۔
فعْلن احذ۔ مستفعلان مذال۔ مستفعلاتن مرفل۔ مفعولان اعرج
فعْلان مطموس۔ فعولن مخلع۔ فِعِلتن مخبول۔ فاع احذ مقصور۔
فع احذ محذوف۔ مفاعلان مخبول مذال۔ مفتعلان مطوی مذال۔
فاعلان مرفوع مذال۔ فِعِلتان مخبول مذال۔ مفاعلاتن مخبول مرفل
مفتعلاتن مطوی مرفل۔

۸ء مُس تَفْعِ لُن (منفصل) سالم۔ مفاعلن مخبون ۔ مس تفع لُ مکفوف ۔ مفعولن مقصور۔ مفاعلُ مشکول ۔ فعولن مقصور مخبون ۔

۹ء فَا علَا تُن (متصل) سالم ۔ فِعلاتن مخبون ۔ فاعلاتُ مکفوف ۔ فاعلاتْ مقصور۔ فاعلن محذوف ۔ مفعولن مشعث ۔ فاعلیان مسبغ ۔ فعل مربوع فاع مدروس ۔ فع مجحوف ۔ فعلاتُ مشکول ۔ فعلن ابتر (حذف و قطع) فعلان مخبون مقصور ۔ فعلاتُ مخبون مقصور ۔ فعلن مخبون محذوف ۔ فعلیان مخبون مسبغ ۔ فعلان مشعث مقصور ۔ مفعولان مشعث مسبغ

۱۰ء فَاعِ لَاتُن (منفصل) سالم ۔ فاع لاتُ مکفوف ۔ فاع لاتْ مقصور ۔ فاع لن محذوف فلع مسلوخ ۔ فاع لیان مسبغ ۔ فعلن محذوف مقصور ۔

نوٹ ۔ مندرجہ بالا فروعات میں سے جو جو فروع کسی بحر میں ہوگا اس وزن کو اسی نام سے منسوب و موسوم کیا جائیگا ۔ مثلاً :-

بحر ہزج مثمن سالم ۔ مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن } مفاعیلن سالم اور
بحر ہزج مثمن مقبوض ۔ مفاعلن مفاعلن مفاعلن مفاعلن } مفاعلن مقبوض ہے

یا جیسے

بحر ہزج مثمن اخرب مکفوف سالم } مفعول مفاعیل مفاعیل مفاعیلن
یا اخرب سالم } مفعول مفاعیلن مفعول مفاعیلن

یہاں مفعول اخرب ۔ مفاعیل مکفوف اور مفاعیلن سالم ہے ۔

اوزان بحور مفردہ و مرکبہ مستعملہ

بحر ہزج

مثمن

(۱) سالم یا مسبغ مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن (یا مفاعیلان) (شعر میں دو بار)

(۲) مقبوض مفاعلن مفاعلن مفاعلن مفاعلن "

(۳) مکفوف یا محذوف مفاعیل مفاعیل مفاعیل مفاعیل (یا فعولن) "

(۴) اخرب مکفوف سالم مفعول مفاعیل مفاعیل مفاعیلن "

(۵) اخرب سالم مفعول مفاعیلن مفعول مفاعیلن "

"نمبر ۴ اور نمبر ۵ اوزان دراصل ایک ہیں اس لئے دونوں کا اجتماع درست ہے تیسرے رکن کے م کو ساکن کرکے دوسرے رکن کے ل سے ملا دیا تو مفعول مفاعیلم فاعیل مفاعیلن باقی رہا اس لئے مفاعیلم کو مفاعیلن سے اور فاعیل کو مفعول سے بدل کر یہ وزن مفعول مفاعیلن مفعول مفاعیلن بنا آخر رکن میں مفاعیل یا فعولن اور مفاعیلن یا مفاعیلان کا اجتماع بھی جائز ہے۔"

۶۔ اخرب مکفوف مقصور یا محذوف مفعول مفاعیل مفاعیل مفاعیل (یا فعولن) (شعر میں بار)

"نمبر ۶ وزن کا تیسرا رکن مفاعیل اس کا م ساکن کرکے دوسرے رکن کے لام سے ملا دیا جائے تو نمبر ۷ وزن پیدا ہوگا اس لئے نمبر ۶ اور نمبر ۷ کا اجتماع بھی جائز ہے۔"

۷۔ اخرب سالم مقصور مفعول مفاعیلن مفعول مفاعیل "

۸۔ اشتر سالم فاعلن مفاعیلن فاعلن مفاعیلن "

۹۔ اخرب مکفوف اہتم یا مجبوب مفعول مفاعیل فعول (یا فعل) "

۱۰۔ اخرب مکفوف ازل یا ابتر مفعولُ مفاعیلُ مفاعیلن فاع (یا فع) (شعر میں ۲ بار)

"نمبر ۹ اور نمبر ۱۰ اوزان رباعی کے ہیں لیکن ان پر غزل بھی کہنا جائز ہے"۔

"مُسدّس"

۱۱۔ سالم مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن 〃

۱۲۔ مقصور یا محذوف مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلُ (یا فعولن) 〃

۱۳۔ اخرب مکفوف سالم یا مبغ مفعولُ مفاعیلُ مفاعیلن (یا مفاعیلان) 〃

۱۴۔ مکفوف مقصور یا محذوف مفاعیلُ مفاعیلُ مفاعیلُ (یا فعولن) 〃

۱۴۔ اخرب مکفوف مقصور یا محذوف مفعولُ مفاعیلُ مفاعیل (یا فعولن) 〃

۱۵۔ اخرب مکفوف اتھم یا مجبوب مفعولُ مفاعیلُ فعولُ (یا فعل) 〃

۱۶۔ اخرب سالم ازل یا ابتر مفعولُ مفاعیلن فاع (یا فع) 〃

۱۷۔ اخرب مقبوض سالم یا مسبغ مفعولُ مفاعلن مفاعیلن (یا مفاعیلان) 〃

۱۸۔ اخرب مقبوض مقصور یا محذوف مفعولُ مفاعلن مفاعیلُ (یا فعولن) 〃

۱۹۔ اخرم اشتر مقصور یا محذوف مفعولن فاعلن مفاعیلُ (یا فعولن) 〃

"نمبر ۱۹ اور نمبر ۲۰ اوزان کا اجتماع جائز ہے۔ اس لئے کہ دوسرے رکن مفاعلن کا م ساکن کرکے رکن اول کے ل سے ملایا تو یہ وزن مفعولن فاعلن مفاعیل بن گیا۔

بحرِ رجز

"مثمن"

(۱) سالم مستفعلن مستفعلن مستفعلن مستفعلن 〃

(۲) سالم یا مذال مستفعلن مستفعلن مستفعلن مستفعلن (یا مستفعلان) 〃

(۳) سالم و اعرج مستفعلن مستفعلن مستفعلن مستفعلن (ضرب میں مفعولان) 〃

(۴) سالم مقطوع یا اعرج مستفعلن مستفعلن مستفعلن مفعولن (یا مفعولان) 〃

(۲) عروض سالم ضرب ...

(نمبرا نمبر۴ تک اوزان کا اجتماع جائز ہے)

۵۔ مطوی مفتعلن مفتعلن مفتعلن مفتعلن (شعر میں ۲ بار)

۶۔ مطوی مخبون مفتعلن مفاعلن مفتعلن مفاعلن ״

۷۔ مخبون مطوی مفاعلن مفتعلن مفاعلن مفتعلن ״

۸۔ مطوی مخبون مقطوع یا عرج مفتعلن مفاعلن مفتعلن مفعولن (یا مفعولان) ״

(نمبر ۵ سے نمبر ۸ تک اوزان کا اجتماع جائز ہے)

(مسدس) (۹) سالم یا مذال مستفعلن مستفعلن مستفعلن (یا مستفعلان) ״

(۱۰) سالم مقطوع یا عرج مستفعلن مستفعلن مفعولن (یا مفعولان) ״

(نمبر ۹ اور نمبر ۱۰ کا اجتماع بھی درست ہے)

(۱۱) مطوی مفتعلن مفتعلن مفتعلن ״

(جن بحروں کے آخر وتد مجموع ہوگا ان میں سالم مذال مقطوع اور

احذ کا اجتماع وزن میں فرق پیدا نہیں کرتا)

بحر رمل

(مثمن) (۱) سالم فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن ״

(۲) سالم یا مسبغ فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن (یا فاعلیان) ״

(۳) سالم مقصور یا محذوف فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن فاعلات (یا فاعلن) ״

(۴) مخبون مقصور یا مخبون مسکن مقصور فاعلاتن فعلاتن فعلاتن فعلان (یا فعلان) ״

(۵) مخبون محذوف یا مخبون مسکن محذوف فاعلاتن فعلاتن فعلاتن فعلن (یا فعلن) ״

(نمبر ۴ اور نمبر ۵ کا اجتماع جائز ہے اور صدر و ابتدا میں سالم و مخبون

کا اجتماع بھی درست ہے)

(۶) مخبون مجحوف فاعلاتن فعلاتن فعلاتن فع (شعر میں ۲ بار)

(تسکین اوسط کے ذریعے کبھی کبھی شعراء فعلاتن کو مفعولن بنالیا کرتے ہیں)

(۷) مشکول سالم فعلات فاعلاتن فعلات فاعلاتن "

(۸) مخبون فعلاتن فعلاتن فعلاتن فعلاتن "

(۹) مشعث مفعولن مفعولن مفعولن مفعولن "

(۱۰) مخبون مشعث فعلاتن فعلاتن فعلاتن مفعولن "

(۱۱) مخبون مسکن مجحوف فاعلاتن فعلاتن مفعولن فع "

(۱۲) سالم مدوس یا مجحوف فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن فاع (یا فع) "

(۱۳) مسبغ سالم یا مسبغ فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن (یا فاعلیان) "

(۱۴) مقصور یا محذوف فاعلاتن فاعلاتن فاعلات (یا فاعلن) "

(۱۵) مخبون مقصور یا محذوف فاعلاتن فعلاتن فعلان (یا فعلن) "

(۱۶) مخبون مسکن مقصور یا محذوف فاعلاتن فعلاتن فعلان (یا فعلن) "

(نمبر ۱۵ اور نمبر ۱۶ اوزان کا اجتماع صحیح ہے اور فعلاتن کو تسکین اوسط سے مفعولن بنالینا بھی ہر جگہ درست ہے)۔

(۱۷) مخبون (شانزدہ رکنی) فعلاتن فعلاتن فعلاتن فعلاتن فعلاتن فعلاتن فعلاتن فعلاتن (۲ بار)

نوٹ - بحر ہزج - بحر رمل - بحر رجز یہ تینوں بحریں اور بحروں کی طرح سبب و وتد وغیرہ کی تقدیم و تاخیر سے پیدا ہوئی ہیں - مثلاً - مفاعیلن میں اول ایک وتد مجموع پھر دو سبب خفیف ہیں - اگر چار ارکان مفاعیلن مصرعہ میں آئیں تو اس کا وزن بحر ہزج سے ہوگا - اس کو بدل کر بجائے مفاعیلن کے عیلن مفا بنایا جائے - تو عیلن مفا کا بدل مستفعلن ہوگا جس کی بحر کا نام بحر رجز ہے - اور اگر عیلن مفا کو

بدل کر لن مفاعی بنایا جائے تو فاعلاتن اس کا بدل ہوگا جس کی بحر کا نام رمل ہے۔ علیٰ ہذا اور بھی مذکورہ بالا ارکانِ عشرہ سے پیدا ہوئی ہیں۔"

بحرِ کامل

(۱) "مثمن"	سالم	متفاعلن	متفاعلن	متفاعلن	متفاعلن	(شعر میں ۲ بار)
(۲)	سالم مضمر	متفاعلن	مستفعلن	متفاعلن	مستفعلن	"
(۳) "مسدس"	سالم	متفاعلن	متفاعلن	متفاعلن		"
(۴)	مضمر مذال	متفاعلن	مستفعلن	مستفعلان		"
(۵)	مضمر موقوص	مستفعلن	مفاعلن	متفاعلن		"

(اس بحر میں سالم اور مضمر کا اجتماع جائز ہے)۔

بحرِ وافر

(۱) "مثمن"	سالم	مفاعلتن	مفاعلتن	مفاعلتن	مفاعلتن	"
(۲) "مسدس"	سالم	مفاعلتن	مفاعلتن	مفاعلتن		"
(۳)	معصوب مقطوف	مفاعیلن	مفاعلتن	فعولن		"
(۴)	معقول مقطوف	مفاعلن	مفاعلتن	فعولن		"
(۵)	سالم مقطوف	مفاعلتن	مفاعلتن	فعولن		"
(۶) "مربع"	سالم	مفاعلتن	مفاعلتن			"

بحرِ متقارب

(۱) "مثمن"	سالم	فعولن	فعولن	فعولن	فعولن	"

(۲) مقصور یا محذوف فعولن فعولن فعولن فعول (یا فعل) (شعر میں دو بار)

(۳) اثلم فعلن فعولن فعلن فعولن ״

(۴) مقبوض اثلم فعول فعلن فعول فعلن ״

"شانزدہ رکنی" (۵) مقبوض اثلم فعول فعلن فعول فعلن فعول فعل فعول فعلن ״

مثمن (۶) سالم ابتر فعولن فعولن فعولن فع ״

(۷) اثلم مقبوض یا مقصور فعل فعولن فعل فعولن (یا فعل) ״

مسدس (۸) سالم فعولن فعولن فعولن ״

(۹) مقصور یا محذوف فعولن فعولن فعول (یا فعل) ״

"شانزدہ رکنی" (۱۰) فعل فعولن فعل فعولن فعل فعولن فعل فعول (یا فعل) ״

(۱۱) فعل فعولن فعل فعولن فعل فعولن فعلن فع ״

(فعل فعولن کی جگہ فعلن فعلن بھی درست ہے۔ عروض وضرب میں فعلن فع بھی لا سکتے ہیں۔ اور جس بحر میں آخر سبب خفیف ہو جیسے بحر متقارب۔ بحر رمل وغیرہ وہاں سالم ومسبغ مقصور اور محذوف کا اجتماع صحیح ہے۔"

بحر متدارک

"مثمن" (۱) سالم فاعلن فاعلن فاعلن فاعلن ״

(۲) مخبون فعِلن فعِلن فعِلن فعِلن ״

(۳) مخبون مسکن فعْلن فعْلن فعْلن فعْلن ״

(۴) مخبون مقطوع فاعلن فعل فاعلن فعل ״

"مسدس" (۵) سالم فاعلن فاعلن فاعلن ״

شانزدہ رکنی
(۶) مخبون فَعِلُن فَعِلُن فَعِلُن فَعِلُن فَعِلُن فَعِلُن فَعِلُن فَعِلُن (شعر میں دو بار)
(۷) مخبون مسکن فَعْلُن فَعْلُن فَعْلُن فَعْلُن فَعْلُن فَعْلُن فَعْلُن فَعْلُن "
(اس وزن میں مخبون اور مخبون مسکن کا اجتماع ہر جگہ درست ہے)

بحرِ مُنسرح

مثمن
۱- سالم مستفعلن مفعولاتُ مستفعلن مفعولاتُ
۲- موقوف یا مکسوف مستفعلن مفعولاتُ مستفعلن مفعولاتْ (یا مفعولن)
۳- مطوی موقوف یا مکسوف مفتعلن فاعلاتُ مفتعلن فاعلاتْ (یا فاعلن)
۴- مطوی مجدوع یا منحور مفتعلن فاعلاتُ مفتعلن فاعْ (یا فعْ)
مسدس
۵- مطوی یا مطوی مذال مفتعلن فاعلاتُ مفتعلن (یا مفتعلان)
۶- مطوی مقطوع یا مطوی مرفوع مفتعلن فاعلاتُ مفعولن (یا مفعولان)

(اس بحر میں تسکین اوسط ہر جگہ جائز ہے۔ مفتعلن کو مفعولن بنا سکتے ہیں۔ چونکہ اس بحر میں رکن آخر کا حرف متحرک ہے اور شعر متحرک الآخر نہیں ہو سکتا)۔

بحرِ مُقتضب

مثمن
۱- سالم مفعولاتُ مستفعلن مفعولاتُ مستفعلن (شعر میں دو بار)
۲- مطوی فاعلاتُ مفتعلن فاعلاتُ مفتعلن "
۳- مخبون مطوی فعولاتُ مفتعلن فعولاتُ مفتعلن "

بحر مضارع

"مثمن"

۱- سالم مفاعیلن فاع لاتن مفاعیلن فاع لاتن یا فاعلن شعر میں دو بار

۲- مکفوف مقصور یا محذوف مفاعیل فاع لات مفاعیل فاعلان (یا فاعلن) ״

۳- اخرب مکفوف مفعول فاع لاتُ مفاعیلُ فاع لاتن ״

۴- اخرب سالم مفعول فاع لاتن مفعول فاع لاتن ״

۵- مسبغ مفعول فاعلاتن مفعول فاعلیان ״

۶- اخرب مکفوف مقصور یا محذوف مفعول فاع لاتُ مفاعیل فاع لات (یا فاعلن) ״

۷- اخرب سالم مقصور یا محذوف مفعول فاع لاتن مفعول فاع لات (یا فاعلن) ״

(نمبر ۶ اور نمبر ۷ کا اجتماع جائز ہے کیونکہ تیسرا رکن مفاعیل ہے جس کا میم ساکن کرکے دوسرے رکن کی ت سے ملادینے سے فاع لاتن مفعول بن جائیگا)

۸- اخرب مکفوف مسلوخ مفعولُ فاع لاتُ مفاعیلُ فاع (یا فع) ״

"مسدس"

۹- سالم مفاعیلن فاع لاتن مفاعیلن ״

۱۰- مکفوف مقصور یا محذوف مفاعیل فاع لات فعولان (یا فعولن) ״

۱۱- اخرب مکفوف مفعول فاع لاتُ مفاعیلن ״

۱۲- اخرب مکفوف مقصور یا محذوف مفعول فاع لات فعولان (یا فعولن) ״

۱۳- اخرب مکفوف اہتم یا مجبوب مفعول فاعلات فعول (یا فعل) ״

۱۴- مقبوض مفاعلن فاع لاتن مفاعلن ״

۱۵- اخرب مخنق مفعول فاع لاتن مفعولن ״

۱۶- اخرب مخنق مقصور مفعول فاع لاتن فعلان ״

بحرِ مُجتَث

مثمّن

۱۔ سالم مس تفع لن فاعلاتن مس تفع لن فاعلاتن (شعر میں دو بار)

۲۔ مخبون مفاعلن فعلاتن مفاعلن فعلاتن "

۳۔ مخبون مقصور یا مشعث مقصور مفاعلن فعلاتن مفاعلن فعلان (یا فعلان) "

۴۔ مخبون مشعث مقصور مفاعلن مفعولن مفاعلن فعلان (یا فعلان) "

۵۔ مخبون محذوف یا ابتر مفاعلن فعلاتن مفاعلن فعلن (یا فعلن) "

۶۔ مخبون مشعث محذوف مفاعلن مفعولن مفاعلن فعلن (یا فعلن) "

۷۔ مخبون محذوف مفاعلن فعلاتن مفاعلن فعلن "

۸۔ مشعث محذوف یا مربوع مفاعلن فعلاتن مفاعلن فعلن (یا فعل) "

(فعلاتن کو تسکین اوسط سے مفعولن بنا لیا جاتا ہے اس لئے ان اوزان کا اجتماع جائز ہے)۔

۹۔ مخبون مرفوع یا مجحوف مفاعلن فعلاتن مفاعلن فاع (یا فع) "

۱۰۔ مخبون مسکن مرفوع یا مطموس مفاعلن مفعولن مفاعلن فاع (یا فع) "

(ان دونوں وزنوں کا اجتماع بھی درست ہے)

مسدس

(۱۱) مخبون مفاعلن فعلاتن مفاعلن "

(۱۲) مذال مفاعلن فعلاتن مفاعلان "

(نمبر ۱۱ اور نمبر ۱۲ اوزان کا اجتماع بھی صحیح ہے۔ تسکین اوسط کے ذریعہ فعلاتن کو مفعولن بنا لیتے اور مسکن وغیر مسکن کا اجتماع جائز ہے بقول محقق طوسی علیہ الرحمتہ اس بحر کے تمام ارکان میں خبن کرنا جائز ہے۔ مجتث سالم کم مستعمل ہے۔)

بحرِ طویل

مثمن
(۱) سالم فعولن مفاعیلن فعولن مفاعیلن (شعر میں دو بار)
(۲) مقبوض فعولن مفاعیلن فعولن مفاعلن "
(۳) مقبوض فعولن مفاعلن فعولن مفاعلن "

(نمبر۲ اور نمبر۳ کا اجتماع بھی درست ہے)

بحرِ مدید

"
مثمن
۱۔ سالم فاعلاتن فاعلن فاعلاتن فاعلن "
۲۔ مخبون فاعلاتن فعلن فاعلاتن فعِلن "
۳۔ مخبون مذال فعلاتن فعلن فعلاتن فعلان "

بحرِ بسیط

مثمن
(۱) سالم مستفعلن فاعلن مستفعلن فاعلن "
(۲) سالم مخبون مستفعلن فعلن مستفعلن فعلن "
(۳) مخبون مفاعلن فعلن مفاعلن فعلن "
(۴) مطوی مفتعلن فاعلن مفتعلن فاعلن "
مسدس
(۵) سالم مستفعلن فاعلن مستفعلن "
(۶) مطوی مفتعلن فاعلن مفتعلن "
(۷) مخلع مستفعلن فاعلن فعولن "

بحر سریع

مسدس سالم مستفعلن مستفعلن مفعولاتُ { رکن آخر کی تُ متحرک ہے۔ اس لئے یہ وزن سالم مستعمل نہیں۔ }

(۱) موقوف مستفعلن مستفعلن مفعولان (شعر میں دو بار)

(۲) مکسوف مستفعلن مستفعلن مفعولن ״

(۳) مطوی موقوف مفتعلن مفتعلن فاعلان ״

(۴) مطوی مکسوف مفتعلن مفتعلن فاعلن ״

(۵) مطوی اصلم مفتعلن مفتعلن فعلن ״

(۶) دائی مخبون مکسوف مستفعلن مستفعلن فعولن ״

(۷) مطوی مجدوع یا منحور مفتعلن مفتعلن فاع (یا فع) ״

(۸) مخبون مطوی مکسوف مفاعلن مفاعلن فاعلن ״

(۹) مخبون یا موقوف مفاعلن مفاعلن فاعلان ״

مفعولاتُ رکن آخر کی تُ متحرک ہے اس لئے یہ بحر تام نہیں ہوتی۔ اگر بجائے مفتعلن کے مستفعلن یا مفتعلن کے عین کو ساکن کرکے مفعولن یعنی ایک مصرعہ میں مفتعلن مفتعلن فاعلان دوسرے مصرعہ میں مفعولن مفعولن فاعلان ہو تو جائز ہے بقول نظامیؒ ؎

"ہست کلید در گنج حکیم بسم اللہ الرحمٰن الرحیم"

مفتعلن مفتعلن فاعلان مفعولن مفعولن فاعلان

بحر خفیف

(۱) مسدس سالم فاعلاتن مس تفع لن فاعلاتن (شعر میں دو بار)

(۲) مخبون فاعلاتن مفاعلن فاعلاتن (یا فعلاتن) (شعر میں دو بار)

(۳) مخبون مشعث فاعلاتن مفاعلن مفعولن ،،

(نمبر ۲ اور نمبر ۳ اوزان کا اجتماع جائز ہے)

(۴) مخبون مقصور یا محذوف فاعلاتن مفاعلن فعلان (یا فعلن) ،،

(۵) مخبون مشعث مقصور یا محذوف فاعلاتن مفاعلن فعلان (یا فعلن) ،،

(نمبر ۴ اور نمبر ۵ کا اجتماع صحیح ہے)

(۶) مخبون مجحوف فاعلاتن مفاعلن فع ،،

بحر جدید

مسدس

(۱) سالم فاعلاتن فاعلاتن مستفعلن ،،

(۲) مخبون فعلاتن فعلاتن مفاعلن ،،

بحر قریب

مسدس

(۱) سالم مفاعیلن مفاعیلن فاع لاتن ،،

(۲) مکفوف مفاعیل مفاعیل فاع لاتن ،،

(۳) مکفوف مقصور یا محذوف مفاعیل مفاعیل فاع لات (یا فاعلن) ،،

(۴) اخرب سالم یا مسبغ مفعول مفعول فاع لاتن فاع لیان ،،

(۵) اخرب مکفوف سالم مفعول مفاعیل فاع لاتن ،،

(۶) اخرب مکفوف مقصور یا محذوف مفعول مفاعیل فاع لان (یا فاعلن) ،،

بحر مشاکل

مسدس

(۱) سالم فاع لاتن مفاعیلن مفاعیلن ،،

(۲) مکفوف مقصور فاعلاتُ مفاعیلُ مفاعیل ،،

(سے ۵ اخرب سالم عروض، مسبغ ضرب ہیں)

بحور متفرق ۔ مرکبہ و معکوسہ

بحر عریض ۔	(کا وزن)	مَفَاعِیْلُن فَعُوْلُن مَفَاعِیْلُن فَعُوْلُن	(شعر میں دو بار)
بحر عمیق	〃	فَاعِلُن فَاعِلَاتُن فَاعِلُن فَاعِلَاتُن	〃
بحر عریق	〃	مَفَاعِلَاتُن مَفَاعِلَاتُن مَفَاعِلَاتُن مَفَاعِلَاتُن	〃
بحر رکفت	〃	مُتَفَاعِلَتُن مُتَفَاعِلَتُن مُتَفَاعِلَتُن مُتَفَاعِلَتُن	〃
بحر زلل	〃	مُفْتَعِلَاتُن مُفْتَعِلَاتُن مُفْتَعِلَاتُن مُفْتَعِلَاتُن	〃
بحر اوفر	〃	مَفْعُوْلَاتُن مَفْعُوْلَاتُن مَفْعُوْلَاتُن مَفْعُوْلَاتُن	〃
بحر خبب	〃	مَفْعُوْل فَعْلَال مَفْعُوْل فَعْلَال	〃
بحر مواسع	〃	فاعلتن مفعول فعولن فاعلتن مفعول فعولن	〃
بحر مرتن	〃	مفعول مفاعیل فعولن فعلاتن	〃
بحر مثلث	〃	مستفعلن مستفعلن مستفعلن	〃
بحر مثنی	〃	مستفعلن مستفعلن	〃
بحر موحد	〃	مستفعلن	〃

(یہ بحریں اور ان بحروں کے علاوہ اور بھی سینکڑوں بحریں ہیں لیکن سب کے ارکان خلیل کی بحروں کا عکس ہیں۔ نام ترکیب و ترتیب جدا ہے سو قابل تسلیم نہیں)

وزن و تقطیع

وزن لغت میں کسی چیز کے تولنے کو کہتے ہیں اور اصطلاح عروض میں شعر کو بحر کے میزان میں تولنے کا نام وزن ہے۔

تقطیع ۔ لغت میں پارہ پارہ کرنے کو اور عروضیوں کی اصطلاع میں ارکان بحور

کے برابر الفاظ کے ٹکڑے کرنے کو کہتے ہیں۔ یعنی بحر کے ارکان پر بیت کے حروف اس طرح بٹھائیں کہ حرف متحرک پر متحرک اور ساکن حرف پر ساکن آئے۔ جس تقدیم تاخیر سے متحرک و ساکن حروف ارکان میں واقع ہوئے ہوں اسی ترتیب سے بیت کے حروف بھی ہوں۔ مگر یہ ضروری نہیں کہ حرف متحرک مفتوح کے مقابل مفتوح مکسور کے مقابل مکسور اور مضموم کے مقابل مضموم ہی آئے بلکہ کوئی حرکت ہو حرکت کے مقابل آنا چاہئے۔ اور یہ بھی ضروری نہیں کہ رکن واحد کے مقابل لفظ واحد ہی لایا جائے بلکہ ایک سے زیادہ لفظ بھی لا سکتے ہیں۔

اور حسبِ ضرورت شعرا نے بعض حروف کا گرا دینا بھی جائز رکھا ہے۔

بنائے تقطیع ۔حروف ملفوظی پر ہے مکتوبی پر نہیں۔ یعنی تقطیع میں وہی حرف لیا جائیگا۔ جو لکھنے میں بھی آئے اور پڑھنے میں بھی۔ جو حرف پڑھتے وقت اپنی آواز نہ دے اس کا گرا دینا جائز ہے۔ مگر ایسا حرف جس کا گرانا شعراء کے نزدیک جائز نہ ہو گرانا نہ چاہئے

حروف علت کا گرانا جائز ہے۔ **واو معدولہ۔ ہائے مخلوط۔ یائے مخلوط** تقطیع میں گرا دیتے ہیں۔

نون غنہ کے ماقبل کا حرف اگر حرف علت نہ ہو تو لیا جائیگا اور حرف علت ماقبل ہوگا تو نون غنہ گرا دیا جائیگا۔ **ہائے مختفی اور واو عاطفہ** کبھی محسوب ہونا روا ہے کبھی نادرست۔

ہندی کا **واو** جس کے ماقبل حرف پر حرکت ہو گرانا جائز ہے (تو۔ جو۔ لو۔ چلو سنو۔ آؤ۔ جاؤ وغیرہ) مگر فارسی عربی کا واو جیسے بُو۔ آرزو۔ جستجو۔ خو وغیرہ گرانا جائز نہیں۔

الف لام جہاں آواز نہ دے جیسے و السلام۔ عند الطلب وغیرہ کا الف لام گرا دینا جائز ہے۔

الف آخر مصدری جیسے کھانا پینا جانا سینا وغیرہ کا الف بھی گرانا درست ہے۔
جمع میں جو واو۔ نون اور ی۔ نون واقع ہو جیسے صورتوں۔ گھروں۔ ستاروں
نظریں۔ بلبلیں۔ تدبیریں۔ سنیں وغیرہ۔ اور ہائے مخلوط جیسے گھر پھل۔ پھول
بھی۔ گھی وغیرہ کی ہ۔ اور ہائے ہوز جیسے گلدستہ۔ معاملہ۔ حوصلہ۔ مقابلہ وغیرہ
کی ہ بھی گرا دیتے ہیں۔

اور ہندی کی ی معروف۔ ی مجہول۔ جیسے روٹی۔ ایسی کیسی چلتی پھرتی
یا دیکھے۔ اُٹھے۔ چلے۔ لڑکے۔ وغیرہ کی ی۔ یا چوتھا حرف ساکن جیسے پوست گوشت
دوست وغیرہ کی ت۔ ان سب کا شعراء کے نزدیک گرا دینا جائز ہے لیکن فارسی
عربی کی ی جیسے بلندی۔ پستی۔ اسیری۔ ظاہری۔ باطنی۔ شاعری وغیرہ کی ی
گرانا جائز نہیں۔

الف ممدودہ جیسے آگ۔ آں۔ آب۔ آپ۔ آس وغیرہ کا الف۔
دو الف کے برابر لیا جائیگا۔ یعنی فا کے وزن پر۔

واو جس پر ہمزہ ہو جیسے رؤف۔ کاؤس۔ طاؤس وغیرہ کا ہمزہ۔ ہمزہ اور
واو ملا کے دو حرف لئے جائینگے۔

اضافت جو ے کی طرح آواز دے جیسے شرطِ وفا۔ عروسِ بہار۔ فکرِ مآل وغیرہ
میں اضافت اس کا ایک حرف (ے) کے برابر لیا جائیگا یعنی شرطے بروزن فعلن
عروسے بروزن فعولن وغیرہ۔

لام مشدد وہ چاہے لکھنے میں ایک ہی آئے اور پڑھنے میں مشدد ہو اس کے
دو لام لینا جائز ہے۔ جیسے تکلف۔ وغیرہ اور اسی طرح اور مشدد حروف بھی +
میں کی یں یا نون۔ ہمیں۔ تدبیریں کا نون غنہ اور جہاں۔ نہیں۔ یہیں وغیرہ کا نون اور
ا و ی وغیرہ کا گرا دینا تو حسب ضرورت جائز ہے مگر حروف جیسے ب ا ع ل س وغیرہ

گرانا عیب ہے۔ ایسی صورت میں شعر ناموزوں کہلائیگا۔"

ارکان بحور

جن پر وزن و تقطیع کا مدار ہے اور جن کی ترکیب و ترتیب سے کئی اوزان بن گئے ہیں۔ وہ یہی دس ارکان یا اصول افاعیل ہیں۔

فعولن ۔ فاعلن ۔ مفاعیلن ۔ مفعولات ۔ متفاعلن ۔ مفاعلتن ۔ مستفعلن ۔ مس تفع لن ۔ فاعلاتن ۔ فاع لاتن۔

اور یہ ارکان سب اصول سہ گانہ یعنی سبب خفیف ۔ سبب ثقیل ۔ وتد مجموع وتد مفروق ۔ (فاصلہ صغریٰ و کبریٰ) سے مرکب ہیں۔ فاصلہ کی مثال ہندی اور فارسی میں نایاب ہے۔

(اب اس بات کا خیال رکھنا چاہئے ۔ کہ تقطیع میں سبب کے مقابل سبب اور وتد کی جگہ وتد ہی آئے) ۔

تقطیع مرکبات فروعات

۱؎ فَعُوْ ۔ لُنْ ۲؎ فَا ۔ عِلُنْ ۳؎ مَفَا ۔ عِیْ ۔ لُنْ ۴؎ مَفْ ۔ عُوْ ۔ لَاتُ ۔
۵؎ مُتَ ۔ فَا ۔ عِلُنْ ۶؎ مَفَا ۔ عِلَ ۔ تُنْ ۷؎ مُسْ ۔ تَفْعِ ۔ لُنْ ۔
۸؎ مُسْ ۔ تَفْ ۔ عِلُنْ ۹؎ فَا ۔ عِلَا ۔ تُنْ ۱۰؎ فَاعِ ۔ لَا ۔ تُنْ ۔

سبب خفیف

فَا ۔ عِیْ ۔ لُنْ ۔ مُسْ ۔ تَفْ ۔ لَا ۔ تُنْ ۔ مَفْ ۔ عُوْ ۔ (تَفْعْ)

مثالیں

جا ۔ جی ۔ گھر ۔ پھل ۔ چل ۔ سن ۔ زر ۔ کو ۔ تو ۔ سے ۔ بس ۔ رس ۔ وغیرہ

سبب ثقیل

بَعَلَ - مُتَ -

مثالیں اس کی ترکیبی صورت میں پائی جاتی ہیں

دلِ مَنْ - لبِ جو - بنِ مو - وغیرہ دلَ لَبَ بَنَ سبب ثقیل اور مَنْ جُو مُو سبب خفیف ہے -

وتد مجموع

فَعُوْ - عِلُنْ - مَفَا - عِلاَ -

مثالیں

سنا - گھنا - پھلا - جلا - جلو - کرو - سنو - جلی - کٹی - ابھی - چمن - قلم - اگر - وغیرہ -

وتد مفروق

لاَتُ - تَفِعْ - فَاعِ (فَعْلُ)

مثالیں

خام - دام - جان - شان - جنس - انس - ظلم - حسن - عرش - چرخ وغیرہ -

---

جملہ ارکان اور اردو فارسی عربی کے تمام الفاظ مذکورہ بالا اصول سہ گانہ سے مرکب ہوتے ہیں خواہ ایک لفظ میں ایک خفیف یا دو خفیف یا ایک خفیف ایک ثقیل یا ایک خفیف ایک ثقیل اور ایک خفیف - یا ایک ثقیل ایک خفیف - یا ایک ثقیل دو خفیف - یا ایک وتد ایک ثقیل - یا ایک وتد ایک خفیف - یا

ایک خفیف ایک وتد۔ یا ایک خفیف ایک وتد ایک خفیف۔ یا ایک وتد ایک خفیف ایک وتد ایک خفیف ہو۔ بہر حال سبب اور وتد کے الٹ پھیر اور اجتماع سے کل ارکان اور تمام الفاظ مرکب ہوتے ہیں۔ اس لئے تقطیع میں سبب کے مقابل سبب اور وتد کے مقابل وتد لانا چاہئے۔ وتد کی جگہ سبب اور سبب کی جگہ وتد لانا جائز نہیں۔

اب مثال کے طور پر چند مختلف بحور کے اوزان اور چند مختلف شعروں کی تقطیع کا نمونہ درج کرتا ہوں۔ اسی طرح مذکورہ بالا بحور میں سے جن میں شعر کہا جائے حسب ذیل تقطیع کیا کریں۔ حروف زائد اصلی صورت میں لکھے گئے ہیں۔ اس لئے کہ معلوم ہو سکے کونسے حروف تقطیع میں گرا دیئے گئے ہیں۔ جو حروف تقطیع میں گرا دیئے جاتے ہیں انہیں لکھنے کی ضرورت نہیں۔ مثلاً "کہاں جائیں" بروزن "مفاعیلن" تقطیع میں "کہا جا ئے" مفاعیلن لکھیں گے۔ اگر بحر کے رکن آخر میں "کہاں جائیں" علیحدہ ایک رکن کی صورت میں رہیگا۔ تو مفاعیلن یا مفاعیلاں دونوں طرح جائز ہے۔ اسی طرح اور الفاظ اور ارکان و فروعات بھی۔

بحر ہزج مثمن سالم "مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن"

ہزاروں خواہشیں ایسی کہ ہر خواہش پہ دم نکلے
بہت نکلے مرے ارمان لیکن پھر بھی کم نکلے

ہزاروں خوا۔ مفاعیلن۔ ہشیں ایسی۔ مفاعیلن۔ کہ ہر خواہش۔ مفاعیلن۔ پہ دم نکلے مفاعیلن۔ بہت نکلے۔ مفاعیلن۔ مرے ارما۔ مفاعیلن۔ ن لیکن پھر۔ مفاعیلن۔ بھی کم نکلے۔ مفاعیلن۔

بحرِ ہزج مثمن اخرب سالم "مفعول مفاعیلن مفعول مفاعیلن"

چاکِ جگر و دل کا جب شکوہ بجا ہوتا
یوسف کا زلیخا نے دامن تو سیا ہوتا

چاکِ ج ۔ مفعول ۔ گرو دل کا ۔ مفاعیلن ۔ جب شکوہ ۔ مفعول ۔ بجا ہوتا ۔ مفاعیلن
یوسف کا ۔ مفعول ۔ زلیخا نے ۔ مفاعیلن ۔ دامن تو ۔ مفعول ۔ سیا ہوتا ۔ مفاعیلن ۔

بحرِ ہزج مثمن اخرب مکفوف مقصور "مفعول مفاعیل مفاعیل مفاعیل"

لکھتا ہوں اسد سوزشِ دل سے سخن گرم
تا رکھ نہ سکے کوئی مرے حرف پہ انگشت

لکھتا ہوں ۔ معفول ۔ اسد سوز ۔ مفاعیل ۔ شِ دل سے س ۔ مفاعیل ۔ خنِ گرم ۔ مفاعیل
تا رکھ نہ ۔ مفعول ۔ سکے کوئی ۔ مفاعیل ۔ مرے حرف ۔ مفاعیل ۔ پہ انگشت ۔ مفاعیل

بحرِ ہزج مثمن اخرب مقبوض سالم ابتر "مفعول مفاعلن مفاعیلن فع"

چالیس یہ تو چھوڑ دے نہیں تو ناحق
اک روز بڑی بری فضیحت ہوگی

چالیس یہ ۔ مفعول ۔ تو چھوڑ دے ۔ مفاعلن ۔ نہیں تو نا ۔ مفاعیلن ۔ حق ۔ فع ۔
اک روز ۔ مفعول ۔ بڑی بری ۔ مفاعلن ۔ فضیحت ہو ۔ مفاعیلن ۔ گی ۔ فع ۔

بحرِ ہزج مثمن اخرب مقبوض مکفوف مجبوب "مفعول مفاعلن مفاعیل فعل"

اے حلقۂ زلف دام داری ہے عبث
اے ناز و ادا کمیں ہماری ہے عبث

اے حلقہ ۔مفعول ۔ئے زلف دا ۔مفاعلن ۔م داری ہے ۔مفاعیل ۔عبث ۔فعل ۔
اے نازو ۔مفعول ۔ادائیں ۔ مفاعلن ۔ ہماری ہے ۔ مفاعیل ۔عبث ۔ فعل ۔

بحر ہزج مثمن اشتر سالم ۔" فاعلن مفاعیلن فاعلن مفاعیلن"

عشق سے طبیعت نے زیست کا مزا پایا
درد کی دوا پائی درد بے دوا پایا

عشق سے ۔ فاعلن طبیعت نے ۔مفاعیلن ۔زیست کا ۔ فاعلن ۔مزا پایا ۔ مفاعیلن
درد کی ۔فاعلن ۔ دوا پائی ۔ مفاعیلن ۔ درد بے ۔ فاعلن ۔ دوا پایا ۔مفاعیلن ۔

بحر ہزج مثمن اخرب مکفوف محذوف ۔"مفعول مفاعیل مفاعیل فعولن"

تم ماہ شبِ چار دہم تھے مرے گھر کے
پھر کیوں نہ رہا گھر کا وہ نقشہ کوئی دن اور

تم ماہ ۔مفعول ۔شبِ چار ۔مفاعیل ۔دہم تھے م ۔مفاعیل ۔ رے گھر کے ۔ فعولن ۔
پھر کیوں نہ ۔مفعول ۔ رہا گھر کا ۔مفاعیل ۔ وہ نقشہ کو ۔مفاعیل ۔ ئی ۔ دن اور ۔ فعولن ۔

بحر ہزج مسدس سالم ۔ "مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن"

کجائی اے غزالِ مشکبوئے من
چرا ہرگز نمی آئی بسوئے من

کجائی اے ۔مفاعیلن غزالِ مش ۔ مفاعیلن ۔کبوئے من ۔ مفاعیلن ۔
چرا ہرگز ۔ مفاعیلن ۔ نمی آئی ۔ مفاعیلن ۔بسوئے من ۔مفاعیلن ۔

بحرِ ہزج مسدس سالم محذوف۔ "مفاعیلن مفاعیلن فعولن"

ملا کر خاک میں آئے ہو کس کو

یہ کیسی گرد دامن پر پڑی ہے

ملا کر خا۔ مفاعیلن۔ ک میں آئے۔ مفاعیلن۔ ہو کس کو۔ فعولن۔

یہ کیسی گر۔ مفاعیلن۔ د دامن پر۔ مفاعیلن۔ پڑی ہے۔ فعولن

بحرِ ہزج مسدس اخرب مقبوض محذوف۔ "مفعول مفاعلن فعولن"

ہے فضل جہان پر خدا کا

میلاد ہے شاہ انبیا کا

ہے فضل۔ مفعول۔ جہان پر۔ مفاعلن۔ خدا کا۔ فعولن۔

میلا د۔ مفعول۔ ہے شاہ ان۔ مفاعلن۔ بیا کا۔ فعولن۔

بحرِ ہزج مسدس اخرب ازل یا ابتر۔ "مفعول مفاعیلن فاع (یا فع)"

دل سوختہ از زلفت مشک

خجلت زدہ از رویت مہ (یا ماہ)

دل سوخ۔ مفعول۔ تہ از زلفت۔ مفاعیلن۔ مشک۔ فاع

خجلت ز۔ مفعول۔ دہ از رویت۔ مفاعیلن۔ مہ۔ فع۔ (ماہ۔ فاع)۔

بحرِ ہزج مسدس اخرم اشتر مقصور یا محذوف۔ مفعولن فاعلن مفاعیل (یا فعولن)

مشکیں زلفوں سے مشکیں کسواؤ

کالے ناگوں سے مجکو ڈسواؤ

مشکیں زل - مفعولن - فوں سے مش - فاعلن - کیں کسوؤ - مفاعیل - (یا فعولن)
کالے نا - مفعولن - گوں سے بجھ - فاعلن - کو ڈسواؤ - مفاعیل -

بحرِ ہزج مسدس اخرب مقبوض محذوف "مفعول مفاعلن فعولن"۔

شبنم کے سوا چرانے والا
اوپر کا تھا کون آنے والا

شبنم کے - مفعول - سوا چرا - مفاعلن - نے والا - فعولن -
اوپر کا - مفعول - تھا کون آ - مفاعلن - نے والا - فعولن -

بحرِ رجز مثمن سالم "مستفعلن مستفعلن مستفعلن مستفعلن"

جب مشک بھر کر نہر سے عباس غازی گھر چلے
اک جام کوثر بھر لیا اور خلد سے باہر چلے

جب مشک بھر مستفعلن - کر نہر سے مستفعلن - عبّاس غا مستفعلن - زی گھر چلے مستفعلن -
اک جام کو - مستفعلن - ثر بھر لیا مستفعلن - اور خلد سے - مستفعلن - باہر چلے - مستفعلن -

---

بحرِ رجز مثمن مطوی مخبون "مفتعلن مفاعلن مفتعلن مفاعلن"

دیر نہیں حرم نہیں در نہیں آستاں نہیں
بیٹھے ہیں رہگزر پہ ہم کوئی ہمیں اُٹھائے کیوں

دیر نہیں - مفتعلن - حرم نہیں - مفاعلن - در نہیں آ - مفتعلن - ستاں نہیں - مفاعلن -
بیٹھے ہیں رہ - مفتعلن - گزر پہ ہم - مفاعلن - کوئی ہمیں - مفتعلن - اٹھائے کیوں - مفاعلن -

---

بحر رجز مثمن مخبون مطوی ۔ "مفاعلن مفتعلن مفاعلن مفتعلن"

فغاں کناں ہر سحرے بکوئے تو میگذرم
چو نیست رہ سوے توام بیام و در مینگرم

فغاں کناں۔ مفاعلن۔ ہر سحرے۔ مفتعلن۔ بکوئے تو۔ مفاعلن۔ میگذرم۔ مفتعلن۔
چو نیست رہ۔ مفاعلن۔ سوے توام۔ مفتعلن۔ بیام و در۔ مفاعلن۔ مینگرم۔ مفتعلن۔

بحر رجز مسدس مطوی مرفوع ۔ مفتعلن مفتعلن فاعلن" (یا فاعلان مرفوع مذال)

زور طبیعت سے مرا کلک فکر
بازوے اقلیم کشا ہوگیا

زور طبی۔ مفتعلن۔ عت سے مرا۔ مفتعلن۔ کلک فکر۔ فاعلان
بازوے اق۔ مفتعلن۔ لیم کشا۔ مفتعلن۔ ہوگیا۔ فاعلن۔

بحر رجز مسدس مطوی "مفتعلن مفتعلن مفتعلن"

اشک مراہست فروغ دگرے
نیست بدیں آب بدریا گہرے

اشک مرا۔ مفتعلن۔ ہست فرو۔ مفتعلن۔ غ دگرے۔ مفتعلن
نیست بدیں۔ مفتعلن۔ آب بدر۔ مفتعلن۔ یا گہرے۔ مفتعلن

بحر رمل مثمن سالم محذوف ۔ "فاعلاتن۔ فاعلاتن فاعلاتن فاعلن۔"

نقش فریادی ہے کس کی شوخیِ تحریر کا
کاغذی ہے پیرہن ہر پیکر تصویر کا

نقش فریا - فاعلاتن - دی ہے کس کی - فاعلاتن بشوخی تح - فاعلاتن - ریر کا - فاعلن -
کاغذی ہے - فاعلاتن - پیرہن ہر - فاعلاتن - پیکر تص - فاعلاتن - ویر کا - فاعلن -

---

بحر رمل مثمن سالم مخبون ابتر - "فاعِلاتن فعِلاتن فعِلاتن فعْلن"

بوئے گل نالۂ دل دود چراغ محفل
جو تری بزم سے نکلا سو پریشاں نکلا

بوئے گل نا - فاعلاتن - لۂ دل دو - فعلاتن - دِ چراغ - فعِلاتن - محفل - فعلن -
جو تری بز - فاعلاتن - م سے نکلا - فعلاتن - سو پریشاں - فعلاتن - نکلا - فعلن -

---

بحر رمل مثمن مشکول سالم - "فعلاتُ فاعِلاتن فعلاتُ فاعِلاتن"

یہ نہ تھی ہماری قسمت کہ وصال یار ہوتا
اگر اور جیتے رہتے یہی انتظار ہوتا

یہ نہ تھی ہم - فعلات - اری قسمت - فاعلاتن - کہ وصال - فعلات - یار ہوتا - فاعلاتن
اگر اور - فعلات - جیتے رہتے - فاعلاتن - یہی انت - فعلات - ظار ہوتا - فاعلاتن

بحر رمل مثمن مخبون ابتر "فعِلاتن فعِلاتن فعِلاتن فعلن"

سرمۂ مفت نظر ہوں مری قیمت یہ ہے
کہ رہے چشم خریدار پہ احساں میرا

سرمۂ مف - فعِلاتن - ت نظر ہوں - فعِلاتن - مری قیمت - فعلاتن - یہ ہے - فعلن -
کہ رہے چش - فعلاتن - م خریدا - فعلاتن - ر پہ احساں - فعلاتن - میرا - فعلن -

---

بحرِ رمل مثمن مشعث۔ "مفعولن مفعولن مفعولن مفعولن"

آں آمد آں آمد آں آمد آں آمد

جاں آمد جاں آمد جاں آمد جاں آمد

آں آمد۔ مفعولن۔ آں آمد۔ مفعولن۔ آں آمد۔ مفعولن۔ آں آمد۔ مفعولن۔

جاں آمد۔ مفعولن۔ جاں آمد۔ مفعولن۔ جاں آمد۔ مفعولن۔ جاں آمد۔ مفعولن

(فعلاتن کو تسکین اوسط سے مفعولن بنالینا جائز ہے)

بحرِ رمل مثمن مخبون سالم مخبون مسکن مجحوف۔ "فاعلاتن فعلاتن مفعولن فع"

تا بکے در غم ہجرت در سازم من

دامن از گریۂ خونیں تر سازم من

تا بکے در۔ فاعلاتن۔ غم ہجرت۔ فعلاتن۔ در سازم۔ مفعولن۔ من۔ فع۔

دامن از گر۔ فاعلاتن۔ یۂ خونیں۔ فعلاتن۔ تر سازم۔ مفعولن۔ من۔ فع۔

بحرِ رمل مسدس سالم مخبون ابتر۔ "فاعلاتن فعلاتن فعلن"

بادہ نوشوں میں پھنسے ہیں بیڈھب

شیخ کی آج بری گت ہوگی

بادہ نوشوں۔ فاعلاتن۔ میں پھنسے ہیں۔ فعلاتن۔ بیڈھب۔ فعلن۔

شیخ کی آ۔ فاعلاتن۔ ج بری گت۔ فعلاتن۔ ہوگی۔ فعلن۔

بحر رمل مسدس سالم مکفوف یا محذوف۔ فاعلاتن فاعلاتن فاعلات (یا فاعلن)

منحصر مرنے پہ ہو جس کی امید

نا امیدی اس کی دیکھا چاہیئے

منحصر مر۔ فاعلاتن ۔ نے پہ ہو جس۔ فاعلاتن ۔ کی امید۔ فاعلات (یا فاعلن)

نا امیدی۔ فاعلاتن۔ اس کی دیکھا۔ فاعلاتن ۔ چاہیئے ۔ فاعلن ۔

بحر رمل مسدس سالم مخبون مقصور یا محذوف۔ فاعلاتن فعلاتن فعلات (یا فعلن)

کچھ تو دے اے فلک نا انصاف

آہ و فریاد کی رخصت ہی سہی

کچھ تو دے اے۔ فاعلاتن ۔ فلک نا ۔ فعلاتن ۔ انصاف ۔ فعلات ۔

آہ و فریا۔ فاعلاتن ۔ دکی رخصت ۔فعلاتن ۔ ہی سہی ۔ فعلن ۔

بحر کامل مثمن سالم۔ "متفاعلن متفاعلن متفاعلن متفاعلن"

دل و دیں کا جس کو نہ پاس ہو یہی نامراد ہے دیکھ لو

جسے داغ کہتے ہیں اے بتو اسی روسیاہ کا نام ہے

دل و دیں کا جس۔متفاعلن۔کو نہ پاس ہو۔متفاعلن ۔یہی نامرا۔متفاعلن۔ د ہے دیکھ لو۔متفاعلن۔

جسے داغ کہہ۔متفاعلن۔تے ہیں اے بتو۔متفاعلن۔ اسی روسیا۔متفاعلن۔ ہ کا نام ہے ۔متفاعلن

بحر کامل مسدس مضمر موقوص۔ "مستفعلن مفاعلن متفاعلن"

روزے بود کہ عشق تو بسر آیدی

با خاطرت بمہر من بگذ ایدی

روزے بود - مستفعلن - کہ عشق تو - مفاعلن - بسر آیدی - متفاعلن -
با خاطرت - مستفعلن - بمہر من - مفاعلن - بگزایدی - متفاعلن -

بحر وافر مثمن سالم - "مفاعلتن مفاعلتن مفاعلتن مفاعلتن"

چہ شد صنما کہ سوے کسے بچشم وفا نمی نگری
ز رسم جفا نمی گزری طریق وفا نمی سپری

چہ شد صنما - مفاعلتن - کہ سوے کسے - مفاعلتن - بچشم وفا - مفاعلتن - نمی نگری مفاعلتن
ز رسم جفا - مفاعلتن - نمی گزری - مفاعلتن - طریق وفا - مفاعلتن - نمی سپری مفاعلتن

بحر وافر مسدس معصوب مقطوف - "مفاعیلن مفاعلتن فعولن"

ز دست آں صنم بصد اِحترازم
دلِ من می طپد بہ برم چہ سازم

ز دست آں - مفاعیلن - صنم بصد اِح - مفاعلتن - ترازم - فعولن -
دلِ من می - مفاعیلن - طپد بہ برم - مفاعلتن - چہ سازم - فعولن -

---

بحر وافر مربع سالم - "مفاعلتن مفاعلتن"

"بدی چہ کنی بجائے کسے
کہ او نہ کند بجائے تو بد"

بدی چہ کنی - مفاعلتن - بجائے کسے - مفاعلتن -
کہ او نہ کند - مفاعلتن - بجائے تو بد - مفاعلتن -

بحر متقارب مثمن سالم :۔ "فعولن فعولن فعولن فعولن"

رہا گر کوئی تا قیامت سلامت
پھر اک روز مرنا ہے حضرت سلامت

رہا گر۔ فعولن ۔ کوئی تا ۔ فعولن ۔ قیامت۔ فعولن ۔ سلامت ۔ فعولن ۔
پھر اک رو۔ فعولن ۔ زمرنا۔ فعولن ۔ ہے حضرت ۔فعولن ۔ سلامت ۔فعولن ۔

بحر متقارب مثمن اثلم :۔ "فعْلن فعولن فعْلن فعولن"

شرطِ وفا کی کس بے وفا سے
آتش سا عارف آگاہ بھولا

شرطِ ۔ فعْلن ۔ وفا کی ۔ فعولن ۔کس بے ۔فعْلن ۔ وفا سے ۔فعولن ۔
آتش ۔ فعْلن ۔ ساعارف۔ فعولن ۔ آگا ۔ فعْلن ۔ ہ بھولا۔ فعولن ۔

بحر متقارب مثمن ابتر :۔ "فعولن فعولن فعولن فع"

نگاہے کہ بودش بمن گاہے
کنوں نیست آں ہم من وآہے

نگاہے ۔ فعولن ۔کہ بودش ۔ فعولن ۔بمن گا ۔ فعولن ۔ ہے ۔ فع ۔
کنوں نیس ۔فعولن ۔ت آں ہم ۔فعولن۔من وآ ۔ فعولن ۔ ہے ۔ فع

بحر متقارب مثمن مقبوض اثلم :۔ "فعول فعلن فعول فعلن"

گرم بخوانی ورم بیرانی
دل حزیں را بجائے جانی

کرم ب - فعول - خوانی - فعلن - ورم ب - فعول - رانی - فعلن -
دلِ ح - فعول - زیں را - فعلن - بجائے - فعول - جانی - فعلن -

بحرِ متقارب مسدس سالم۔ "فعولن فعولن فعولن"

ز دردِ جدائی چنانم
کہ از زندگانی بجانم

ز دردِ - فعولن - جدائی - فعولن - چنانم - فعولن -
کہ از زن - فعولن - دگانی - فعولن - بجانم - فعولن -

بحرِ متقارب سالم شانزدہ رکنی - فعولن فعولن فعولن فعولن فعولن فعولن فعولن فعولن

وہی تونے دیکھا کہ جو دل کہا تھا نہو اس پہ شیدا کہ وہ بد بلا ہے
گلا اب ہے بیجا کہ یہ ہو گیا کیا تونے جیسا وہی یہ سزا ہے

وہی تو - فعولن - نے دیکھا - فعولن - کہ جو دل - فعولن - کہا تھا - فعولن -
نہو اس - فعولن - پہ شیدا - فعولن - کہ وہ بد - فعولن - بلا ہے - فعولن -

گلا اب - فعولن - ہے بیجا - فعولن - کہ یہ ہو - فعولن - گیا کیا - فعولن -
کیا تو - فعولن - نے جیسا - فعولن - وہی یہ فعولن سزا ہے - فعولن -

---

بحرِ متقارب مقبوض اثلم شانزدہ رکنی "فعول فعلن فعول فعلن فعول فعلن فعول فعلن"

اگر ہو پیدا ہا پرِ سمندر یقیں ہے ہو خاک دم میں جل کر
سنا جو ہو آفتاب محشر کھرنڈ ہے داغ آتشیں کا

اگر ہو۔ پھاہا۔ فعول فعلن۔ پرِ سمندر۔ فعول فعلن۔ یقین ہے ہو خا۔فعول فعلن۔
اک دم میں جل کر۔ فعول فعلن۔

سنا جو ہو آ۔ فعول فعلن۔ فتاب محشر۔ فعول فعلن۔ کھر نڈ ہے دا۔ فعول فعلن۔
غِ آتشیں کا۔ فعول فعلن۔

بحر متقارب اثلم احد شانزدہ رکنی "فعلن فعلن فعلن فعلن فعلن فعلن فعلن فع"

الٹی ہو گئیں سب تدبیریں کچھ نہ دوا نے کام کیا
دیکھا اس بیماریِ دل نے آخر کام تمام کیا

الٹی۔ فعلن۔ ہو گئیں۔ فعلن سب تد۔ فعلن۔ بیریں۔ فعلن۔ کچھ نہ د۔ فعلن۔
وا نے۔ فعلن۔ کام کیا۔ فعلن فع۔

دیکھا۔ فعلن۔ اس بی۔ فعلن۔ ماری۔ فعلن۔ دل نے۔ فعلن۔ آخر۔ فعلن۔
کام ت۔ فعلن۔ مام کیا۔ فعلن فع۔

بحر متدارک مثمن سالم "فاعلن فاعلن فاعلن فاعلن"

سخت سرگشتہ ام از غمِ ہجرِ تو
گر خطائے کنم دلبرا عفو کن

سخت سر۔ فاعلن۔ گشتہ ام۔ فاعلن۔ از غمِ۔ فاعلن۔ ہجر تو۔ فاعلن۔
گر خطا۔ فاعلن۔ ئے کنم۔ فاعلن۔ دلبرا۔ فاعلن۔ عفو کن۔ فاعلن۔

بحر متدارک مثمن مخبون "فعِلن فعِلن فعِلن فعِلن"

چو رخت نبود گل باغ ارم چو قدت نبود قد سرو چمن

پچو رخت - فعِلن - نبود - فعِلن - گل با - فعِلن - غ ارم - فعِلن -
پچو قدت - فعِلن - نبود - فعلن - قدِ سر - فعِلن - وچمن - فعِلن -

---

بحر متدارک مثمن مخبون مسکن " فعْلن فعْلن فعْلن فعْلن "

تا کے مارا درغم داری
تا کے برما آری خواری

تا کے - فعْلن - مارا - فعْلن - درغم - فعلن - داری - فعلن -
تا کے - فعلن - برما - فعلن - آری - فعلن - خواری - فعلن -

بحر متدارک مخبون مسکن (یا مذال) شانزدہ رکنی " فَعْلُن فَعِلُن فَعْلُن فَعِلُن فَعْلُن فَعِلُن فَعْلُن فَعِلُن " (فعلان)

تصویر مری ہے عکس ترا تو اور نہیں میں اور نہیں
کر غور تو اپنے دل میں زرا تو اور نہیں میں اور نہیں

تصوی - فَعْلن - رمری - فَعِلن ہے عک - فَعْلن - س ترا - فَعِلن - تو او - فَعْلن -
رنہیں - فَعِلن میں او - فَعْلن - رنہیں - فَعِلن - (یا فعلان)

کر غو - فَعْلن - رتو اپ - فَعِلن - نے دل - فَعْلن - میں زرا - فَعِلن - تو او - فَعْلن -
رنہیں - فَعِلن - میں او - فَعْلن - رنہیں - فَعِلن - (یا فعلان)

(اس وزن میں مخبون اور مخبون مسکن کا اجتماع صحیح ہے)

بحر متدارک مخبون شانزدہ رکنی - فَعِلن فَعِلن فَعِلن فَعِلن فَعِلن فَعِلن فَعِلن فَعِلن

ملے غمزہ و ناز و ادا و حیا مجھے ذبح کیا یہ ستم ہے نیا
مرا دعویِ خوں بھی نہ پیش گیا کہ قصاص کسی پہ روا نہ ہوا

ملے غم ۔ فعِلن ۔ زہ و نا ۔ فعِلن ۔ زوادا ۔ فعِلن ۔ وحیا ۔ فعِلن ۔ مجھے ذب ۔ فعِلن
ح کیا ۔ فعِلن ۔ یہ ستم ۔ فعِلن ۔ ہے نیا ۔ فعِلن ۔

مرا دع ۔ فعِلن ۔ ویِ خوں ۔ فعِلن ۔ بھی نہ پے ۔ فعِلن ۔ ش گیا ۔ فعِلن ۔ کہ قصا ۔ فعِلن
ص کسی ۔ فعِلن ۔ پہ روا ۔ فعِلن ۔ نہ ہوا ۔ فعِلن ۔

بحرِ متدارک مثمن مخبون مقطوع ۔ "فاعلن فِعل فاعلن فِعل"

سنبلِ سیہ برسمن مزن
شکرِ حبش برچمن مزن

سنبلِ ۔ فاعلن ۔ سیہ ۔ فِعل ۔ برسمن ۔ فاعلن ۔ مزن ۔ فِعل ۔
شکرِ ۔ فاعلن ۔ حبش ۔ فِعل ۔ برچمن ۔ فاعلن ۔ مزن ۔ فِعل ۔

بحرِ متدارک مسدس سالم ۔ فاعلن فاعلن فاعلن

سرخ گل، ہر دو رخ گشتۂ
لاجرم فتنۂ کشتۂ

سرخ گل ۔ فاعلن ۔ ہر دو رخ ۔ فاعلن ۔ گشتۂ ۔ فاعلن ۔
لاجرم ۔ فاعلن ۔ فتنۂ ۔ فاعلن ۔ کشتۂ ۔ فاعلن ۔

بحرِ منسرح مثمن موقوف یا مکسوف "مستفعلن مفعولاتُ مستفعلن مفعولان (یا مفعولن)"

یکدم بیا اے دلدار بنما مرا آں رخسار
کز رشکِ گُل در گلزار در پیرہن دارو خار

یکدم بیا ۔ مستفعلن ۔ اے دلدار ۔ مفعولات ۔ بنما مرا ۔ مستفعلن ۔ آں رخسار ۔ مفعولاں ۔
کز رشکِ گل ۔ مستفعلن ۔ در گلزار ۔ مفعولات ۔ در پیرہن ۔ مستفعلن ۔ دارد خار ۔ مفعولاں (یا مفعولن)

بحرِ منسرح مثمن مطوی مکسوف "مفتعلن ۔ فاعلن ۔ مفتعلن ۔ فاعلن ۔"

"یار کو قاصد مرے جاکے اگر دیکھنا
میری طرف سے بھی تو ایک نظر دیکھنا"

یار کو قا ۔ مفتعلن ۔ صد مرے ۔ فاعلن ۔ جاکے اگر ۔ مفتعلن ۔ دیکھنا ۔ فاعلن ۔
میری طرف ۔ مفتعلن ۔ سے بھی تو ۔ فاعلن ۔ ایک نظر ۔ مفتعلن ۔ دیکھنا ۔ فاعلن

بحرِ منسرح مثمن مطوی منحور ۔ مفتعلن فاعلات مفتعلن ۔

دیدۂ اہلِ طمع بہ نعمت دنیا
پُر نہ شود ہمچناں کہ چاہ زشبنم

دیدۂ اہ ۔ مفتعلن ۔ لِ طمع بہ ۔ فاعلات ۔ نعمتِ دُن ۔ مفتعلن ۔ یا ۔ فع ۔
پرنہ شود ۔ مفتعلن ۔ ہمچناں کہ ۔ فاعلات ۔ چاہ زشب ۔ مفتعلن ۔ نم ۔ فع ۔

بحرِ منسرح مسدس مطوی ۔ "مفتعلن فاعلاتُ مفتعلن"

شاہ جہاں باد تا زمانہ بود کز کرمش خلق شاد مانہ بود

شاہِ جہاں ۔ مفتعلن ۔ باد تا ز ۔ فاعلاتُ ۔ مانہ بود ۔ مفتعلن ۔
کز کرمش ۔ مفتعلن ۔ خلق شاد ۔ فاعلات ۔ مانہ بود ۔ مفتعلن ۔

بحر منسرح مسدس مطوی مقطوع۔ مفتعلن فاعلات مفعولن

بسکہ بہ بویت اسیر شد جانم
گر بگذاری گریخت نتوانم

بسکہ بہو۔ مفتعلن۔ یت اسیر۔ فاعلات۔ شد جانم۔ مفعولن۔
گر بگذا۔ مفتعلن۔ ری گریخت۔ فاعلات۔ نتوانم۔ مفعولن۔

بحر مقتضب مثمن سالم۔ "مفعولاتُ مستفعلن مفعولاتُ مستفعلن"

می سوزم ز داغ جگر مینالم ز درد والم
می غلطم ز شب تا سحر خون گریم ز اندوہ و غم

می سوزم ز۔ مفعولات۔ داغ جگر۔ مستفعلن۔ مینالم ز۔ مفعولاتُ۔ درد والم۔ مستفعلن
می غلطم ز۔ مفعولات۔ شب تا سحر۔ مستفعلن۔ خون گریم ز۔ مفعولاتُ۔ اندوہ و غم۔ مستفعلن۔

بحر مقتضب مثمن مطوی۔ "فاعلات مفتعلن فاعلات مفتعلن"

پیچ و تاب زلف بتاں بیقرار کرد مرا
سنبلِ ریاض جناں بیقرار کرد مرا

پیچ و تاب۔ فاعلات۔ زلف بتاں۔ مفتعلن۔ بیقرار۔ فاعلات۔ کرد مرا۔ مفتعلن۔
سنبلِ ر۔ فاعلاتُ۔ یاض جناں۔ مفتعلن بیقرار۔ فاعلات۔ کرد مرا۔ مفتعلن۔

بحر مقتضب مثمن مخبون مطوی۔ "فعولات مفتعلن فعولات مفتعلن"

دلم پردہ صنما چرا نالہا نہ کنم
پئے این در غلطاں بسر سنگ چون نہ زنم

دلم برد۔ فعولات۔ ہ حنا بمفتعلن۔ چراناں۔ فعولاتُ۔ بانہ کنم مفتعلن۔
پئے این د۔ فعولات۔ ر غلطاں یفتعلن۔ بسر سنگ۔ فعولات۔ چوں نہ زنم مفتعلن۔

بحرِ مضارع مثمن سالم۔ "مفاعیلن فاع لاتن مفاعیلن فاع لاتن"

زمخموری رنج دارم بیا ساقی ساغرم دہ
وگر نقلے خواہم از تو ز گنج لب شکرم دہ

زمخموری۔ مفاعیلن۔ رنج دارم۔ فاع لاتن۔ بیا ساقی۔ مفاعیلن۔ ساغرم دہ۔ فاع لاتن۔
وگر نقلے۔ مفاعیلن۔ خواہم از تو۔ فاع لاتن۔ ز گنج لب۔ مفاعیلن۔ شکرم دہ۔ فاع لاتن۔

بحرِ مضارع مثمن مکفوف مقصور یا محذوف۔ "مفاعیل فاع لاتُ مفاعیل فاعلان یا فاعلن"

خوش آں موسم بہار کہ ہر طرف لالہ زار
نہد یار گلعذار بکف جام خوش گوار

خوش آں موس۔ مفاعیل۔ م بہار۔ فاع لات۔ کہ ہر طرف۔ مفاعیل۔ لالہ زار۔ فاعلان۔
نہد یار۔ مفاعیل۔ گلعذار۔ فاع لاتُ۔ بکف جام۔ مفاعیل۔ خوش گوار۔ فاعلان۔

بحرِ مضارع اخرب مکفوف محذوف "مفعول فاع لات مفاعیل فاعلن"

ہم پر جفا سے ترک وفا کا گماں نہیں
اک چھیڑ ہے وگرنہ مراد امتحاں نہیں

ہم پر ج۔ مفعول۔ فا سے ترک۔ فاع لات۔ وفا کا گ۔ مفاعیل۔ ماں نہیں۔ فاعلن۔
اک چھیڑ۔ مفعول۔ ہے وگرنہ۔ فاع لات۔ مرادامت۔ مفاعیل۔ حاں نہیں۔ فاعلن

بحرِ مضارع مثمن اخرب مکفوف مقصور "مفعول فاع لات مفاعیل فاع لات"

آتا ہے ایک پارۂ دل ہر فغاں کے ساتھ
تارِ نفس کمند شکارِ اثر ہے آج

آتا ہے۔ مفعول۔ ایک پار۔ فاع لات۔ ۂ دل ہر ف۔ مفاعیل۔ غاں کے ساتھ۔ فاع لات
تارِ نَ۔ مفعول۔ فس کمند۔ فاع لات۔ شکارِ ا۔ مفاعیل۔ ثر ہے آج۔ فاع لات

بحرِ مضارع اخرب سالم "مفعول فاع لاتن مفعول فاع لاتن"

ہے ایک تیر جس میں دونوں چھدے پڑے ہیں
وہ دن گئے کہ اپنا دل سے جگر جدا تھا

ہے ایک۔ مفعول۔ تیر جس میں۔ فاع لاتن۔ دونوں چھ۔ مفعول۔ دے پڑے ہیں۔ فاع لاتن
وہ دن گ۔ مفعول۔ ئے کہ اپنا۔ فاع لاتن۔ دل سے ج۔ مفعول۔ گر جدا تھا۔ فاع لاتن۔

بحرِ مضارع اخرب مکفوف مسلوخ "مفعول فاع لات مفاعیل فاع (یا فع)"

عاشق شدم براں بت نا ساز گار
تسکیں دہاد درغم او روزگار

عاشق ش۔ مفعول۔ دم براں ب۔ فاع لات۔ ت ناساز۔ مفاعیل۔ گار۔ فاع۔
تسکیں د۔ مفعول۔ ہاد در غ۔ فاعلات۔ م او روز۔ مفاعیل۔ گار۔ فاع۔

بحرِ مضارع مسدس سالم۔ "مفاعیلن فاع لاتن مفاعیلن"

نمیخواہم از تو یکدم جدا باشم
تو باشی ہمراہ من ہر کجا باشم

نمیخواہم - مفاعیلن - از تو یکدم - فاع لاتن - جدا باشم - مفاعیلن
تو باشی ہم - مفاعیلن - راہ من ہر - فاع لاتن - کجا باشم - مفاعیلن

بحر مضارع مسدس اخرب مخنق "مفعول فاع لاتن مفعولن"

دارم بدرد ہجرش بیتابی
بہرم چرا نباشد بے خوابی

دارم بے - مفعول - درد ہجرش - فاع لاتن - بیتابی - مفعولن
بہرم چ - مفعول - را نہ باشد - فاع لاتن - بے خوابی - مفعولن

بحر مضارع مسدس اخرب مخنق مقصور "مفعول فاع لاتن فعلان"

آں بے وفا نگارے دل بُرد
زیرِ قدم بخواری بہ سپرد

آں بے وَ - مفعول - فانگارے - فاع لاتن - دل برد - فعلان -
زیر قَ - مفعول - دم بخواری - فاع لاتن - بہ سپرد - فعلان -

بحر مجتث مثمن سالم "مس تفع لن فاعلاتن مس تفع لن فاعلاتن"

در عشق تو اے پری رو دیوانہ خواہم شدن من
نے نے غلط گفتم ایں را فرزانہ خواہم شدن من

در عشق تو مس تفع لن - اے پری رو - فاعلاتن - دیوانہ خوا مس تفع لن - ہم شدن من - فاعلاتن -
نے نے غلط مس تفعلن - گفتم ایں را - فاعلاتن - فرزانہ خوا مس تفع لن - ہم شدن من - فاعلاتن

بحر مجتث مخبون "مفاعلن فعلاتن مفاعلن فعلاتن"

تم اپنے شکوے کی باتیں نہ کھود کھود کے پوچھو
حذر کرو مرے دل سے کہ اس میں آگ دبی ہے

تم اپنے شک ۔ مفاعلن ۔ وے کی باتیں ۔ فعلاتن ۔ نہ کھود کھو ۔ مفاعلن ۔ د کے پوچھو فعلاتن ۔
حذر کرو ۔ مفاعلن ۔ مرے دل سے ۔ فعلاتن ۔ کہ اس میں آ ۔ مفاعلن ۔ گ دبی ہے ۔ فعلاتن ۔

بحر مجتث مثمن مخبون مقطوع ۔ "مفاعلن فعلاتن مفاعلن فعلن"

ادا سے دیکھ لو جاتا رہے گلا دل کا
بس اک نگاہ پہ ٹھہرا ہے فیصلہ دل کا

ادا سے دے ۔ مفاعلن ۔ کھ لو جاتا ۔ فعلاتن ۔ رہے گلا ۔ مفاعلن ۔ دل کا ۔ فعلن
بس اک نگا ۔ مفاعلن ۔ ہ پہ ٹھہرا ۔ فعلاتن ۔ ہے فیصلہ ۔ مفاعلن ۔ دل کا ۔ فعلن

بحر مجتث مثمن مخبون مسکن مطموس ۔ "مفاعلن مفعولن مفاعلن فع"

اگر کشائی تارے زسنبل تر
ہمیشہ آید بوئے صبا معطر

اگر کشا ۔ مفاعلن ۔ ئی تارے ۔ مفعولن ۔ زسنبلِ ۔ مفاعلن ۔ تر ۔ فع ۔
ہمیشہ آ ۔ مفاعلن ۔ ید بوئے ۔ مفعولن ۔ صبا معط ۔ مفاعلن ۔ طر ۔ فع ۔

بحر مجتث مثمن مخبون مقصور ۔ "مفاعلن فعلاتن مفاعلن فعلات"

حریف مطلب مشکل نہیں فسونِ نیاز
دعا قبول ہو یارب کہ عمر خضر دراز

حریف مطے۔ مفاعلن۔ لب مشکل۔ فعلاتن۔ نہیں فسو۔ مفاعلن۔ ن نیاز۔ فعلات۔
دعاقبو۔ مفاعلن۔ ل ہو یارب۔ فعلاتن۔ کہ عمر خض۔ مفاعلن۔ ردراز۔ فعلات۔

بحر مجتث مسدس مخبون یا نذال۔ "مفاعلن فعلاتن مفاعلن (یا مفاعلان)"

دلم ببردہٗ اے یار بے بہا
بہا بیا رو لباں را بمن سپار

دلم ببر۔ مفاعلن۔ دہٗ اے یا۔ فعلاتن۔ ربے بہا۔ مفاعلن۔
بہا بیا۔ مفاعلن۔ رو لباں را۔ فعلاتن۔ بمن سپار۔ مفاعلان

بحر طویل مثمن سالم۔ "فعولن مفاعیلن فعولن مفاعیلن"

باحساں توئی حاتم برفعت توئی کسریٰ
بفرماں توئی آصف ببرہاں توئی عیسیٰ

باحساں۔ فعولن۔ توئی حاتم۔ مفاعیلن۔ برفعت۔ فعولن۔ توئی کسریٰ۔ مفاعیلن
بفرماں۔ فعولن۔ توئی آصف۔ مفاعیلن۔ ببرہاں فعولن۔ توئی عیسیٰ۔ مفاعیلن

بحر طویل مثمن مقبوض۔ "فعولن مفاعیلن فعولن مفاعلن"

گلہ ہے عبث میرا کہ وہ باوفا نہیں
کبھی حال دل کہا کہ اس نے سنا نہیں

گلہ ہے۔ فعولن۔ عبث میرا۔ مفاعیلن۔ کہ وہ با۔ فعولن۔ وفا نہیں۔ مفاعلن
کبھی حا۔ فعولن۔ ل دل کہا۔ مفاعلن۔ کہ اس نے فعولن۔ سنا نہیں۔ مفاعلن۔

بحر مدید مثمن سالم۔ "فاعلاتن فاعلن فاعلاتن فاعلن"

" حال دونوں کا ہے غیر ہجر کے صدمے سے اب
جھیلتے ہیں سختیاں ہم یہاں اور تم وہاں "

حال دونوں۔ فاعلاتن۔ کا ہے غیر۔ فاعلن۔ ہجر کے صد۔ فاعلاتن۔ مے سے اب۔ فاعلن
جھیلتے ہیں۔ فاعلاتن۔ سختیاں۔ فاعلن۔ ہم یہاں اور۔ فاعلاتن۔ تم وہاں۔ فاعلن۔

بحر مدید مثمن مخبون۔ "فاعلاتن فعِلن فاعلاتن فعِلن"

از میان و دہنش ناتواں یکسر مو
زاں نشاں بارندہ زین سخن ہیچ مگو

ازمیان و۔ فاعلاتن۔ دہنش۔ فعِلن۔ ناتواں یک۔ فاعلاتن۔ سر مو۔ فعِلن۔
زاں نشاں با۔ فاعلاتن۔ رندہ۔ فعِلن۔ زین سخن ہی۔ فاعلاتن۔ چ مگو۔ فعِلن۔

بحر مدید مثمن مخبون مذال۔ "فعلاتن فعِلن فعلاتن فعلاں"

لب او آب بقا سخنش مایۂ جاں
قد او سرو سہی دہنش سرِ نہاں

لب او آ۔ فعلاتن۔ ب بقا۔ فعِلن۔ سخنش ما۔ فعلاتن۔ یۂ جاں۔ فعلاں۔
قد او سر۔ فعلاتن۔ و سہی۔ فعلن۔ دہنش سر۔ فعلاتن۔ رِ نہاں۔ فعلاں۔

بحر بسیط مثمن سالم۔ "مستفعلن فاعلن مستفعلن فاعلن"

چوں خار و خس روز و شب افتادہ ام در رہت
باشد کہ بر حال من افتد نظر ناگہت

چوں خار و خس ۔ مستفعلن ۔ روز و شب ۔ فاعلن ۔ افتادہ ام ۔ مستفعلن ۔ در رہت ۔ فاعلن
باشد کہ بر ۔ مستفعلن ۔ حالِ من ۔ فاعلن ۔ افتد نظر ۔ مستفعلن ۔ ناگہت ۔ فاعلن ۔

بحر بسیط مثمن سالم و مخبون ۔ "مستفعلن فعلن مستفعلن فعلن"

دانی چہ گفت مرا آں بلبلِ سحری
تو خود چہ آدمیٔ کز عشق بیخبری

دانی چہ گف ۔ مستفعلن ۔ ت مرا ۔ فعلن ۔ آں بلبلِ ۔ مستفعلن ۔ سحری ۔ فعلن ۔
تو خود چہ آ ۔ مستفعلن ۔ دمیٔ ۔ فعلن ۔ کز عشق بے ۔ مستفعلن ۔ خبری ۔ فعلن ۔

بحر بسیط مثمن مطوی ۔ "مفتعلن فاعلن مفتعلن فاعلن"

برگ درختانِ سبز در نظرِ ہوشیار
ہر ورقے دفتریست معرفتِ کردگار

برگ درخ ۔ مفتعلن ۔ تانِ سبز ۔ فاعلن ۔ در نظرے ۔ مفتعلن ۔ ہوشیار ۔ فاعلن ۔
ہر ورقے ۔ مفتعلن ۔ دفتریست ۔ فاعلن ۔ معرفتِ ۔ مفتعلن ۔ کردگار ۔ فاعلن ۔

بحر بسیط مسدس سالم ۔ "مستفعلن فاعلن مستفعلن"

بر مستمندی مکن چندیں ستم
کو بر نیا درد از عشق تو دم

بر مستمن ۔ مستفعلن ۔ دی مکن ۔ فاعلن ۔ چندیں ستم ۔ مستفعلن ۔
کو بر نیا ۔ مستفعلن ۔ درد از ۔ فاعلن ۔ عشقِ تو دم ۔ مستفعلن ۔

بحر بسیط مسدس مطوی "مفتعلن فاعلن مفتعلن"

غیر پہ ہے آپکا لطف و کرم
ہمپہ رہا رات دن ظلم و ستم

غیر پہ ہے۔ مفتعلن - آپکا - فاعلن - لطف و کرم - مفتعلن -
ہمپہ رہا - مفتعلن - رات دن - فاعلن - ظلم و ستم - مفتعلن -

بحر سریع مسدس مطوی موقوف و مکسوف - مفتعلن مفتعلن فاعلان (فاعلن)

وقت ضرورت چو نماند گریز
دست بگیرد سر شمشیر تیز

وقتِ ضرو - مفتعلن - رت چو نما - مفتعلن - ند گریز - فاعلان -
دست بگی - مفتعلن - رد سر شم - مفتعلن - شیر تیز - فاعلن -

بحر سریع وافی مخبون مکسوف - "مستفعلن مستفعلن فعولن"

" اے دلربا در کوئے ما گزر کن
وے مہ لقا بر روئے ما [illegible] "

اے دلربا - مستفعلن - در کوئے ما - مستفعلن - گزر کن - فعولن -
وے مہ لقا - مستفعلن - بر روئے ما - مستفعلن - نظر کن - فعولن -

---

بحر سریع مطوی مجدوع یا مخور - "مفتعلن مفتعلن فاع (یا فع)"

سنگدل آں یار بے آزرم
یک شبم از خود نہ کند شاد

سنگدل آں ۔ مفتعلن ۔ یار بے آ ۔ مفتعلن ۔ زرم ۔ فاع
یک شبم از ۔ مفتعلن ۔ خود نہ کند ۔ مفتعلن ۔ شاد ۔ فاع

بحر سریع مطوی موقوف و مکسوف { "مفتعلن مفتعلن فاعلان" / "مفعولن مفعولن فاعلان"

ہست کلید در گنج حکیم
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہست کلی ۔ مفتعلن ۔ د در گن ۔ مفتعلن ۔ ج حکیم ۔ فاعلان
بسم اللہ ۔ مفعولن ۔ ہ الرحما ۔ مفعولن ۔ ن الرحیم ۔ فاعلان

بحر خفیف مسدس سالم "فاعلاتن مس تفع لن فاعلاتن"

دیدہ ام تا رخسار آں ماہ طلعت
گشت چشم آئینہ سال محو حیرت

دیدہ ام تا ۔ فاعلاتن ۔ رخسار آں ۔ مس تفع لن ۔ ماہ طلعت ۔ فاعلاتن ۔
گشت چشم ۔ فاعلاتن ۔ آئینہ سال ۔ مس تفع لن ۔ محو حیرت ۔ فاعلاتن ۔

بحر خفیف مسدس مخبون مسکن مقصور یا محذوف ۔ "فاعلاتن مفاعلن فعلان یا فعلن"

دم نہ نکلا تمہارے زانو پر
رہ گئی دل کی آرزو دل میں

دم نہ نکلا ۔ فاعلاتن ۔ تمہارے زا ۔ مفاعلن ۔ نو پر ۔ فعلن ۔
رہ گئی دل ۔ فاعلاتن ۔ کی آرزو ۔ مفاعلن ۔ دل میں ۔ فعلان ۔

بحرخفیف مخبون محذوف ۔ "فاعلاتن مفاعلن فع"

چوں کند دل چو یار آید
چشم شاید بکار آید

چوں کند دل - فاعلاتن - چو یار آ - مفاعلن - ید - فع -
چشم شاید - فاعلاتن - بکار آ - مفاعلن - ید - فع -

بحرخفیف مسدس مخبون مقصور ۔ فاعلاتن مفاعلن فعلات

زہر غم کر چکا تھا میرا کام
تجھکو کس نے کہا کہ ہو بدنام

زہر غم کر - فاعلاتن - چکا تھا مے - مفاعلن - را کام - فعلات -
تجھکو کس نے - فاعلاتن - کہا کہ ہو - مفاعلن - بد نام - فعلات -

---

بحرجدید سالم ۔ فاعلاتن فاعلاتن مستفعلن

"ہرشبم گوئی کہ فردا یت خوش کنم
چند فردا رفت شاید فردا کنی"

ہرشبم گو - فاعلاتن - ئی کہ فردا - فاعلاتن - یت خوش کنم مستفعلن -
چند فردا - فاعلاتن - رفت شاید - فاعلاتن - فردا کنی - مستفعلن -

---

بحرجدید مخبون ۔ "فعلاتن فعلاتن مفاعلن"

"صنما روے تو دیدم ز خود شدم
گلے از باغ تو چیدم ز خود شدم"

صنما رو۔ فعلاتن۔ ئے تو دیدم۔ فعلاتن۔ زخود شدم۔ مفاعلن۔
گلے ازیا۔ فعلاتن۔ غِ توچیدم۔ فعلاتن۔ زخود شدم۔ مفاعلن۔

بحر قریب سالم۔ "مفاعیلن مفاعیلن فاع لاتن"

سرم ازعرش بالاتر بگذرانی
اگر گوئی کہ ہستی از بندگانم

سرم ازع مفاعیلن۔ ش بالاتر۔ مفاعیلن۔ بگذرانی۔ فاع لاتن۔
اگر گوئی۔ مفاعیلن۔ کہ ہستی از۔ مفاعیلن بندگانم۔ فاع لاتن۔

بحر قریب مکفوف۔ "مفاعیلُ مفاعیلُ فاع لاتن"

خداوند جہاں بخش شاہ عادل
شہنشاہ جواں بخت زاد کامل

خداوند۔ مفاعیلُ۔ جہاں بخش۔ مفاعیلُ۔ شاہ عادل۔ فاع لاتن۔
شہنشاہ۔ مفاعیل۔ جواں بخت۔ مفاعیل۔ زاد کامل۔ فاع لاتن۔

بحر قریب سالم اخرب عروض وضرب مبنغ۔ "مفعول مفعول فاع لاتن (یا فاعلیان)"

شمشیر برندہ کف دہندہ
خود ہرچہ جز ایں بود محال است

شمشیر۔ مفعول۔ برندہ۔ مفعول۔ کف دہندہ۔ فاع لاتن۔
خود ہرچہ۔ مفعول۔ جز ایں مفعولُ۔ محال است۔ فاع لاتن۔ (یا فاعلیان)

بحر قریب اخرب مکفوف مقصور یا محذوف ۔ مفعول مفاعیل فاعلان (یا فاعلن)

بامردم نا ساز گار طبع

بیچارہ شود مرد ساز گار

بامرد ۔ مفعول ۔ م نا ساز ۔ مفاعیل ۔ گار طبع ۔ فاعلان (یا فاعلن)

بے چارہ ۔ مفعول ۔ شود مرد ۔ مفاعیل ۔ ساز گار ۔ فاعلان "

بحر مشاکل مکفوف مقصور ۔ "فاع لات مفاعیل مفاعیل"

انقلاب جہاں ایک نظر دیکھ

ہے دلیل فنا شام وسحر دیکھ

انقلاب ۔ فاع لات ۔ جہاں ایک ۔ مفاعیل ۔ نظر دیکھ ۔ مفاعیل ۔

ہے دلیل ۔ فاع لات ۔ فنا شام و ۔ مفاعیل ۔ سحر دیکھ ۔ مفاعیل ۔

نوٹ ۔ مثال کے طور پر مذکور بالا چند مختلف اوزان درج کر کے تقطیع کا طریقہ بتایا گیا ہے ۔ تقطیع میں عموماً جس قدر حروف گرائے جاتے ہیں وہ نہیں لکھے جاتے لیکن ہم نے قصداً اس لئے لکھے ہیں کہ دیکھنے والے کی سمجھ میں آسانی سے آسکے کہ کونسا حرف گرایا گیا ہے ۔ اور آئندہ بھی حسب دستور تقطیع کر سکے ۔

عروض میں کل ارکان عشرہ کی تقدیم تاخیر اور وقوع زحافات سے کئی ارکان مختلف پیدا ہوتے ہیں ۔ اور ایک بحر سے دوسری بحر اور ایک ایک بحر کے اوزان مختلف ہیں ۔ لیکن اس بات کو مدنظر رکھنا چاہئے ۔ کہ جس رکن سالم سے اور اور مختلف فروعات پیدا ہوئے ہیں ۔ انہیں کا اجتماع جائز ہے ۔ دوسرے رکن کے فروعات گو اسی شکل کے ہوں لیکن جمع میں اسی رکن کے فروعات سے موسوم ہونگے ۔

خواہ مفرد ہوں یا مرکب۔ جیسے **مفاعیلن** سالم کے فروع سے **فعولن** کا نام محذوف اور **فعول** کو اہتم کہتے ہیں۔ اور اسی کے مشابہ فروع اگر **بحرِ متقارب** میں آئینگے۔ تو **فعولن** کو رکن سالم قرار دیا گیا ہے اس لئے اس کا فروع (**فعول**) **مقبوض** کہلائیگا۔

بحرِ متقارب میں **فعل فعولن** کی جگہ **فعلن فعل** جہاں چاہیں لا سکتے ہیں۔ اور عروض وضرب میں **فعلن فع** بھی لانا جائز ہے۔

بحرِ متدارک میں **مخبون** اور **مخبون مسکن** کا اجتماع ہر جگہ جائز ہے۔ بجائے **فعِلن** کے **فعْلن** لا سکتے ہیں۔

بحرِ ہزج کے ایک ہی وزن یا ایک ہی شعر میں **اخرب مکفوف سالم** اور **اخرب سالم** کا اجتماع درست ہے جیسے اول مصرعہ میں **مفعول مفاعیل مفاعیل مفاعیلن** اور دوسرے مصرعہ میں **مفعول مفاعیلن مفعول مفاعیلن** لانا جائز ہے۔ اس لئے کہ تیسرے رکن **مفاعیل** کے میم کو ساکن کرکے دوسرے رکن **مفاعیل** کے لام سے ملا دیتے ہیں تو **مفعول مفاعیلم فاعیل مفاعیلن** رہ جاتا ہے۔ پھر **مفاعیلم** کو **مفاعیلن** سے اور **فاعیل** کو **مفعول** سے بدل دیتے ہیں تو **مفعول مفاعیلن مفعول مفاعیلن** ہو جاتا ہے۔ لہٰذا دونوں وزنوں کا اجتماع صحیح ہے۔ ایک ہی شعر میں **اخرب مکفوف مقصور** یا **محذوف** کا اجتماع بھی جائز ہے۔

بحرِ رجز میں اگر **مخبون** کے مقابل **مطوی** یا بالعکس واقع ہو تو وزن میں فرق نہیں آتا۔

بحرِ رمل کے **صدر و ابتدا** میں اجتماع **سالم و مخبون** اور **عروض و ضرب** میں اجتماع **مقصور و محذوف** صحیح ہے۔ **فعلاتن** کو تسکین اوسط سے **مفعولن** بنا لینا جائز ہے۔

بحرِ کامل میں **سالم** اور **مضمر** کا اجتماع جائز ہے۔

بحرِ مجتث سالم بہت کم مستعمل ہے۔ اس بحر کے تمام ارکان میں **خبن** کرنا درست ہے

اور تسکین اوسط بھی ہر جگہ جائز ہے۔ فعلاتن کو مفعولن بنالیتے ہیں۔ مسکن اور غیر مسکن کے اجتماع سے وزن میں فرق نہیں آتا۔

بحر منسرح میں تسکین اوسط ہر جگہ جائز ہے۔ مفتعلن کو مفعولن بنا سکتے ہیں۔

بحر سریع مطوی میں موقوف ہو یا مکسوف۔ مفتعلن کو مستفعلن یا مفتعلن کے عین کو ساکن کرکے مفعولن بنالیں تو وزن میں فرق نہیں آتا۔

بحر خفیف مسدس مخبون اور مخبون مشعث کا اجتماع جائز ہے۔ رکن آخر میں فاعلاتن فعلاتن مفعولن یا فعلان۔ فِعلن فعلان۔ فعلن آنے سے وزن میں فرق نہیں آتا۔

جس بحر کے آخر میں سبب خفیف ہو جیسے بحر متقارب و رمل وغیرہ تو وہاں سالم و مسبغ۔ مقصور و محذوف کا اجتماع صحیح ہے۔

اور جن بحروں کے آخر میں وتد مجموع ہو وہاں سالم و مذال۔ مقطوع اور احذ کے اجتماع سے وزن میں فرق نہیں آتا"

اسی قاعدہ کی رو سے تمام ارکان و اوزان بحور مقرر ہیں۔ آج تک جتنے اوزان عربی۔ فارسی اور اُردو میں مستعمل ہیں۔ اگر سب جمع کئے جائیں تو لکھنے اور پڑھنے کے لئے اطمینان و فرصت کی ضرورت ہے۔ البتہ جو جو مشہور و مستعملہ اوزان اور اُن کے متعلق ضروری باتیں تھیں اُن کا بیان کیا گیا ہے۔ اُمید ہے کہ سمجھنے میں کسی قسم کی دِقّت نہ ہوگی۔ اور علاوہ اس کے جو بات قابل ترمیم ہوگی۔ انشاء اللہ طبع ثانی میں اس پر نظر کی جائیگی۔

اگر کسی صاحب کو کوئی بات سمجھ میں نہ آئے تو خط و کتابت کے ذریعہ سے دریافت کر سکتے ہیں۔